ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر وأولئك هم المفلحون

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت للعہ سالانہ

قیمت چہ سالانہ ممالک غیر کیلئے

انتباہ، ہندوستانی خریدار بنام منیجر اشاعت اسلام عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)

مسلم مشن ووکنگ انگلستان

یہ مشن گزشتہ چودہ سال سے حضرت خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام کی زیر نگرانی مسجد ووکنگ (انگلستان) سے یورپ میں اشاعت اسلام کا کام کر رہا ہے۔ ایک ہزار سے الگ جگہ یورپین احباب و خواتین حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں اسلامی انگریزی کتب و رسائل کی اس مشن کے ذریعہ مفت نشر و اشاعت ہو چکی ہے۔ اس مشن نے انگریزی اسلامی ادبیات کا بیشمار ذخیرہ پیدا کر دیا ہے۔ اس مشن کی ماہواری یا یکمشت امداد بہترین اسلامی خدمت ہے

اسلامک ریویو انگریزی

یہ رسالہ ہر ماہ انگریزی زبان میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی زیر ادارت شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) سے شائع ہوتا ہے۔ اسکی کئی ہزار کاپیاں دنیا کے غیر مسلم طبقہ میں اور لائبریریوں میں مفت تقسیم ہوتی ہیں۔ اسمیں تعلیم اسلام کو نہایت ہی فلسفیانہ اور فاضلانہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ مسلم مصنفین کے علاوہ نومسلم احباب کے بھی اس میں مضامین درج ہوتے ہیں۔ مخالفین کے اعتراضات کا جواب نہایت متانت و سنجیدگی سے دیا جاتا ہے اور ہر ماہ کے رسالہ میں ایک نومسلم کی فوٹو شائع ہوتی ہے جو مشن ووکنگ کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہتے ہیں۔ سالانہ چندہ ۶؎ ہندوستان میں ہے۔

ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ

یہ ایک ٹرسٹ ہے جو ووکنگ میں قائم ہوا ہے۔ جس کے ٹرسٹیز جناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ نومسلم جناب مسٹر عباس علی بیگ صاحب سابق ممبر انڈیا کونسل و حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد ووکنگ (انگلستان) ہیں۔ اس ٹرسٹ کی غرض و غایت انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر پیدا کرنا۔ اسکی طباعت اور پھر اسکی وسیع پیمانے پر مفت وقیمتاً نشر و اشاعت کرنی ہے۔ اور جہاں جہاں لیکچر یا تقریروں کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ ان گوشوں تک اسلام کی دعوت کو لٹریچر کے ذریعہ پہنچاتا ہے۔ اس وقت یہ ٹرسٹ نصف درجن سے زیادہ انگریزی کتب شائع کر چکا ہے جو از حد مقبول ہوئی ہیں۔ اس ٹرسٹ کی سنسنی خیز مطبوعات نے بہت ہی قلیل عرصہ میں یورپین توجہ کو جذب کر لیا ہے۔ اس ٹرسٹ کی کتب خریدنی اور اسکی امداد ہر مسلم کا فرض اولین ہے۔

آجکل احادیث نبوی ؐ کا انگریزی ترجمہ ٹرسٹ کے زیر طباعت ہے۔ اس کے علاوہ مشہور آفاق کتاب آسمانی بادشاہت اور اس کا چارٹر مصنفہ حضرت خواجہ صاحب انگریزی میں ترتیب دی جا رہی ہے اس کا برانچ آفس عزیز منزل لاہور ہے۔

تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام سیکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)

"I am Irish by descent, but never a Roman Catholic. . . . I am free to read my Quran. . . . and for this freedom and grace I am more than thankful."

Yours in Islam,
O. E. M'CARTHY ALI,
California.

فہرست مضامین

اشاعت اسلام لاہور

جلد (۱۳) بابت ماہ مئی ۱۹۲۷ء مطابق ذیقعد ۱۳۴۵ھ نمبر (۵)

مساجد کے ذریعہ اصلاح قوم

از مولانا محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی لاہور

زمانہ نبوی کی مسجدیں

یہ مضمون حضرت مولوی صاحب نے رسالہ تنظیم امرتسر کے لئے لکھا تھا۔ اور اس کے اپریل نمبر میں شائع بھی ہو چکا ہے لیکن چونکہ مفید معلومات اور اصلاحی تجاویز سے مملو ہے اس لئے ہم اس کو رسالہ کے قارئین کرام تک بھی پہنچا دینا ضروری سمجھتے ہیں (مترجم)

اسلام میں مسجد کا مقام کسی مندر یا گرجا گھر کی طرح نہیں ہے۔ جہاں کچھ وقت کے لئے خدا کی عبادت کر لی جائے۔ اور پھر اس کے دروازے بند ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے تو ساری زمین ہی مسجد ہے۔ یعنی جہاں کسی کو نماز کا وقت آجائے وہیں وہ خدا کی عبادت کر سکتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں بھی صراحت موجود ہے۔ جعلت لی الارض مسجداً مسجد خدا کی عبادت کی جگہ تو ضرور ہے لیکن خود بانئے اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خلفائے راشدین کے زمانہ میں مسجد کو ایک اور عزت کا مقام بھی حاصل رہا ہے۔ یعنی قومی اصلاح

قومی حفاظت قومی ترقی اور قومی نظام کا مرکز بھی وہی ہے۔ ابتدا سے اسلام میں جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ میں خدا کی عبادت کرنے سے روکا گیا تو ارقم کا گھر نماز کے لئے مقرر ہوا۔ اور یہی جگہ تبلیغ اسلام اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات کے قائم کرنے کے لئے بطور مرکز کام دیتا تھا۔ مگر کفار کی ایذا رسانی کے روز افزوں تشدد کے باعث مسلمانوں کے اکٹھا ہونے میں زیادہ مشکلات پیدا ہو گئیں۔ اور وہ آخر کار مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔ وہاں داخل ہوتے ہی پہلا کام جو آپ نے کیا وہ مسجد کا بنوانا تھا۔ اس مسجد میں نہ صرف لوگ پانچ وقت نماز کے لئے جمع ہوتے تھے۔ بلکہ یہی وہ مرکز تھا۔ جہاں اسلام کی تمام قومی مہمات فیصل ہوتی تھیں۔ یہیں لوگ آپ سے علم دین حاصل کرنے آتے یہیں ہر ضرورت قومی کے متعلق مشورے ہوتے۔ یہیں سے اصلاح قوم کے متعلق ہر ایک قسم کی تجویز ہوتی۔ اگر کوئی قومی خطرہ ہوتا تو اسی جگہ لوگوں کو اکٹھا کیا جاتا۔ یہیں مشورہ ہوتا۔ کہ دشمن سے حفاظت کے لئے کیا تدبیر کی جائے۔ یہیں سوچا جاتا۔ کہ اسلام کی تقویت کے لئے کیا ذرائع اختیار کئے جا سکتے ہیں مسجد کے سامنے ایک چھتا ہوا چبوترہ تھا جو صفہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ چبوترہ نہ صرف ان لوگوں کے لئے جائے پناہ کا کام دیتا تھا۔ جن کا کوئی گھر نہ تھا۔ بلکہ یہیں اسلام کے وہ مبلغ بھی رہتے تھے جو قراء کہلاتے تھے۔ اور جو دین اسلام کو سیکھ کر اور اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال کر دوسری قوموں میں لے جاتے تھے۔ اور بھی کئی ضرورت کے کام اسی مسجد سے۔ لئے جاتے تھے۔ جن کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں۔ لیکن ایک بات جو واضح طور پر اسلام کی ابتدائی تاریخ میں نظر آتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ مسجد اسلام کی ہر اصلاح اور ضرورت کا مرکز تھی۔ اور اسی مرکز پر ان کے نظام قومی کی بنیاد تھی۔ مسلمانوں کا علم اور طاقت ہر دو اس مسجد سے پیدا ہوتے تھے +

موجودہ مساجد کی پیداوار

آج ائمہ مساجد کے جمود ذہنی اور ان کی تنگ خیالی سے ہماری ہر مسجد گویا مسجد ضرار کے رنگ میں رنگین ہے۔ یہاں سے علم اور اصلاح کی لہر اٹھنے کی بجائے جہالت اور تنگ خیالی پیدا ہوتی ہے۔ یہاں قوت عمل پیدا ہونے کے بجائے بیکاری اور گداگری کا نظارہ نظر آتا ہے۔ یہاں اخلاق فاضلہ پیدا ہونے کے بجائے جو عبادت الٰہی کا خاصہ ہے۔ کبر اور رعونت پیدا ہوتی ہے۔ یہاں مسلمانوں کو اعدائے اسلام کے حملوں سے بچانے کی تدابیر پر غور کرنے کے بجائے تفریق بین المسلمین کا وعظ ہوتا ہے۔ اور مسلمانوں کی بھلائی کے مشوروں کے بجائے انہیں تکلیف اور دکھ پہنچانے کی فکر رہتی ہے۔ یہاں اعدائے اسلام کی قوت کو توڑنے کے بجائے ان کی تائید کیلئے سامان تیار ہوتا ہے۔ والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا وتفریقا بین المومنین وارصادا لمن حارب اللہ ورسولہ کے مصداق دشمنان اسلام نہیں بلکہ خود مسلمان ہو رہے ہیں۔ لیکن باینہمہ آج بھی تھوڑی سی توجہ سے ہم مسجد کو وہی رونق دے سکتے ہیں۔ جو اس کا ضروری حق ہے۔ اور چند ہی روز میں یہاں سے اصلاح کی وہ لہر اٹھ سکتی ہے۔ جو قوم کی کایا پلٹ دے اور مسلمانوں کو دنیا کا پیشرو بنا دے +

اکابر قوم کا فرض

ائمہ مساجد کا جمود اور تنگخیالی ہی ہمارے سارے مصائب کی وجہ نہیں بلکہ ہمارے دنیوی لیڈروں اور رہنماؤں پر اور بھی زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے یہ لوگ خوب جانتے ہیں۔ کہ اسلام پر کیا مصیبت ہے۔ اور مسلمان اپنی جہالت اور افلاس سے کس ذلت کے غار میں گر چکے ہیں۔ اور ان پر وہ موت کس طرح وارد ہو رہی ہے جو دنیا میں غلامی سے موسوم ہے۔ اور وہ کس طرح دوسری قوموں کا شکار بنتے ہیں۔ لیکن وہ اس علم و آگاہی کے باوجود اس حالت کو

دور کرنے کیلئے کوئی عملی قدم نہیں اٹھاتے ۔ وہ آپس میں مل کر اپنے قومی دکھوں کا رونا تو ضرور رو لیتے ہیں ۔ مگر اس طرح رونے سے تو کچھ فائدہ نہیں ۔ باتیں کرنا بالکل بے سود ہے ۔ اگر اصلاح کے لئے عملی قدم نہیں اٹھایا جا سکتا ۔ اگر ان بڑے آدمیوں کا یہ خیال ہے ۔ کہ ہم آسودہ حال ہیں ۔ حکام اور دوسری قوموں میں ہماری عزت ہے ۔ اور ہمیں کچھ مرتبہ حاصل ہے ۔ تو وہ یاد رکھیں کہ وہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں ۔ ان کی زندگی اور ان کی موت انکی عزت انکی ذلت انکی قوم سے وابستہ ہے ۔ اگر قوم ذلیل ہے ۔ تو ان کی عزت ایک سراب ہے ۔ جس کی تہ میں کوئی حقیقت نہیں ۔ ان کی بات کی کہیں وقعت نہ ہو گی ۔ وہ بڑے بڑے مرتبوں پر پہنچ کر بھی غلام ہیں ۔ دوسروں کے اشاروں پر ناچتے ہیں ۔ اور خود کچھ نہیں کر سکتے ۔ وجہ یہ ہے کہ وہ ایک مردہ قوم کا جزو ہیں ۔ اگرچہ لفظاً ہر وہ بلند مرتبہ پر ہیں ۔ مگر ان کے اندر وہ قوت نہیں ۔ جس سے وہ اپنے بلند مرتبہ کو قائم رکھ سکیں ۔ وہ اپنی قوم کا گلا کاٹتے ہیں ۔ وہ دوسری قوموں کے ہاتھوں میں اوزار کا کام دیتے ہیں ۔ اور مسلمانوں کو ذلیل کرنے کا وہ کام جو دوسرے لوگ خود نہیں کر سکتے ان سے کرواتے ہیں ۔ وہ جاگیں اور اپنی قوم کے افراد میں قوت پیدا کریں ۔ تاکہ خود ان کے اندر بھی قوت پیدا ہو ۔ اور اس کی صورت صرف ایک ہے ۔ (یعنی مساجد کے اندر اصلاح قوم) +

آج باوجودیکہ مساجد نے اپنے اصلی شرف عزت کو کھو دیا ہے ۔ تاہم وہ عام مسلمانوں کے اجتماع کا مقام ہیں ۔ اگر مسلمان قوم کو کہیں دیکھنا چاہو اگر کہیں ان سے ملکر ان کی اصلاح کرنا چاہو تو وہ مقام مسجد اور صرف مسجد ہے ۔ اگر پانچ وقت نہ سہی تو ایک دو وقت ضرور مسلمانوں کا بھاری اجتماع مسجد میں ہو سکتا ہے ۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں کا اعلےٰ طبقہ ان مساجد میں نظر نہیں آتا ۔ حالانکہ اگر اس وقت مساجد میں کچھ بیرونقی بھی ہے تو اعلےٰ طبقہ

سکے وہاں جانے سے از خود دور ہو سکتی ہے۔ کیونکہ بہت سے لوگ ایسے نکل آئینگے
جو ان کو دیکھ کر خود بخود مساجد کی طرف کھنچے چلے جائیں گے۔ مسلمانوں کے
بڑے طبقہ میں ایسے لوگ بھی ہیں جو گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں
ایسے اصحاب کے لئے تو مسجد میں جانا کچھ مشکل نہیں۔ لیکن کچھ ایسے
بھی ہیں جنہیں خدا کے آگے گردن جھکانے میں اپنی ذلت معلوم ہوتی
ہے۔ وہ بھی سوچ لیں کہ اگر وہ حقیقی عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں
اپنی قوم کو اُٹھانا ہوگا۔ اور قوم کو وہ مسجد میں جاکر ہی اُٹھا سکتے ہیں۔
کیونکہ قوم چند بڑے بڑے لوگوں کا نام نہیں۔ کہ وہ باہم مل لیں تو قوم کی اصلاح
ہو جائیگی۔ یا قوم کے اندر زندگی اور قوت پیدا ہو جائیگی۔ بلکہ قوم اصل میں انہی
افراد کا مجموعہ ہے۔ جن کو انہوں نے اپنی لاپروائی سے لاشے سمجھ رکھا ہے
وہی غریب اور درمیانی طبقہ اصل قوم ہے۔ اسی طبقہ سے اعلےٰ درجہ کے
انسان پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طبقہ کی قوت سے قوم کی قوت ہے۔ اسی کا احساس
احساس قومی کا معیار ہے۔ اور یہ طبقہ نہ صرف بڑی سہولت سے مسجدوں میں
مل سکتا ہے۔ بلکہ بڑی آسانی سے مسجدوں کو اسی طبقہ کی اصلاح کا موجب بنایا جا سکتا
ہے۔ مگر یہ کام انہی لوگوں کا ہے۔ جنہیں خود احساس پیدا ہو چکا ہے جنہیں
دُنیا کے حالات سے واقفیت ہے۔ جن کی نظر وسیع ہے۔ جن کا قدرے
دُنیا میں رسوخ ہے۔ اس لئے جو لوگ خدا کے لئے مسجدوں میں نہیں جاتے وہ
اپنی قوم کے لئے نہیں۔ اپنی بقا کے لئے ہی مسجدوں میں جائیں پانچوقت
نہ جائیں ایک وقت ہی جائیں اور مساجد کو اصلاح قوم کا ذریعہ بنائیں +

مساجد کے متعلق ضروری پروگرام

مسجد کی آبادی اور اصلاح قوم کے لئے چند ضروری امور حسب ذیل ہیں:۔
(۱) ہر مسجد کے ساتھ ایک کتب خانہ اور ریڈنگ روم ہو۔ جہاں کچھ تاریخی کچھ سادہ
مذہبی کتابیں ہوں۔ اور کچھ ایسے اخبارات رکھے جائیں۔ جن کو اسلام اور

مسلمانوں کی حالت کا ہی نہیں۔ دُنیا کی عام حالت کا بھی علم ہوتا ہے۔ اور جہاں علیحدہ کتبخانہ اور ریڈنگ روم قائم نہ ہو سکے وہاں مسجد ہی میں ایک الماری میں کتابیں رکھی جا سکتی ہیں۔ اور اخبارات کسی کونہ میں رکھے جا سکتے ہیں۔ مسجد کے ساتھ یہ دلچسپی کا سامان ہوگا تو یہ زیادہ کشش کا موجب بھی ہوگا

(۲) ہر ایک مسلمان بالخصوص تعلیمیافتہ طبقہ اور اوپر کے طبقہ کے لوگ کم سے کم نماز مغرب کے لئے مسجد میں جائیں۔ اور نماز کے بعد کچھ دیر کے لئے ٹھیر کر مختلف اخبارات سے روزمرّہ کے حالات سے مسلمانوں کو آگاہ کرتے ہیں۔ موجودہ حالت مسلمانوں کی بیخبری کی نہایت خطرناک ہے۔ اول تو بہت لوگ پڑھنا نہیں جانتے۔ اور جو جانتے ہیں وہ اخباروں کا پڑھنا ایک فضول امر خیال کرتے ہیں۔ اس لئے عام مسلمانوں کو بہت کم خبر ہوتی ہے۔ کہ دُنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ یا خود انہیں نیست و نابود کرنے کے لئے کیا رائیں سوچی جا رہی ہیں +

(۳) علاوہ اخباری واقفیت کے خواندہ اور فہمیدہ لوگ ایسے اوقات میں اپنے بھائیوں کی راہنمائی کریں۔ اور کم سے کم ہفتہ وار لیکچر ہر مسجد میں ایسے ہوں جن میں اصلاح قوم حفاظت قوم ترقی قوم نظام قوم کے لئے بالخصوص توجہ دلائی جائے۔ اور رسم و رواج کی اصلاح اور قومی اخلاس کو دور کرنے کے لئے عملی تدابیر بتائی جائیں۔ اور ان اصلاحات پر قائم رہنے کا عہد لیا جائے +

(۴) رسُول اللہ صلعم کے زمانہ میں مسجد میں خاص اوقات میں نیزہ بازی وغیرہ کے کرتب بھی دکھائے جاتے تھے۔ اس لئے اگر ہر مسجد کے ساتھ کوئی ایسا انتظام بھی کیا جائے جہاں مسلمانوں کی جسمانی قوت کو بڑھانے کا سامان ہو تو یہ بھی قومی ترقی کے بڑے بھاری سامانوں میں سے ہے۔ مثلاً اکھاڑہ ہو یا کوئی جمنازم یا کوئی اور سامان ہو +

(۵) بڑے بڑے لوگ آج جمعہ میں بھی مسجدوں میں نہیں جاتے اور لیجیسلیٹو اسمبلی کے ممبر تک پروا نہیں کرتے۔ بلکہ عین جمعہ کے وقت کونسل کا اجلاس ہوتا ہے۔ یہ بڑی ذلت کی بات ہے۔ اور مسلمانوں کی اخلاقی قوت کے مر جانے کی علامت ہے۔ کہ اتنے بڑے بڑے لوگ بھی یہ نہیں کہ سکتے کہ جمعہ ہم پر فرض ہے۔ اور اس وقت کوئی کام کرنا منع ہے۔ بڑے لوگوں کو لازمًا جمعہ میں مسجد میں جانے کی عادت ڈالنی چاہئے +

(۶) جمعہ کے خطبوں کو زیادہ مفید بنایا جائے۔ اور ان میں مسلمانوں کی ہر قسم کی ترقی کی طرف توجہ دلائی جائے۔ کیونکہ اس وقت اگر ایک طرف مسلمانوں کے افلاس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ان میں تعلیم و تجارت نہیں۔ اور ساہوکاروں کے سُود کے نیچے دبے ہوئے ہیں۔ تو دوسری طرف اس بربادی کا بڑا موجب وہ رسوم و رواج ہیں جن میں وہ عام طور پر مبتلا ہیں +

(۷) ہر اس مسجد میں جہاں جمعہ ہوتا ہے عورتوں کے لئے پردہ کا انتظام ہو۔ اور عورتیں جمعہ کے خطبوں میں حاضر ہوا کریں۔ کیونکہ اصلاح رسوم میں کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ عورتوں میں یہ احساس پیدا نہ ہو۔ اور یہ ہو نہیں سکتا جبتک کہ مضرات سے واقف نہ کیا جائے +

بعض مسائل قرآنیہ کا غلط مفہوم اور ہماری تباہی

ایمان و عمل

یا

حبطِ اعمال

سیہ بختی اور تباہی کسی قوم میں اس وقت آ ڈیرا جماتی ہے۔ جب وہ قوم اُنہی تعلیمات ملّیہ کے اُلٹے معنی پر آ کھڑی ہوتی ہے۔ جو اپنے صحیح معنوں میں اُسے ترقی کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہی حالت مسلمانوں کی آج ہو رہی ہے۔ وہی باتیں جو معراج کمال کو لیجا سکتی تھیں۔ انہی کا غلط مفہوم ہمیں ذلت کی طرف کھینچ رہا ہے۔ مثلاً تقدیر۔ ہدایت و ضلالت۔ توکّل۔ ایمان و عمل۔ دُعا۔ شفاعت وغیرہ وغیرہ مسائل کی تعلیم قرآن نے کیا کی تھی۔ عزت و شوکت کی کلید ہمارے ہاتھ میں دیدی تھی۔ لیکن ہماری شومئے بخت کی بھی کوئی حد ہے۔ انھیں مسائل کو ہم نے غلط سمجھ کر آغوش ہلاکت میں جا جگہ لی۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ ان مسائل پر سلسلہ وار گفتگو کروں۔ لیکن اس نمبر میں جس مسئلہ پر میں کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔ وہ حبط اعمال کا مسئلہ ہے۔ کیونکہ اس مسئلہ کو مسئلہ عمل و ایمان اور مسئلہ تکفیر سے ایک خاص تعلق ہے۔ کیونکہ ان دو مسائل پر ان اوراق میں کچھ بحث و تمحیص ہو چکی ہے۔ اسلئے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسئلہ حبط اعمال پر بھی انھیں اوراق میں روشنی ڈالدی جائے۔

یہ لکھا جا چکا ہے۔ کہ ایمان کی تعلیم عمل صالح کیلئے ہی دیگئی تھی۔ ایمان کا تخم زمین قلب میں دب کر ہلاکت پا لیتا ہے۔ اگر نہر عمل سے اس کی آبیاری نہو۔ قرآن کریم نے اگر ایمان کے ساتھ عمل کا ذکر جزو لاینفک کے طور پر کر دیا تو ساتھ ہی جنّات و انہار کی طرف بھی اشارہ کیا۔ یعنی ایمان اگر باغ ہے تو عمل اسکی نہر۔ عمل ہی ایمان کا

ہے۔ بلکہ جن اعمال حسنہ کی آپ کی رسالت نے تعلیم کی ان پر نہ چلنا رسالت کی تکذیب ہے۔ مغربی قومیں رسالتِ صاحب الصلوٰۃ والسلام کو تسلیم نہیں کرتیں۔ لیکن جن اعمال صالح کی ہدایت اس رسالتِ حقہ نے کی۔ ان میں سے بہت سے اُنکے عمل میں آ رہے ہیں۔ بالمقابل ہمارا آپ کی رسالت پر تو ایمان ہے۔ مگر ہم تعلیم رسالت پر عمل نہیں کرتے۔ اور اگر اس متقابلہ عمل و ایمان کے نتائج کو دیکھیں تو ایمان و اسلام کی جو قیمت خدا کی جناب سے ملتی ہے وہ تو مغرب میں نظر آ رہی ہے۔ کیونکہ ایمان و اسلام کے ثمرات سے ہم محروم اور وہ بہرہ ور ہوتے جاتے ہیں۔ یہ بدیہات سے ہیں یہ واقعات ہیں جن سے انکار نہیں ہو سکتا۔ اور مسئلہ ایمان و عمل کی ایک بہترین عملی تفسیر ہیں یہ نظائر اور بصائر صاف کہہ رہے ہیں۔ کہ عمل ہی ایمان کی حقیقی صورت ہے۔ اور لفظی تکرار یا یہ کہہ دینا۔ کہ میں فلاں فلاں چیز کو مانتا ہوں ایک امر بیسود ہے۔ اسلئے اس کو ہمیں بالخصوص سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ خدا کی جناب میں کسی کافر کا عمل بھی ضائع نہیں ہوتا۔ اگر ایک بخار زدہ دہریہ کونین کھا کر بخار سے نجات پا سکتا ہے۔ اور ایک مومن باللہ کسی بیماری سے آنے پر بغیر دوا کھانے کے شفا نہیں پا سکتا۔ تو پھر کسی کافر سے وہ عمل جن کا حکم قرآن کرتا ہے اُسے ثمرات حسنہ سے محروم نہیں کر سکتے۔ ایسے ہی کوئی مسلمان قرآن کو خدا کی طرف سے مان کر قرآن سے تجویز کردہ اعمال کے بغیر خسران و ہلاکت سے نہیں بچ سکتا۔ اور حق تو یہ ہے۔ کہ جو کافر بھی قرآن کے احکامات پر عمل کر رہا ہے۔ وہ قرآن کو منجانب اللہ تسلیم نہ کرنے سے ایک قسم کی غلطی کر رہا ہے۔ لیکن عملاً تو قرآن کو مان رہا ہے۔ ہاں اس غلطی یا کفر کی پاداش سے بچ وہ نہ بچیگا۔ لیکن اپنے ایمان بالعمل کے نتائج حسنہ سے بھی محروم نہ ہو گا۔ وہ مومن بالعمل اور کافر باللسان ہے۔ ہم مقر باللسان اور منکر بالعمل ہیں۔ انسانی قلب ہی سرچشمہ عمل ہے۔ لہٰذا یہ مغربی کفار حقائق قرآنیہ پر تصدیق بالقلب

کر رہے ہیں - اور ہم امی و رسمی مسلمان اقرار باللسان کر رہے ہیں۔ ایمان کامل تو
دونوں باتوں کو چاہتا تھا - لیکن چونکہ تصدیق قلب (عمل) کا پلڑا لسانی اقرار سے
بھاری ہے - اسلئے جو نتائج پیدا ہو رہے ہیں - وہ ظاہر ہیں ٭

ان حقائق پر غور کرنے سے حبط عمل کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے قرآن کریم
نے یہ تو کہیں نہیں کہا کہ جب تک الفاظ ایمان کسی کی لبوں پر جاری نہ ہوں
اس کے اعمال سب اکارت ہو جاتے ہیں - لیکن آجکل کے مسلمان یہی
سمجھے ہوئے ہیں - اور وہ یہی کہتے ہیں - کہ خدا کی جناب میں کسی عمل کو خواہ وہ
کیسا ہی اچھا کیوں نہ ہو باریابی نہیں ہوتی - بلکہ ایمان یعنی چند حقائق
کے قبول کر لینے سے ہوتی ہے - یہ غلط مفہوم ہی ہماری بدعملیوں یا کسی اعمال
کا ذمہ وار ہے - اسی نے ہمیں وہ باطل اطمینان قلب دے رکھا ہے - کہ
جو مصیبت پر مصیبت آنے پر بھی ہمیں اعمال حسنہ کیطرف متوجہ ہونے نہیں دیتا
ہم یہ سمجھے ہوئے ہیں - کہ بلا سے ہم ذلیل و خوار رہوں - اور ہمارے مخالف
معزز و مقتدر رہوں - لیکن خدا کی جناب میں ہماری ہی عزت ہے - کیونکہ
ہم صبح و شام ایمان کے فقرات دہرا لیا کرتے ہیں - اور ہمارے مخالفین
انھیں تسلیم نہیں کرتے ٭

یہ سمجھ میں نہیں آتا - کہ اس دنیا کی زینت اور اس دنیا کی
تمکنت عطیۂ ربی ہیں یا عطیۂ شیطانی - قرآن تو زینت دنیا کو خدا کی پیدا کردہ
ٹھیراتا ہے - اور اس زینت کو عابدین خداوند کے لئے مخصوص کئے ہوئے ہے
پھر جن کے پاس یہ ہے - انسے کیوں کسی عمل صالح کے عوض میں عطیۂ ربی
نہ سمجھا جائے - اور اگر یہ زینت دنیا آج ہم سے چلی گئی تو کیوں یہ نہ سمجھا
جائے - کہ ہم عباد اللہ میں سے نہیں - مجھے تو ڈر آتا ہے - کہ جس طرح ہم یہاں
نعمائے الٰہی سے محروم ہو گئے کہیں آگے چل کر وہاں بھی ہمارا یہی حشر نہ ہو
فمن کان فی ھذہٖ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ و اضل سبیلا (۱۷/۲) جو یہاں کا

اندھا یعنی سنن الٰہیہ کو دیکھ نہیں سکتا۔ وہ آخرت میں بھی اندھا ہی ہوگا۔ بلکہ اور بھی گمراہی میں چلا جائیگا) یاد رکھو کہ سنن الٰہیہ میں تبدیلی واقع نہیں ہوا کرتی جو سنن الٰہیہ پر آنکھ رکھتا ہے۔ اور اپنے کاروبار کو انکے ماتحت لے آتا ہے جیسے کہ کامیاب قومیں اس وقت کر رہی ہیں۔ وہی فلاح پاتا ہے۔ قرآن نے بانگ بلند یہ کہا ہے۔ کہ خدا کی جناب میں عمل کی ہی قدر ہے۔ کیا جناب فاطمہؑ کا ایمان ناقص تھا۔ اگر ایمان سے مراد لسانی اقرار ہے۔ تو آنحضرت مآب صلعم بتول پاک کو کیوں عمل کی ہدایت فرما رہے ہیں ✣

انفاق فی سبیل اللہ ہی آج ہمیں بچا سکتا ہے

ایمان و عمل کے اس الٹے مفہوم نے ہمیں ہر قسم کی ترقی و فلاح سے محروم کر دیا۔ غیر مسلم قوموں کی ترقی ایک لمحہ کے لئے ہمیں حسن اعمال کی طرف متوجہ ہونے نہیں دیتی۔ ہم کل پر اُدھار کھائے بیٹھے ہیں۔ اور تو اور اس وقت خیرات و زکوٰۃ میں بھی دوسری قومیں ہم سے بڑھ گئی ہیں۔ قرآن کریم نے صدقہ و خیرات کا ذکر کرتے ہوئے ان کی غرض و غایت کو کیسے ماقل و دل لیکن بین سی بین طریق پر بیان کر دیا۔ فرمایا۔ وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکہ واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین۔ خدا کی راہ میں دو اور خود بخود ہلاکت کی طرف مت جاؤ۔ دوسروں کے ساتھ مروّت و احسان کرو۔ اللہ تعالےٰ محسنین کو پسند کرتا ہے) قرآن نے ہلاکت سے بچنے کو انفاق فی سبیل اللہ کے ساتھ وابستہ کر کے ترقئ قوم کے ایک راز سربستہ کو کھولدیا۔ کتاب حمید نے یہ ارشاد کیا۔ کہ افراد قوم کی عزت و حیات قومی عزت و حیات سے ہی وابستہ ہوتی ہے۔ انفرادی طاقت و شوکت ایک بے حقیقت چیز ہے۔ اگر اجتماعی قوت اسکے ساتھ نہو۔ وہی انسان امیر ہو یا غریب اپنے معاصرین میں عزت پا سکتا ہے۔ جس کی قوم بحیثیت مجموعی معزز و مقتدر ہو۔ یہ

کہ ہم انفرادی طور پر کتنی بھی بلند حیثیت رکھتے ہوں۔ ہم جہاں ہوں ذلیل و خوار ہیں۔ بالمقابل حکمران قوم کا ایک ادنےٰ فرد بھی دُنیا کے ہر حصے میں عزت پا لیتا ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے اس آیت میں یہ سنہری اصُول قائم کر دیا۔ کہ اگر تم ہلاکت سے بچنا چاہتے ہو تو اپنی قوم کے فائدے کیلئے انفاق فی سبیل اللہ کرو۔ اپنی قوم کے محتاجوں کے ساتھ احسان و مروّت کرو۔ اگر تمہارے پاس فرداً فرداً اسباب عزت و شوکت ہوں۔ تو اُن میں سے کچھ محتاجوں کو بھی دے دو۔ تاکہ تمہاری قوم بحیثیت مجموعی دوسروں کی نگاہ میں باشوکت نظر آئے۔ اور اگر ایسا نہ کیا تو قوم کے ذلیل و خوار ہونے پر تم بھی انفرادی عزت کے ہوتے ہوئے ذلت کے گڑھے میں چلے جاؤ گے۔ آج یہی ہو رہا ہے۔ ہم نے افرادِ قوم کی پرواہ نہیں کی۔ اور اس حکم ربی کو نہ مانا۔ دوسری قومیں اس اصُولِ قرآنی پر عمل کر رہی ہیں۔ وہ معزز و مقتدر رہیں۔ اسی ملک ہند میں تعدادی لحاظ سے ایک نہایت ہی چھوٹی سے چھوٹی قوم موجود ہے۔ وہ اپنی طاقت و شوکت میں ہم کیا ہندوؤں سے بھی بڑھ گئی۔ وہ پارسی قوم ہے ان کی طاقت کا راز یہی دانِ پن ہے۔ ایک ایک پارسی قومی مفاد میں لاکھوں روپیہ خرچ کر دیتا ہے۔ آج یہ حقیقت ہندو قوم پر بھی نمایاں ہو چکی ہے۔ گذشتہ پچاس سال سے ان کے خیراتی کام قومی مفاد کے ساتھ وابستہ ہو چکے ہیں۔ وہی جو آج سے کچھ عرصہ پہلے کمزور تھے۔ وہ طاقت پاتے جاتے ہیں۔ ان کے مقابل تو ہمارے ہاں انفاق و خیرات ہے ہی نہیں۔ ہماری کمائیاں ذاتی لذات و تعیّش میں خرچ ہو رہی ہیں۔ قومی مفاد میں روپیہ خرچ کرنا ہم نہیں جانتے۔ لیکن قرآن کا قتبہ دن بدن ہم پر اور دوسروں پر اٹل طریق سے وارد ہوتا جاتا ہے۔ ہم ہلاکت کی طرف اور برادرانِ وطن حیاتِ طیبہ کی طرف جا رہے ہیں۔ آخر جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ احکم الحاکمین کے حکم سے ہی ہو رہا ہے۔ یہ ہمارا تنزل اور دوسروں کی ترقی

کوئی امرِ اتفاقیہ ہے یا حقیقت ثانیہ ۔ اگر قرآن کے اوامر خدا کی ہی باتیں ہیں تو جو کچھ ہو رہا ہے ۔ خدا کی ہی مشیت و قانون کے ماتحت ہو رہا ہے ۔ یہ اُنھیں کا قانون ہے ۔ کہ قومی ہلاکت کے ساتھ ہی افرادی ہلاکت ہو جاتی ہے ۔ اور جو فرد اس ہلاکت سے بچنا چاہے ۔ وہ پہلے قوم میں اسباب زیست پیدا کرے وہ اپنی عزت و شوکت پر تاتاراں نہ ہو ۔ بلکہ قوم کے ایک ایک فرد کی عزت و شوکت کی فکر میں لگا رہے ۔ وہی خدا کی نگاہ میں پسندیدہ ہے ۔ اور وہی اُس کے ہاں اجر یاب ہے ۔ اب اس حکم ربی پر کس کا عمل ہو رہا ہے ۔ اس آیت قرآنی پر ہمارا ایمان ہے یا غیر مسلم کا ۔ لیکن ظلم تو یہ ہے ۔ کہ جس وقت ہم غیر مسلموں کے ان کارہائے خیرات و حسنات کو دیکھتے ہیں ۔ ہم فوراً حبط اعمال کی آیات یاد کر لیتے ہیں ۔ جس سے ہماری نگاہ میں دوسروں کے یہ سب کام بے حقیقت ہو جاتے ہیں ہم یہ کہ کر دل کو ٹھنڈا کر لیتے ہیں ۔ کہ چونکہ یہ لوگ کلمہ گو نہیں ۔ ان کے یہ کام خیرات و حسنات میں داخل ہی نہیں ۔ ان کا یہ دان پُن انفاق فی سبیل اللہ ہی نہیں ۔ ان کے یہ سب کام حبط ہو چکے ۔ یہ وہ مہلک اور عزت سوز اور منجر الی المسکنت اطمینان قلب ہے جس میں صدہا ہلاکتیں اور ہزاروں تباہیاں چھپی ہوئی ہیں ۔ اور اگر اس دُنیا کی عزت بھی خدا کی طرف سے ہی آتی ہے ۔ اور اسی کو نصیب ہوتی ہے ۔ جو خدا اور رسولؐ کے مرتبہ قوانین عزت پر ندمرن ہوتا ہے ۔ جیسے کہ قرآنی آیت و للہ العزت والرسول اشارہ کر رہی ہے تو پھر ان غیر مسلموں کے اعمال تو حبط نہیں ہو رہے ۔ حبط اعمال کا کُرّہ تو ہمارے نام پر پڑ رہا ہے ۔ مصیبت تو یہ ہے ۔ کہ قول فیصل کو بھی ہمنے اُلٹا ہی سمجھا ۔ اسکی حقیقت تو یہی تھی ۔ جو اُوپر بیان ہوئی ۔ لیکن ہم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ چونکہ یہ قومیں خدا و رسول کو اِس طرح نہیں مانتیں ۔ جس طرح ہم مانتے ہیں ۔ یہ خدا کی نگاہ میں ذلیل و خوار ہیں ۔ اور ہم چونکہ کلمۂ محمدؐ کو پڑھتے ہیں ۔ اپنی موجودہ ذلت و خواری کے ہوتے ہوئے بھی اللہ کے ہاں معزز ہیں ۔ یہی نہیں سمجھتے

کہ اس آیت نے عزت اُسے بخشی ہے۔ جو اللہ اور رسُول کے بندے ہیں
اور خُدا کا بندہ وہ ہے۔ جو خُدا اور رسُول کے بتائے ہوئے احکام پر چلے۔ غیر مسلم
ان احکام پر چل کر بھی ہمارے محاکمہ میں ذلیل ہیں۔ اور ہم ان احکام سے
روگردان ہو کر بھی اپنے آپ کو صاحب عزت سمجھے ہوئے ہیں لیکن واقعات
صاف کہہ رہے ہیں۔ کہ معزز کون ہے۔ اور ذلیل و خوار کون ہے +

اسی غلط نظریہ پر اُن بزرگوں کا بھی ایمان ہے۔ جو ایکدوسرے کی تکفیر پر
اصرار کرتے ہیں۔ جنہیں وہ کافر کہتے ہیں۔ وہ کیسے ہی اعمال صالح کریں۔ وہ
نماز روزہ حج زکوٰۃ کے پابند ہوں۔ اور تقوے کی راہوں پر بھی قدمزن ہوں۔ یہ
سب کا سب ان مُکفّرین کی نگاہ میں حبط اعمال کے ذیل میں آجاتا ہے +

مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہاں ان تمام آیاتِ قرآنیہ پر بھی ایک مختصر سا
تبصرہ کیا جائے جنمیں حبط اعمال کا ذکر ہے۔ اُن آیات میں بیشک زیادہ تر کفار
کے ہی اعمال کا ذکر ہے لیکن یہ آیتیں کسی کافر کے ہر عمل کو تو فتوے حبط تلے نہیں
لاتیں۔ یہ تو کھُلے سے کھُلے لفظوں میں اُن اعمال کا ذکر بھی کر رہی ہیں۔ جو فتوے
خداوندی تلے اکارت ہُوا کرتے ہیں۔ یہ تو کفار یا منافقین کے ایسے اعمال کا
ذکر بھی کرتی ہیں۔ جو دین حق کے مٹانے میں ان سے سرزد ہو رہے تھے۔ نہ اُن
اعمال کا جنہیں انہدام اسلام سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اگر تو کوئی شخص دین حقہ کے
مٹانے میں کوئی کام کر رہا ہے۔ وہ تو بالضرور ضائع ہوگا۔ لیکن اگر وہی کام
مخلوق الٰہیّہ کے فائدے میں ہو رہا ہے۔ عام اس سے کہ اُس کام کا کرنیوالا مسلم ہے یا غیر مسلم
وہ بالضرور خدا کی جناب میں مشکور و ماجور ہوگا۔ یہ وہ قرآنی اصُول متعارفہ ہے۔
جو ہر قسم کی نکتہ چینیوں کو ساکت کر دیتا ہے۔ اور اسمیں ان تمام لغویات کا بھی
جواب ہے۔ جو حبط اعمال کی آیات کے متعلق بعض مسلم خیال کر رہے ہیں۔ ایک آریہ
کے وہ سب کام مثلاً روپیہ کا خرچ بالضرور اکارت ہونگے جو اسلام کی بیخکنی میں وہ
کر رہا ہے لیکن وہ وہی کام کسی قومی مفاد میں مثمر ہوئے بغیر بھی نہ رہینگے۔ وہ حبط اعمال

نسخ لیونٹ ۱ ۲/۲۱۷ ۳/۲۰ و ۲۱ ۵/۵۳ ۷/۱۴۷ ۹/۱۷ ۹/۶۹ ۱۸/۱۰۵

کے ماتحت نہ آئیں گے +

آنحضرت صلعم کے مقابل اور اسلام کو مٹانے کیلئے کفار عرب جنگ پر آمادہ تھے۔ انھوں نے کوشش کا کوئی دقیقہ نہ چھوڑا تھا۔ لیکن قرآن (۲/۲۱) نے ان کے ان اعمال کے اکارت ہو جانے کی پیش از وقت خبر دیدی۔ اس وقت کے بعض منافق یہود و نصاریٰ کی طرف جھک گئے۔ انکے دل کی کمزوری انھیں ڈگمگا رہی تھی (۵/۵۴) انہیں کچھ ایسے بھی تھے۔ جو مذہب حقّہ کے خلاف باتیں گھڑا کرتے تھے۔ اور اپنی خوشحالی پر نازاں تھے (۹/۶۹) ان سب کو اور ایسا ہی ان منافق متکبرین کو جو آیات اللہ سے مُنہ موڑ رہے تھے (۷/۱۲۷) یہ سنا دیا گیا کہ یہ سب انکی کوششیں اور کام آخر کار حبط ہو جائیں گے۔ ان پیشینگوئیوں کے پورا ہونے کا بھی وقت آگیا مسجد حرام سے یہ سب کے سب نکال دیئے گئے۔ اور انھیں کہہ دیا گیا۔ کہ اب وہ بیت الحرام کے قریب نہیں آ سکتے۔ کیونکہ مسلم ہی اس کے حقیقی متولی ہو سکتے ہیں۔ اور آج ان کے وہ سب عمل حبط ہو گئے جو خانۂ کعبہ سے مسلمانوں کو جدا کرنے میں اُن سے سرزد ہوئے (۹/۱۷) ان سطور میں میں نے ان آیات کا حوالہ دیدیا ہے جنمیں کفر یا نفاق کا ذکر تھا۔ اور ساتھ ہی ان اعمال کا بھی اشارہ تھا۔ جو اس وقت بھی اکارت ہوئے۔ اور آج بھی اکارت ہونگے۔ یعنے ایسا ہر عمل جو دین حقّہ کی مخالفت میں ہو لیکن یہ آیات کوئی ایسا اصول تجویز نہیں کرتیں۔ کہ ایک غیر مسلم یا کافر کوئی بھی نعل کرے۔ وہ سب کا سب اس لیئے اکارت ہے۔ کہ اس نے کلمہ محمدؐ نہیں پڑھا۔ یا وہ اُن امور کو تسلیم نہیں کرتا جنکو مفکرین جزو ایمان سمجھ رہے ہیں +

ان آیات کے علاوہ دو تین اور آیتیں بھی ہیں جنمیں حبط اعمال کا ذکر ہے مثلاً سورہ کہف (۱۸/۱۰۵) میں ان لوگوں کا ذکر ہے جنکی نگاہ اسی دنیا پر لگی ہوئی ہے۔ اور انہیں کبھی خیال نہیں آتا کہ ایک دن خدا کی جناب میں بھی حاضر ہونا پڑیگا۔ ان لوگوں کی کوششیں بھی آخر اکارت ہونگی لیکن یہ فتویٰ تو آج ہم پر بھی عائد ہو رہا ہے ہم بھی عبدالدنیا ہو کر خدا سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ اس قسم کے ارشادات قرآنی کسی ہی یا کسی کفر و ایمان کے متعلق نہیں بلکہ یہ تو بعض اکارت ہونیوالے کاموں کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ کام ہمارے ہوں یا کسی غیر مسلم کے۔ اور آج تو یہ آیات زیادہ تر ہم پر ہی صادق آتی ہیں +

ہمارے اوراد و اشغال

حمد ۔ تسبیح ۔ تکبیر ۔ استغفار

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

قرآن کریم نے مختلف مواقع پر ہمیں مذکورہ بالا اوراد کی طرف متوجہ کیا فسبح بحمد ربك واستغفرہ جیسے مختصر سے مقدس جملہ میں تسبیح حمد اور استغفار تینوں کا حکم آگیا ۔ اسی طرح قرآن نے مختلف مقامات پر ہمیں کہا ۔ کہ صبح و شام حمد و تسبیح کیا کرو[۲] ۔ فکبرہ تکبیرا[۳] کا بھی ارشاد ہوا ۔ خوشی کی بات ہے ۔ کہ اس گئے گذرے زمانہ میں لاکھوں کیا کروڑوں مسلمان تسبیح ہاتھ میں لئے ان احکام کو پورا کرتے نظر آتے ہیں ۔ اگر تو ان احکام کا اسلئے ارشاد ہوا ۔ کہ خدائے عزّوجل کے کان ہمارے ان اوراد پر لگے ہوئے ہیں ۔ تو یہ تو ایک مہمل سی بات ہے ۔ نہ تو اس سے خدا کے جلال میں کوئی اضافہ ہوسکتا ہے نہ اُس ذوالجلال والاکرام کو انکی احتیاج ہونی چاہئیے ۔ وہ تو ان باتوں سے بے نیاز ہیں ۔ ان اللہ غنیٌ عن العالمین اُن کی شان ہے ۔ اور اگر ان فقرات کو دُہرانے سے اہل ورد کو کچھ فائدہ حاصل ہوسکتا ہے ۔ تو وہ نظر نہیں آتا ۔ قرآن کریم یہ بھی فرماتا ہے ۔ کہ پچھلے پہر کا استغفار عذاب کے مقابل ہدف ہو جاتا ہے ۔ بلکہ ایک مقام پر تو یہانتک فرمادیا ۔ کہ ایک ظالم قوم پر بھی عذاب آتے آتے اسلئے ٹل جایا کرتا ہے ۔ کہ اُسکے چند افراد صبح اُٹھکر استغفار کرتے ہیں[۴] ۔ خدا کا وعدہ تو سچا ہی ہونا چاہئیے ۔ لیکن اس کے آثار بھی نظر نہیں آتے ہم میں کوئی نہ کوئی تو صبح اُٹھ کر برابر استغفار کرتے ہونگے ۔ پھر بھی ہر نیا سال جو

---

[۱] اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور استغفار (سورہ نصر) [۲] وسبحوہ بکرۃ و اصیلا صبح و شام خدا کی تسبیح کیا کرو (۳۳/۴۱ ۔ ۴۸ ۔ ۷۶/۲۵ ، ۳ ، ۱۷/۱۱۱ ، ۷۴ ، ۳۱/۱۱ ، ۵ ، ۸/۳۳) [۳] ۳/۱۹۲ +

آتا ہے ۔ وہ ایک نیا ہی عذاب ہمارے لئے لاتا ہے ۔ فجر کی نماز کے بعد قرآنی ارشاد کے ماتحت سبحان اللہ وبحمدہ کی تسبیحیں پھیرتے ہوئے لاکھوں ہی مسلمان دکھائی دیتے ہیں ۔ لیکن اس ورد سے بھی وہ انعام ملتے نظر نہیں آتے جو حسب وعدہ قرآن ملنے چاہئیں ۔ آخر یہ اُلٹی گنگا ہمارے ہی باغ میں کیوں بہ رہی ہے ۔ خدا کے وعدے تو بدل نہیں سکتے ۔ لیکن جو حال ہمارا ہو رہا ہے ۔ وہ تو کچھ اور کہتا ہے یوں تو جو مذہب آیا ارزل کو ارفع کرنے آیا ۔ ظلمت زدہ قوموں کو روشنی میں لایا کسی نبی یا ہادی کی زندگی کو دیکھ لو ۔ وہ جہاں آئے اپنی ادنےٰ قوم کو علو تک پہنچا گئے ۔ اسرائیلیوں میں جناب موسےٰؑ ۔ داؤدؑ ۔ سلیمانؑ ۔ ہند میں بدھ کرشنا ۔ رامچندر ۔ چین میں کنفیوشس ۔ ایران میں جناب زرتشت الغرض جہاں کوئی ہادی آیا قوم کو ذلت و مسکنت سے نکال کر عزت و رفعت کے مقام تک لیگیا ۔ ہمارے اسلاف بھی جناب ختمیت مآبؐ کی بعثت پر قعرِ ذلت میں ہی تھے ۔ ہمکو بھی عُلو تک پہنچنے کا وعدہ دیا گیا ۔ اور وہ وعدہ جتنی جلدی اور جس شان سے پُورا ہُوا اُسکی بھی نظیر دُنیا میں نہیں ۔ اس وعدے کے پُورا ہونے کی ایک بہت بڑی شرط لازم قرآن کریم نے نماز رکھی ہے ۔ اور اس نماز میں بھی حمد ۔ تسبیح تکبیر ہی اجزائے اعظم ہے ۔ نمازیں بھی بڑھ جاتی ہیں ۔ اور اس کے ضمن میں حمد ۔ تکبیر اور تسبیح بھی آجاتی ہے ۔ لیکن جس طرف ہم جا رہے ہیں ۔ وہ تو مقام عُلو نہیں ۔ وہ تو ذلت و مسکنت ہے ۔ جو مغضُوب قوموں کا حصہ ہوتا ہے ۔ نہ کہ انعمت علیھم کا ۔ اس رفتارِ معکوس کا سبب دریافت کر لینا تو مشکل امر نہیں ۔ کیونکہ تاریخ نے ہر قوم و ملت میں ایک ہی قسم کے واقعات دوہرائے ہیں ۔ ترقی ہو یا تنزل ۔ دونو باتیں ایک ہی قسم کے اسباب سے پیدا ہوا کرتی ہیں ۔ جب کوئی قوم حقیقت سے دُور ہو کر ظاہر پرست ہو جاتی ہے ۔ اور معنی کو چھوڑ کر لفظوں کے آگے گردن

فٹ نوٹ (۱) ۲/۱ (۲) ۱۳۲/۲ (۳) ۲/۱ +

جھکاتی ہے۔ ایمانیات کو الفاظ کی تکرار تک محدود کر کے اُن کو اعمالِ حسنہ میں متشکل نہیں کرتی۔ تو وہ مقامِ ترقی سے تنزل کی طرف رجعت کر لیتی ہے۔ بُدھ کے ظہور پر ہنود کا۔ مسیح کے ظہور پر یہودیوں کا۔ اور بعثت نبیؐ پر دُنیا کے ہر مذہب و مِلّت والے ہدفِ ذلّت تھے۔ سب کے سب الفاظ پرست تھے۔ ہر جگہ عبادت کے معنے بعض حرکات و سکنات مخصوصہ کا دُہرا لینا سمجھ لیا گیا تھا۔ دیگر مذہبی مطالبات کے پورا کرنے کو چند رسمیاتِ مکروہ کے ادا کرنے سے وابستہ کر دیا گیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہی ہُوا کہ وہ قومیں تباہ ہو گئیں۔ آج ہماری بھی یہی حالت ہے۔ ہم بھی شعائر ملّیہ کے حقیقی مفہوم سے بہت دُور چلے گئے ہیں۔ عبادت کے تو حقیقی معنے معبود کے احکام کی بجا آوری تھی۔ اسی طرح رکوع و سجود سے مُراد تو ربّ العالمین کی مشیّت (جس سے مُرادان کے مُرتّبہ قوانین ہیں) کے آگے جھکنا اور اس پر اپنی گردن کو رکھ دینا تھا خود لفظ سجدہ و رکوع کے معنی بھی یہی ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم زمین و آسمانؔ کی چیزوں کو ساجدین میں داخل کرتا ہے۔ تو کیا چاند سورج۔ درخت۔ پہاڑ ہماری طرح اپنے سر کو زمین پر رگڑتے ہیں۔ لیکن پہاڑ اور درخت تو سر بسجود نظر نہیں آتے۔ چاند۔ سورج بیشک خُدا کی مقرر کردہ راہوں پر نہایت انقیاد کے ساتھ چل رہے ہیں۔ لیکن نہ معلوم وہ کونسا ان کا سر اور وہ کونسی زمین ہے۔ جس پر وہ اپنے سر کو سجدے کے لئے رکھتے ہیں۔ اب اگر سجدہ سے مراد احکام الٰہی پر کامل انقیاد کے ساتھ چلنا ہے۔ جیسا کہ خود قرآنؔ فرماتا ہے تو پھر ہمارا رکوع میں خمیدہ ہو جانا یا سجدہ میں پیشانی کو زمین پر دھر دینا سجود و رکوع کی حقیقت کو پورا نہیں کرسکتا۔ ہم آج ایام مسیح کے یہودیوں کی یا اہل ہنود کی طرح لفظ یا رسم پرستی میں پڑ کر حقیقت سے بہت دور چلے گئے

قٹ نوٹ ۱ فاستقم کما امرت ۲ ۵۵/۵ ۳ ۳۶/۴۰ ۴ ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعاً وکرھاً (سورہ بقرہ) +

ہیں۔ کیا انقلاب ہے کہ غیر قوموں نے تو ہم سے مذہب کی حقیقت سمجھی۔ وہ میدان عمل میں آکر عزت و شوکت کے وارث بن گئے۔ اور ہم نے بالمقابل ان کی رسم پرستی کو لے کر ذلت کی طرف قدم اُٹھائے +

مذہب بیشک مناسک کے بغیر نہیں چل سکتا۔ لیکن قرآن کریم نے تو اُن مناسک کو مذہب کی غرض و غایت نہیں بلکہ حقیقی اغراض ملیہ کے حصول کا ذریعہ بتایا۔ اور اس معاملہ میں زبان عربی نے جس طرح حقیقت کی تبیین کی اس سے دیگر مذاہب کی زبانیں قاصر رہیں۔ حمد کے معنے نہ صرف خدا کی طرف ہر ایک بہتر صفت کو منسوب کرنے کے ہیں۔ بلکہ حمد سے مُراد تو انہیں صفات سے خود متصف ہونے کی توفیق مانگنا بھی ہے۔ بالفاظ دیگر ایک مسلم کا حمد کہنا اخلاق خداوندی سے متخلق ہونے کی طرف قدم اول اُٹھانا ہے۔ تسبیح سے نہ صرف خُدا تعالیٰ کو ہی نقائص یا شرور سے مُنزہ بیان کرنا مقصود ہے۔ بلکہ انہی عیوب سے خود پاک ہونے کی استدعا بھی کرنا ہے۔ تکبیر سے مُراد اگر صرف خُدا کی کبریائی بیان کرنا ہے۔ تو قرآن کریم خود اُسے کبیر کہتا ہے۔ لہٰذا ہمارا اعتراف کبریائی ایک تحصیل حاصل ہے۔ ہمیں تو تکبیر کہنے کا اس لئے حکم ہوا ہے۔ کہ ہم بھی اعمال خُداوندی کی پیروی کرکے احاطۂ انسانیت میں منزل عُلو و کبریائی تک پہنچ جائیں۔ اور یہ کوئی مستبعد نہیں۔ کیونکہ جس ذات پاک کا انسان خلیفہ علی الارض ہے۔ اُسکی شان میں علواً کبیراً آیا ہے۔ وہی شخص حقیقی معنوں میں کسی کا نائب ہو سکتا ہے۔ جسمیں مناب کا رنگ آجاوے۔ اگر زمین پر نیابت آلٰہی انسان کے حصے میں آئی ہے۔ تو اُس کا وارث وہی ہوگا جو زمین پر کبیر و عالی ہو۔

استغفار کے معنی بھی اسی قسم کی حقیقت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ استغفار بھی عُلو و کبیریائی تک پہنچنے کا پہلا قدم ہے۔ استغفار کے معنے غفران آلٰہی یا خُدا سے مُغفرت طلب کرنے کے ہیں۔ بات یہ ہے کہ انسان کی طبیعت میں حیوانی اور

فٹ نوٹ ۔ ۲۲/۳۵ ۔ ۲ ۔ ۲۲/۶۶ ۔ ۳ ۔ ۴ ۔ ۲۱/۲۹ +

ملکوتی دونوں قسم کے جذبات ہیں - جو ایک دوسرے کے متناقض واقع ہوئے ہیں۔ جب تک یہ حیوانی میلان دب نہ جائیں - تب تک ملکوتی صفات روبراہ نہیں ہو سکتے - غفر کے معنے دبا دینا بھی ہے - استغفار میں خدا تعالیٰ سے انہیں جذبات ردیہ کے دبا دیئے جانے کی طلب ہے - ہم غافر الذنب سے اسبات کے خواستگار ہوتے ہیں - کہ وہ ہمارے ان حیوانی میلانوں کو دبا دے - خود لفظ ذنب کے معنے بھی بُرے میلان کے ہیں - اسموقع پر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے - کہ قرآن کریم نے اجابت دُعا کی پہلی شرط یہ رکھی ہے - کہ جس امر کے لئے کوئی ربانی استعانت کا طالب ہو - اولاً اس کے حصول کے ذرائع خود تلاش کرے - اور خود ان پر قدمزن ہو - بعد میں اپنی کوشش کی تکمیل کے لئے خدا کے آگے ہاتھ اُٹھائے [1] - السعی منی والا تمام من اللہ کے یہی معنی ہیں - لہٰذا استغفار کرنا اسی وقت صحیح ہوگا - جب ہم اپنی فطرت کا خود مطالعہ کریں - اپنے بُرے میلانوں کا احتساب کریں - قرآن کریم میں ان راہوں کی تلاش کریں جن سے جذبات ردیہ اعمال حسنہ میں متبدل ہو جاتے ہیں - پھر اُن راہوں پر چلنے کے عازم ہو کر اللہ تعالیٰ سے ثابت قدمی کی توفیق مانگیں - یہ باتیں کوئی انسانی نظریہ نہیں - بلکہ ان حقائق پر قرآن نے خود روشنی ڈالی ہے - اُسی کتاب حکیم نے منازل عالی پر پہنچنے کے لئے دستور العمل بھی خود ہی تجویز کر دیئے ہیں مثلاً سب سے اوّل خدا کی کتاب نے حکم دیا کہ پچھلی رات [2] اُٹھ کر ایک مسلم قرآن کریم کو ترتیل [3] سے پڑھے اور اسمیں سے ذنوب سے بچنے اور مقام علو تک پہنچنے کے راستے تلاش کرے - پھر جب وقت سحر ہو تو ان ذنوب کے دب جانے کے لئے استغفار کرے - جو اسکی ترقی میں حارج ہوتے ہیں - اس استعانت ربانی کے بعد تسبیح وحمد صبح وشام کرے یعنی اُن راہوں پر جتنے الوسع قدمزن ہو جو اس کے نفس کو دبا دیں - اور اسمیں وہ تمام صفات حسنہ جمع کر دیں جن سے وہ خدا کا

نمبر ۱ - ایاک نعبد وایاک نستعین [2] ۱۷/۱۸ [3] سورہ مزمل ۵۱/۱۸ +

مظہر بن جائے۔ اگر خدا تعالےٰ نے ان قرآن الفجر کان مشہودا کہا تو اسکی بھی غرض یہی ہے۔ کہ ہم قرآن کے مطالعہ اور اس پر تدبر کیلئے وہ وقت انتخاب کریں جب ہم دنیوی خرخشوں سے آزاد ہوں۔ جب خاص اثرات ہماری یکسوئی کو پراگندہ نہ کریں۔ اسی طرح استغفار بھی چند لفظوں کی تکرار پر ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ ہمیں قرآن کی روشنی میں اپنے ایک ایک ذنب (اور جذبہ حیوانیہ) پر غور کرتا اور اس کو غافر الذنب کے سامنے پیش کر کے ان کے قلع و قمع کی درخواست کرنا ہے یہاں تک تو عیوب نفس کے دفعیہ اور حسنات کے حصول کا نظری رنگ تھا۔ اس کے بعد دن چڑھنے پر عملی رنگ شروع ہوتا ہے یعنی ہمیں ان کاموں میں لگجانا ہے۔ جن کے ذریعے ہم شرور سے بچ جائیں اور خیرات سے متمتع ہوں۔ خدا کی تسبیح اور خدا کی حمد کا یہی عملی رنگ ہے یہی انداز ہماری تکبیر کا ہونا چاہئے یعنے قرآن کی ہدایت تلے ہم وہ باتیں کریں۔ جو ہم میں علو پیدا کر دیں حقیقی تکبیر یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی کبریائی ہماری ذات سے ظاہر ہو +

آج ہماری حمد ہماری تسبیح ہماری تکبیر اور ہمارا استغفار سبحہ شماری پر آرہا ہے۔ یہ بات ہندو۔ جہود۔ کیتھلک عیسائی سب کے سب کرتے ہیں اسی کا نام لفظ پرستی ہے۔ اسی کے معنے حقیقت سے اجنبیت ہے لیکن یہی ہمارے ورد و وظیفے ہیں۔ یہی ہمارے مقدس اشغال سمجھے جاتے ہیں۔ کاش کسی لغت کو اٹھا کر ہم ان لفظوں کے معنے ہی دیکھ لیتے۔ تو اس مذہبی تمسخر سے نجات پا لیتے۔ شغل اور وظیفہ کے معنے تو کام اور فعل کے ہیں نہ لفظی تکرار کے شغل یا وظیفہ تو وہ اعمال ہیں۔ جو ہمیں سارے دن کیلئے مصروف کر دیں۔ اور جن کا نتیجہ دینی دنیوی فلاح و بہبودی ہو۔ مثلاً کسی کی وجہ معاش اس کا وظیفہ یا شغل ہوتا ہے۔ لفظ ورد کی لغوی حقیقت بھی اسی امر کا اشارہ کرتی ہے۔ ورد تو ان امور کا ذکر (یاد) ہے جو نجات یا ترقی کی طرف منتج ہوں۔ آج کسی امر مہمہ یا مقصد کے پیش آنے پر

ہم کسی پیر فقیر کی طرف رجوع کر لیتے ہیں۔ اور اس سے کسی ورد وظیفہ کے طالب ہوتے ہیں۔ اور وہ ہمیں چند الفاظ بتا کر دانہ ہائے تسبیح کے پھیرنے کی ہدایت دے دیتا ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ شغل اور وظیفہ کے تو معنے اعمال حسنہ کے تھے۔ اور ورد سے مراد تو اعمال حسنہ کی طرف متوجہ ہونا تھا۔ اور ذکر کے معنی ہی کسی کام کی یاد دہانی تھی۔ پھر وہ شغل وہ کام وہ فعل کدھر گئے +

مسخ شدہ قوم کی ایک نشانی یہ ہوتی ہے۔ کہ اُن کی زبان کے الفاظ بھی اپنے معانی میں مسخ ہو جاتے ہیں۔ کسی لغت کو اُٹھا کر دیکھ لو عمل کے معنی کام کے فعل کے جسم کو حرکت دینے کے۔ اور اُن راہوں پر چلنے کے جن سے کوئی مقصد حاصل ہو جائے۔ لیکن ہمارے قلوب کے مسخ ہونے کا ایک نشان یہ بھی ہے۔ کہ ہمارے ہاں عامل اُسے کہتے ہیں کہ جو کسی امر کے حصول میں کوئی کام نہ کرے۔ بلکہ تسبیح کے دانوں پر چند الفاظ دہرا لے۔ اکثر سُننے میں آیا ہے۔ کہ فلاں بزرگ کے پاس فلاں چیز کا عمل یعنی اُس نے کسی خاص مقدس لفظ نام یا فقرے کو اس کثرت سے پڑھا۔ یا اُس کے اس قدر چلّے ختم کیئے۔ کہ جو ہیں اُس کی زبان پر وہ لفظ آئے اور کام حل ہو گیا۔ اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کی کچھ نہ کچھ اصلیت تو ہے۔ کہ مسلم اولے الباب نے ذکر و فکر پر زور دیا۔ لیکن اُن کے تو انداز ہی اور تھے۔ ان کا طریق عمل تو قرآنی ہدایات تلے تھا۔ الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً وعلی جنوبھم و یتفکرون فی خلق السموات والارض (آل عمران) یہ آیت تو ایک حقیقت عظمےٰ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ جس ذکر و فکر کا اس آیت میں اشارہ ہے۔ وہ تو ہر مشکل کی حل ہے۔ ہر مصیبت کے دفعیہ کی کنجی ہے۔ حقیقت حال یہ ہے۔ کہ صوفیائے کرام نے بعجوائے کلام پاک دُنیا کی کُل چیزوں کو اسمائے الٰہی کا مظہر قرار دیا ہے۔ جو چیز بھی دُنیا میں ہوتی ہے وہ کسی نہ کسی اسم حسنہ کا پرتو یا ظل ہوتی ہے۔ اسلئے حیات کی ایک صوفی کو ضرورت ہوئی وہ سب سے پہلے اس اسم ربانی کی طرف متوجہ ہوتا ہے جس کے ظل میں وہ چیز پیدا ہوئی ہے۔

کے معنے کسی اسم پاک کا ذکر ہے۔ ایسا ہی جب وہ کسی اسم حسنہ کا ذکر کرتا ہے تو صحیفۂ قدرت میں اس اسم پاک کے اظلال کی تلاش بھی کر لیتا ہے۔ اسکی نگاہ میں زمین و آسمان کی چیزیں آجاتی ہیں (و یتفکرون فی خلق السمٰوات والارض) وہ ان چیزوں کی تشخص کرتا ہے جن سے وہ اسم حسنہ کسی خاص چیز کے ظہور کا موجب ہوگی۔ اور اس سے اسکی غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے کاروبار میں ان الٰہی رنگوں کو اپنا ہادی راہ قرار دیدے۔ آج بھی بعض متصوفین ذکر و فکر پر زور دیتے ہیں۔ اس سے مُراد وہی سحر کاری ہے۔ لیکن وہ نہیں سوچتے کہ جو قرآنی آیت اس ذکر و فکر کا حکم دیتی ہے۔ اسمیں تو ذکر کے ساتھ ہی یتفکرون فی خلق السمٰوات والارض بھی آیا ہے قرآن نے اذکروا ذکراً کثیراً کا حکم بیشک فرمایا۔ اور اسی پر فلاح کا مدار رکھا۔ لیکن اس ذکر سے مُراد بھی اپنے کاروبار میں اُن راہوں کو یاد رکھنا ہے۔ جن پر حکومتِ الٰہیہ چل رہی ہے۔ اب ہم خود غور کرلیں کہ ہمارا اذان کا پڑھنا۔ ہماری تسبیح و حمد۔ ہماری تکبیر و استغفار۔ ہمارے ذکر اذکار خدا کی نگاہ میں کیا حقیقت و حیثیت رکھ سکتے ہیں۔ اور یہ اشغال و اوراد کیوں بے ثمر و بیہودہ ہو چکے ہیں۔ کیوں ہماری نمازیں ہمیں معراج تک نہیں لیجاتیں۔ حالانکہ نماز کا نام تو معراج المومنین ہے نماز کا اصلی حصہ تو تسبیح حمد اور تکبیر ہے۔ جس کی غرض یہی ہے۔ کہ ہم ذنوب سے پاک ہو جائیں۔ ہم متجمع صفات حسنہ ہوں۔ ہم اکبر و اعلون ہوں اگر کسی صراط مستقیم کی ہمیں طلب ہے۔ تو اسکی بھی یہی غرض ہے۔ لیکن ہماری نمازیں تو چند حرکات و سکنات اور چند الفاظ کے تکرار پر آچکی ہیں۔ پھر اگر یہ نمازیں حل مشکلات نہ ہوں تو کوئی عجب نہیں۔ اور ان صلوٰۃ میں سے ثمرات مُرتّب نہ ہوتے دیکھ کر اُٹھتی نسل اگر نماز پڑھنی چھوڑ دے تو

اُس کا بھی چنداں

قصور نہیں +

انفاق فی سبیل اللہ

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

یا ایھا الذین امنوا انفقوا مما رزقنکم من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیہ ولا خلۃ ولا شفاعۃ ٭ والکٰفرون ھم الظالمون ٭ ۲/۲۵۴

الشھر الحرام بالشھر الحرام والحرمٰت قصاص ٭ فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدیٰ علیکم واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین ٭ وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین ٭ ۲/۹۴-۹۵

ترجمہ۔ اے (خدا کی باتوں کو) ماننے والو۔ جو ہم نے تمہیں بخشا۔ اسمیں سے (خدا کی راہ میں) خرچ کرو پیشتر ازیں کہ تم پر کوئی ایسا دن آجائے۔ کہ جب تمہارے نہ کوئی تجارت و فدیہ کام آئے۔ نہ کسی کی دوستی نہ سفارش چلے (اور یہ حال نہ ماننے والوں کا ہوتا ہے۔ اور نہ ماننے والے (ان احکام آلٰہیہ کے نہ ماننے سے اپنے آپ پر) ظلم کرتے ہیں +

(اور دشمنی اور عداوت کے معاملات میں) جب کوئی (دشمن) تمہارے مقابل سختی کرے۔ اور حد اعتدال سے بڑھ جاوے۔ تو تم بھی اس کے مقابل ایسا ہی کرو۔ اور (اگر تم کامیاب ہونا چاہتے ہو۔ تو) خدا تعالیٰ کے احکام کو دیکھ کر تقویٰ کرو۔ اور یہ سمجھ لو۔ کہ اللہ متقین کے ساتھ ہوتا ہے (لہٰذا) خدا کی راہ میں خرچ کرو۔ اور خود اپنے ہاتھ سے اپنے آپ پر ہلاکت نہ لاؤ۔ نیکی کے کام کرو۔ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو پسند کرتا ہے +

(اے نبی) ہمارے حکم ماننے والے بندوں کو کہدو۔ کہ وہ نماز پڑھیں۔ اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے کچھ ہماری راہ میں خفیہ اور اعلانیہ اس دن کے آنیسے

پیشتر دیدیں۔ جب کہ نہ فدیہ نہ دوستی کام آسکتی ہے ✣

آیات بالا میں بعض مصائب کا ذکر اور ساتھ ہی اُن کا علاج بھی بتلایا گیا ہے۔ ان آیات کے مخاطب مُسلم ہیں۔ انہیں ایک ایسے مصیبت افزا وقت سے ڈرایا گیا ہے۔ جب کسی قسم کا فدیہ۔ سفارش یا مدد کام نہ آئے۔ جب ایک ایک کا ساتھ نہ دے۔ اور روپیہ پیسہ بھی بیسُود ثابت ہو۔ پھر آہستہ آہستہ وہ وقت بھی آجاوے۔ کہ جب کوئی اُمّت یا قوم من حیث القوم ہلاکت کے مُنہ میں جاکر بیعزّت اور بے نشان ہو جائے۔ اس قسم کا ادبار دُنیا کی مختلف قوموں پر آیا۔ لیکن جس قوم کے مُعذّب و مغضُوب ہونے کا ذکر خاصکر قرآن کریم نے کیا ہے۔ اور جن کو فرقان حمید نے ایسے ہی لفظوں میں ڈرایا۔ وہ بنی اسرائیل تھے۔ اُنھیں بھی یہی کہا گیا۔ کہ اگر تم اصلاح حال نہ کرو گے۔ تو تُم پر بھی ایک وقت آنیوالا ہے۔ جب تم ہر جگہ ذلیل و خوار ہو جاؤ گے۔ تم ایک وطن سے دوسرے وطن نکالے جاؤ گے۔ تم کس مپرسی کے عالم میں ہو جاؤ گے۔ روپیہ پیسہ دوستی یا سفارش تمہارے کام نہ آئیں گے۔ قرآن کریم کے الفاظ انذار جو بنی اسرائیل کے لئے ہیں۔ وہی قریب قریب ہم مسلمانوں کے لئے بھی ہیں۔ اور اگر وہ الفاظ بنی اسرائیل کے متعلّق اسی دُنیا میں پورے ہو چکے ہیں۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ ہم بھی ان ہی اپنی غفلتوں سے وہی روزبد نہ دیکھیں۔ یُورپ کی تاریخ کہتی ہے۔ کہ اسرائیلیوں کے متعلق قرآنی الفاظ لفظاً لفظاً پُورے ہوئے نہ کہیں اُن کی سلطنت ہے۔ نہ کہیں انہیں امن نصیب ہُوا۔ وہ جہاں گئے عذاب میں رہے۔ رُوس۔ جرمن۔ فرانس۔ انگلستان۔ الغرض مغرب کے ہر شہر و مُلک میں وہ آباد ہوئے۔ اُنھوں نے روپیہ بھی جمع کیا۔ دوستیاں بھی پیدا کرلیں۔ لیکن ہر پچاس سو سال کے بعد وہ بیک بینی و دوگوش اپنے مسکن سے نکالے گئے۔ آج وہ دن تو ہم پر نہیں آیا لیکن اُس روزبد کی تمہید شروع ہو چکی ہے۔ خود اسی مُلک ہند میں دیکھ لو۔ کہ حکومت

توخیر۔ زمین بھی ہمارے قبضہ سے نکلتی جاتی ہے۔ ایک یُو۔ پی کے علاقہ میں
جہاں ۲/۳ اراضی کے مالک مسلمان تھے۔ آج ۱/۴ سے بھی کم کے مالک مسلمان رہ گئے
ہیں۔ یہی حالت قریب قریب ہندوستان کے اور صُوبوں کی ہے۔ اس کے
علاوہ ہماری وجاہت و اقتدار میں اس قدر فرق آگیا ہے۔ کہ ہماری آواز میں
کوئی وقعت نہیں۔ اور اگر ہم نے اصلاح نہ کی۔ تو عنقریب وہ دن آنیوالا ہے جب
گورنمنٹ تک بھی ہماری شنوائی نہ رہیگی۔ اندور میں تو عذاب جھُود کا سا
نقشہ شروع بھی ہوگیا ہے۔ وہاں سے ذلّت وخواری کے ساتھ مسلمان
نکالے جارہے ہیں۔ اور یہ امر یاد رہے کہ جو مصیبت بھی کسی پر آتی ہے وہ
خدا کی طرف سے نہیں آتی۔ وہ مصیبت زدہ کے اپنے ہی اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے،
اگر ہم ذلّت و تکالیف کا شکار ہو رہے ہیں۔ تو یہ سب کچھ ہماری ہی کرتوت کا نتیجہ ہے۔
یہُودیوں کے علاوہ دُنیا میں ایک اور قوم بھی ہے۔ جس نے صدیوں
ذلّت کو دیکھا۔ عربی زبان میں ذلّت کے معنی محکُومیت کے ہیں۔ یہ ہمارے
برادرانِ وطن کی قوم ہے۔ وہ بھی صدیوں سے غیروں کی ہی محکُوم رہی۔ عجیب بات ہے
کہ گذشتہ سو۔ ڈیڑھ سو سال سے تو جھُود اور گذشتہ پچاس سال سے ہنود ان منازل
میں داخل ہوتے نظر آتے ہیں۔ جس کا نام حیاتِ طیّبہ ہو سکتا ہے۔ اور ہم ان کے
قائمقام ہو رہے ہیں۔ مزید براں مصلحتِ ربّی اِنہی قوموں کو ایک حد تک ہم پر
مسلّط کررہی ہے۔ فلسطین میں گورنر اگر یہُودی ہے۔ تو بے خانماں یہود اکنافِ
عالم سے واپس آکر فلسطین میں ہماری ہی زمینوں کے مالک ہو رہے ہیں۔ ہندوستان
میں اہلِ ہنُود کے سامنے ہندو راج آرہا ہے۔ اور اس راج کے خواب دیکھنے والوں
نے ہماری ہلاکت میں اپنی کامیابی دیکھی ہے۔ اگر واقعات کی رفتار چنداں
ایسی رہی۔ تو خود اس ہندوستان میں وہ دن آنیوالا ہے۔ جس کی خبر (ان یاتی
یوم لا بیع فیہ ولا خلتہ ولا شفاعتہ ۲/۲۵۵) یعنی جس دن کوئی دوست یار
روپیہ پیسہ کام نہ آئیگا۔ اور اگر ہم سے دشمن کی جارحانہ پیشقدمی کا مقابلہ

نہ کیا گیا تو قرآن نے اس موقع پر ہمیں ہلاکت سے ڈرایا ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں۔ کہ ہم ہندوستان سے مٹ جائیں گے۔ ہم یہاں رہیں گے۔ لیکن من حیث القوم ہماری کوئی ہستی نہ ہوگی۔ ہم ذلت کا مجسمہ ہونگے۔ چنانچہ برادرانِ وطن کے بھی ارادے ہیں۔ کہ وہ ہمیں یہاں سے اسپین کی طرح نکالنا چاہتے ہیں۔ اور اگر ہم اُن کی رفتار اور اپنے جمود کو دیکھیں تو یہ امر کوئی مستبعد بھی نہیں۔ اور اگر قرآن کریم نے ہمیں اس روز بد سے ڈرایا ہے تو اسکی روک تھام کو بھی بتلایا ہے۔ ہر سہ مندرجہ بالا آیات میں ایک ہی علاج تجویز کیا ہے۔ ایک میں مما رزقنٰکم دوسری جگہ انفقوا فی سبیل اللہ تیسری جگہ ینفقوا مما رزقناھم کہا گیا ہے یعنی روز بد یا ہلاکت سے بچنے کا ایک بھاری علاج الفاق فی سبیل اللہ ہے۔ اور جہاں تک میں نے قرآن کریم میں غور کیا ہے صلوٰۃ کے بعد دو بڑی باتیں مردہ قوم کو زندہ کرکے اسکی تمکنت و عزت دنیا میں قائم کردیتی ہیں۔ وہ ایک تو اتحاد قومی اور دوسرا الفاق فی سبیل اللہ ہے۔

یوں تو ہر مسلمان کا ان احکاماتِ قرآن پر ایمان ہونا چاہئے۔ لیکن ہمارا طرزِ عمل بتلاتا ہے۔ کہ ہم ان آیات کو دل سے نہیں مانتے۔ موجودہ اور آئندہ آنیوالی مشکلات کا احساس تو ہر ایک کو ہے۔ اور اس وقت کی ہندو منہ زوریاں اور اُن کے مقابل ہماری کمزوری ہماری قومی ہلاکت اور اجتماعی معدومیت کی پیشگوئی جلی الفاظ میں کررہی ہے۔ مگر اس احساس پر ہمارے مصائب کا علاج جو ہمارے سیاسی یا قومی معالج تجویز فرماتے ہیں اس کا نسخہ قرآن یا حدیث سے نہیں لیا گیا۔ بلکہ مغرب کی سیاسی قرابادین سے لیا جارہا ہے۔ اس امر میں ہمارے رہنما ایک حد تک حق بجانب بھی ہیں

الناس علیٰ دین ملوکھم

بھی ایک حقیقت ہے۔ بالمقابل ہم قرآن سے بہت حد تک غیر مانوس ہوچکے ہیں اس سلسلہ پر کہ الفاق فی سبیل اللہ سے کیا مراد ہے۔ یہ کسطرح ہدف مصائب ہوجاتا ہے۔ کسی لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہیں ہمارے سامنے دو قومیں صدیوں سے نشانہ ذلت رہیں یعنی ہنود و یہود۔ اور آخر الذکر قوم تو مصیبت اور

نکبت کا کامل مجسمہ بن چکی ہے۔ وہی دو قومیں آج ذلت و مسکینی کے کپڑے اُتار کے
عزت و شوکت کا لباس پہن رہی ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر اگر ہندوستان یورپین
ممالک اور خصوصاً انگلستان میں سلطنت کا ایک حصہ دار بن چکا ہے۔ تو یہاں
بھی برٹش گورنمنٹ کے ہاتھ۔ کان اور آنکھیں اہل ہنود ہی ہو رہے ہیں
جب واقعات کی یہ صورت ہے۔ تو کیوں ہم ان حالات پر غور نہ کریں۔ جن سے
یہ دو قومیں ذلت سے نکلتی اور عزت کو پاتی نظر آتی ہیں۔ یہ مطالعہ بھی ہمیں
یہی کہتا ہے۔ کہ جمود اور ہنود کی اصلاح حال میں زیادہ تر قرآن کے ہی بتلائے
ہوئے دو گُر کام کرتے نظر آتے ہیں۔ یعنی اتحاد و اتفاق۔ آجکل کا ہندو سنگھٹن
اور اس کیلئے ہندو روپے کا اکٹھا ہو جانا۔ اس کے مقابل ان دونوں امور میں
ہمارا جمود یہی کہہ رہا ہے۔ کہ اگر اس وقت عزت و ذلت نے اپنے اپنے مکان بدل لئے
ہیں۔ تو اس لئے کہ ہندو اپنی مصیبت کے دفعیہ میں عامل بالقرآن ہو گئے ہیں
اور ہم کفار کی روش اختیار کر رہے ہیں +

اسلام سے پہلے بھی ہر مذہب و ملت نے خیرات و صدقات کو
ایک بہترین نیکی سمجھا۔ ہر ایک قوم دان پُن کرتی رہی۔ لیکن اسلام سے پہلے
خیرات کی غرض و غایت اصلی سے زمانہ ناآشنا تھا۔ اس لئے اس کی تنظیم و
تقسیم میں ایسا ہی مستحق خیرات کی تعیین میں زمانہ غلطی کرتا رہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا
کہ خیرات کی جو اصلی غرض تھی۔ وہ مفقود ہوتی رہی۔ لوگ یہی سمجھتے رہے۔ کہ
خیرات خدا کی خوشنودی کا ایک صحیح راستہ ہے۔ جس کا ظہور بعد الموت میں
ہو گا۔ بالفاظ دیگر خیرات و زکوٰۃ کے ثمرات کو آنیوالی زندگی کے ساتھ وابستہ
کر دیا گیا۔ اور بدقسمتی تو یہ ہے۔ کہ ہم نے بھی یہی سمجھا۔ گو قرآن حکیم کچھ اور کہتا رہا
لہٰذا جوں جوں حیات مابعد پر ایمان کمزور ہوتا گیا۔ زکوٰۃ و خیرات میں بھی کمی
ہوتی گئی۔ اور جہاں خیرات دی بھی گئی۔ خواہ وہ کسی ملت میں ہو۔ اس کا زیادہ حصہ
غیر مستحقین کے عیش و عشرت میں خرچ ہو گیا +

قرآن نے نازل ہوتے ہی خیرات و زکوٰۃ کا نظریہ بدل دیا۔ قرآن حکیم نے اسکے ثمرات کو نہ صرف عقبے سے بلکہ اس دنیا سے بھی وابستہ کردیا۔ قرآن نے اگر انفاق فی سبیل اللہ کو اس دنیا کی فلاح کا بھی ذریعہ بتلایا (۲/۱-۴)

الٓمٓ ۝ ذٰلک الکتٰب لا ریب فیہ ھدًی للمتقین ۝ الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون ۝ والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاٰخرۃ ھم یوقنون -

تو یہ بھی فرمایا یہی کسی قوم کو قعرِ ہلاکت یا ایام بد کے دیکھنے سے بچا سکتی ہے (۲/۱۹۵ و ۲/۲۰۰)

وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ واحسنوا ۔ ان اللہ یحب المحسنین ۝

فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم او اشد ذکرًا ۔ فمن الناس من یقول ربنا اٰتنا فی الدنیا وما لہ فی الاٰخرۃ من خلاق۔ اگر آیت استخلاف نے اس دنیا کی سلطنت یہاں کی قومی تمکنت اور قومی امن کو ایمان۔ عمل صالح اور اتقا کا انعام ٹھیرایا۔ تو ان تینوں چیزوں کا نشان امتیاز بھی انفاق ہی بتلایا +

انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم اٰیٰتہ زادتھم ایمانًا وعلٰی ربھم یتوکلون (۸/۲)

کما اخرجک ربک من بیتک بالحق وان فریقًا من المومنین لکرھون (۸/۵)

اولٰئک جزاؤھم ان علیھم لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین (۳/۸۶)

والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالک قوامًا (۲۵/۶۷)

الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم والصٰبرین علٰی ما اصابھم والمقیمی الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون (۲۲/۳۵)

والذین استجابوا لربھم واقاموا الصلوٰۃ وامرھم شورٰی بینھم ومما رزقنٰھم ینفقون (۴۲/۳۸)

اسی طرح اعمال کے ذکر میں بہتر سے بہتر عمل خیرات صدقہ کو ہی قرار دیا +

لن تنالوا البر حتّٰی تنفقوا ممّا تحبّون ۃ وما تنفقوا من شیءٍ فان اللہ به علیم + (۳/۹۱)

بلکہ اس کا نام اسی لئے صدقہ رکھا۔ کہ انفاق ہی صداقت ایمان کا حقیقی معیار ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اگر مغفرت آخروی کا حصر انفاق پر رکھا۔ تو یہاں کے مصائب وبلا کے لئے بھی اسی کو ہدف قرار دیا +

واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون + (۳/۱۳۱)

ساتھ ہی اس وسوسہ کا بھی ازالہ کیا۔ کہ کہیں صدقات خسارے یا اہل عیال کی آسائش کی کمی کا موجب نہ ہو جائیں۔ فرمایا انفاق سے کمی تو کیا ہونی ہے

قال رب انّٰی یکون لی غلٰمٌ وقد بلغنی الکبر وامراتی عاقرہ قال کذالك اللہ یفعل ما یشاء + (۳/۳۹)

بلکہ جو کچھ بھی دیا جاتا ہے +

قل ان ربی یبسط الرزق لمن یشاء من عبادہٖ ویقدر لہٗ وما انفقتم من شیءٍ فھو یخلفہ وھو خیر الرازقین + (۳۴/۳۹)

پھر تنبیہہً یہ ارشاد ہُوا۔ کہ اگر ان وساوس سے تم دبے تو یہی بال سے پیچھے تمہاری ہلاکت کا موجب ہو جائیں گے۔ پھر کہیں درخت کی اور کہیں زمین کی مثال دے کر کہا۔ کہ جو خدا ایک دانہ کے صدہا دانے کر دیا کرتا ہے۔ وہی خیرات کا معاوضہ بھی اسی دُنیا میں اسی پیمانہ پر دیا کرتا ہے +

الغرض صدقات کے ثمرات کو اس دُنیا کے ساتھ بھی وابستہ کر کے اُس کی تقسیم کی وہ راہ بتائی۔ کہ جس سے اہل خیرات میں اجتماعی طاقت اور قومی فلاح پیدا ہو کر اُنہیں وعدہ کردہ انعام کا مالک کر دے +

اس امر کی توضیح سے پہلے میں چند ایسے حقائق قرآنیہ پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں جنہیں قومی حیاۃ و فلاح سے خاص تعلق ہے۔ اولاً یہ سمجھ لینا چاہئے۔ کہ مذہب

اور اس کے ساتھ نصرت الٰہیہ ہمیشہ منتشر افراد کو زندہ قوم بنانے کے لئے آتی ہے۔ ذاتی تعزز یا اقتدار خدا کی جناب میں کوئی بڑی قیمت نہیں رکھتا۔ اس کے مرسل صرف قوم کو ہی ابھارنے اور مردہ قوموں کو زندہ کرنے کیلئے آتے ہیں۔ نبوت مصطفوی بھی کسی قریشی یا ہاشمی کی عزت افزائی کیلئے نہیں آئی۔ بلکہ قومی علو[1] اور قومی غلبہ[2] کے لئے ہی آئی۔ یہ سچ ہے۔ کہ قوم کی عزت مجموعی انفرادی عزت کا ہی نتیجہ ہوتی ہے۔ اور فاستبقوا الخیرات کے عامل ہی قوم کے معزز و ممتاز ممبر ہوتے ہیں۔ لیکن قرآنی احکام کے مخاطب مسلمان بحیثیت قوم ہیں۔ قرآن جماعت کو ہی خطاب کرتا ہے۔ اور خزائن ربی کا مالک بھی قوم کو ہی ٹھیراتا ہے۔ کیا آج ہم میں فرداً فرداً صاحب ثروت و عزت نہیں۔ لیکن اس انفرادی عزت کی کوئی قیمت نہ خدا کی نگاہ میں ہے نہ ہمعصر قوموں کی نگاہ میں۔ کیونکہ من حیث القوم ہم اب معدومیت کے قریب ہوتے جاتے ہیں۔ الغرض قرآن کا تعلق خاص کر قوم سے ہے۔ لیکن اسی قرآن نے یہ بھی فرمایا ہے۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم یعنی قوم کی حالت بہتر تو ہی ہوگی۔ جب قوم خود کوشش کریگی۔ ان دو اصولوں کے بعد یہ قرار دیا۔ کہ قومی حیات انفاق سے اور قومی موت ہاتھ کے پیچھے کھینچنے سے پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ مقدس الفاظ کیسے ہیبت افزا اور تُند ہیں۔ وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ ۔ دیکھو انفاق فی سبیل اللہ کرو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

اس آیت پر تو ہم سب کا ایمان ہے۔ اور شاید عمل بھی کرتے ہیں۔ لیکن یہ کبھی نہیں سوچا۔ کہ انفاق کس طرح موت کو دور کردے گا۔ آج بھی خیرات و زکوٰۃ میں ہزاروں نہیں لاکھوں اور میں کہتا ہوں کہ ایک سال میں کروڑوں روپیہ مسلمان خرچ کرتے ہیں۔ لیکن ہلاکت تو دن بدن قریب تر ہوتی جاتی ہے۔

[1] انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین [2] لیظھرہ علی الدین کلہ

ان اضدادات کا جواب بھی قرآن میں موجود ہے +

اسمیں شک نہیں۔ کہ کسی قوم کے کُل کے کُل افراد فراخ دست نہیں ہوتے۔ اسمیں مسکین و محتاج بھی ہوتے ہیں۔ جو خیرات قومی کے ہر جگہ مستحق سمجھے گئے ہیں +

چنانچہ قرآن کریم نے بھی فقرا[۱]۔ مساکین۔ مولفتہ القلوب۔ مقروض۔ قیدی۔ مسافر اور ایسا ہی محصلان صدقات کو خیرات و زکوٰۃ کا مستحق ٹھیرایا ہے اور پھر اقربا اور والدین کو سب پر ترجیح دی ہے۔ لیکن ان مستحقین زکوٰۃ کے علاوہ کتاب حکیم نے جسکا بار بار ذکر کیا ہے۔ وہ فی سبیل اللہ ہے۔ اور آیت مندرجہ حاشیہ[۱] میں مستحقین زکوٰۃ کا ذکر کر کے سبیل اللہ کو صدقات کے خرچ کی ہر آٹھویں مد قرار دینا صاف تبلایا ہے۔ کہ انفاق فی سبیل اللہ کو افراد سے نہیں بلکہ کُل کی کُل قوم سے تعلق ہے سبیل اللہ سے مُراد وہ راستے ہیں۔ جن سے کُل کی کُل قوم کو فائدہ پہنچے۔ یہی وہ انفاق ہے جس کا نام خدا تعالےٰ نے قرضہ رکھا ہے۔ اور اس قرضہ کا مقروض وہ خود بنا ہے۔ اسی کے لئے رسُول پاک کو حکم ہوتا ہے۔ وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائے۔ حتےٰ کہ جو رسُول سے مشورہ لینے آتا ہے۔ اُسے بھی کچھ نہ کچھ دینا پڑتا ہے +

اسلام کیا آیا۔ ایک قیامت صغرا آئی۔ یعنی قرآن کریم کا نازل کرنے والا ایک مُردہ سے مُردہ[۲] قوم کو زندہ کر کے اُسے اسی دُنیا میں زمین و آسمان کے خزائن بخشنا چاہتا ہے۔ اس کے نزدیک قیصر و کسرےٰ اب خلافت زمین کے نا اہل ٹھیر چکے ہیں اسی لئے اسی مُردہ قوم کو ان کا وارث بنا کر ایران و قسطنطنیہ کے خزائن کی کنجیاں اُن کے حوالے کرنا چاہتا ہے۔ اُس احکم الحاکمین کے فتوے میں قیصر و کسرےٰ کے ممالک ہی نہیں۔ بلکہ زمین کے دوسرے بحری برّی علاقے بھی انسانیت سے بے بہرہ ہو کر ہر جگہ موجب فساد[۳] ہو رہے ہیں۔ ان کی اصلاح کے لئے بھی رب العالمین

---

[۱] انّما الصدقٰت للفقرآء والمسٰکین والعاملین علیها والمولفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین و فی سبیل اللہ وابن السبیل فریضة من اللہ ؕ واللہ علیم حکیم ؕ $\frac{9}{6}$

[۲] اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتها +

اسی بداخلاق سے بداخلاق قوم عرب کو مقرر کرتا ہے۔ الغرض اس وقت دُنیا سے ہر قسم کی خیر و خوبی تو مسٹ چکی تھی۔ لیکن خدا سے برتر اس زمانہ کی ایک بدترین قوم کو دُنیا کی سیادت۔ قیادت۔ حشمت۔ فضیلت حکمت و ثروت کا طغرائے امتیاز عطا فرما کر انہیں دُنیا کا مالک محافظ اور مُعلّم علم و اخلاق بنانا چاہتا ہے +

اس مشیت کا اعلان اُس وقت ہوتا ہے۔ جب عرب ایک بھولی بسری قوم تھی لیکن جس خُدا نے یہ سب کچھ کر دکھایا۔ اسی نے یہ بھی کہہ دیا۔ کہ یہ سب کچھ اسکی ہدایت کے ماتحت اُن ہی کی کوشش کا نتیجہ ہو گا۔ خدا انکی مدد تو کرے گا۔ لیکن وہ پہلے اپنی آپ مدد کریں۔ وہی خدا جو زمین و آسمان کے خزائن کا مالک ہے۔ اور جس کے علم میں کُل دفینے خزینے ہیں۔ وہ اپنے نبی کو مُہمات پیش آمدہ کے لئے دفینوں کا پتہ نہیں بتلاتا۔ بلکہ اُسے کہتا ہے۔ کہ وہ مسلمانوں کے سامنے دستِ سوال پھیلائے۔ مثلاً آپؐ کی نبوت پر ابھی دو تین سال ہی گذرے ہیں۔ اور آپؐ کے چاروں طرف مشکلات ہی مشکلات ہیں۔ جیسے سُورۃ مُزمل سے ظاہر ہوتا ہے آپؐ کی پیروی میں ایک دو اصحاب کے سوا کُل کے کُل بے زر اور افلاس زدہ لوگ ہیں۔ لیکن انہی مُفلسوں سے خدا قرض مانگتا ہے۔ خدا تعالےٰ نے خزانے بخشنے کا وعدہ بھی کرتا ہے۔ ایک بے سہارا قوم کو آسمان کی جانب توجہ دلا کر کہتا ہے۔ کہ جو خُدا آسمانوں کو غیر مرئی سہاروں سے سہارا دے رہا ہے وہی خُدا تم بے سہاروں کو نہ نظر آنیوالے اسباب سے سہارا دیگا۔ لیکن اس وعدے کے ساتھ یہ بھی کہتا ہے۔ کہ جو پاس ہے۔ اسمیں سے کچھ دو اور وہ قومی مفاد پر خرچ ہو۔ بہرحال عرب نے حیاتِ طیبہ پا کر یہ امر ثابت کر دیا۔ کہ جو قرضہ خدا کو دیا گیا تھا۔ وہ کئی گنا ہو کر واپس ہوا۔ میں اُوپر لکھ آیا ہوں۔ کہ اسلام کے علاوہ

ہر ایک مذہب و ملت میں خیرات وزکوٰۃ کا حکم ہے لیکن اسلام کے سوا اور کسی مذہب نے خیرات کی تنظیم و تقسیم کے متعلق کوئی خاص قواعد مرتب نہیں کئے ۔ نہ قومی مفاد کے لئے خیرات کو خاص کیا ۔ اس کا لازمی نتیجہ ہر جگہ یہ ہوا ۔ کہ ہر جگہ قومی خیرات پر آہستہ آہستہ ایک خاص جماعت نے قبضہ کر لیا ۔ چونکہ خیرات خوشنودیٔ ربی کا ایک ذریعہ سمجھی گئی ۔ اس لئے اس کا زیادہ حصہ اُس جماعت کو دیا جانا شروع ہوا ۔ جو صدقہ دینے والوں کی نگاہ میں مقربینِ خدا سمجھی جاتی تھی ۔ وہ مذہب کے معلم تھے ۔ اور اُس کے بعد اُن کی اولاد ہی اُن صدقات و خیرات کی وارث سمجھی گئی ۔ اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوا ۔ کہ ہر قوم میں چند ایسے ٹکڑے پیدا ہو گئے ۔ جنہوں نے آہستہ آہستہ قومی مال کو غضب کر کے عیش و عشرت کے نذر کیا ۔ نزولِ قرآن سے پہلے ہر جگہ یہی حال تھا ۔ کہ قرآن نے آکر دُنیا کو اس غلطی سے نکالا ۔ قرآن نے چند قسم کے محتاجوں کو مستحق زکوٰۃ ٹھیرا کر باقی کل کی کُل خیرات کو قومی مفاد کے لئے الگ کر دیا ۔ اور اس قسم کے صدقات کا محصل اپنے رسُول کو مقرر کیا ۔ یہ روپیہ قومی مفاد میں خرچ ہُوا ۔ اور دُنیا نے دیکھ لیا ۔ کہ صحابہ کا یہ دیا ہُوا مال وہ مٹھی بھر دانے بن گیا ۔ جو زمین میں اُگ کر خرمن کے خرمن پیدا کئے کرتے ہیں +

مَیں نے شروع میں ذکر کیا ۔ کہ یہود اور ہنود جو صدیوں سے شکارِ ذلت تھے ۔ وہ اب عزت و فلاح پانے لگ گئے ہیں ۔ اگر اس انقلاب کے وجوہ پر غور کیا جائے ۔ تو ایک بھاری وجہ یہ ہے ۔ کہ ان ہر دو قوموں نے اپنے مصرف خیرات کو چھوڑ کر قرآنی احکام کی پیروی کی ۔ پہلے تو انکی خیرات کا روپیہ زیادہ تر راہبوں ۔ فقیہوں ۔ فریسیوں اور ہندوؤں میں برہمنوں ۔ پانڈوں اور پجاریوں کے نذر ہو رہا تھا ۔ جو اس مفت کے روپیہ سے مالا مال ہو کر نہ صرف خود عیاشی کی زندگی بسر کرتے تھے ۔ بلکہ قومی اخلاق کو بگاڑتے تھے ۔ چونکہ وہ دین کے مطاع و مقتدا ہے تھے ۔ اسلئے آسانی سے دوسروں کو اپنے

رنگ میں رنگین کر دیتے تھے۔ چنانچہ قرآن کریم نے ان کا نقشہ الفاظ ذیل میں دیا ہے
یا ایھا الذین امنوا ان کثیراً من الاحبار والرھبان لیاکلون
اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ والذین یکنزون
الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم +
ترجمہ۔ اے ماننے والو یہ رہبر و احبار لوگوں کا مال باطل طریق پر کھا رہے ہیں
اور اُن کو راہ راست سے روکتے ہیں۔ سونا چاندی جمع کر رہے ہیں۔ اور خدا کی
راہ میں مال نہیں خرچ کرتے۔ ان کیلئے عذاب الیم ہے۔ سُورہ توبہ آیت ۳۴
یہی نقشہ ہندو۔ برہمن اور پانڈو کا تھا۔ آخر یہود نے اس حقیقت
کو دیکھا۔ اپنے احبار و رُہبان کی طرف سے دست خیرات کو روکا۔ اور اپنے
صدقات کو قومی مفاد کے لیے خاص کر دیا۔ قومی مدرسے۔ قومی یتیم خانے۔ قومی مفاد کی
دیگر راہیں پیش نظر ہو گئیں۔ اور قومی خیرات کا روپیہ ان پر خرچ ہونے لگا
رفتہ رفتہ فرداً فرداً ممبران قوم کو نقصان سے بچانے کیلئے خیراتی فنڈ بھی کھولے
گئے۔ جس کا نتیجہ آج یہ ہو رہا ہے۔ کہ دُنیا کی سب سے دولتمند قوم ہی یہودی نہیں
بلکہ جو وقار انہیں گورنمنٹوں میں حاصل ہے۔ وہ بات گورنمنٹ کی اپنی قوم کو بھی
نصیب نہیں۔ گذشتہ پچاس سال سے ہندوؤں کی بھی آنکھ کُھلی۔ اُنہوں نے
پوپوں۔ برہمنوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر کے قومی خیرات کو قومی
مفاد پر خرچ کرنا شروع کیا۔ اور آہستہ آہستہ قوم میں وہ جذبہ پیدا کر دیا کہ جو قوم
زر پرست یا پیسہ کی پیر تھی۔ اور جسمیں سُود خوری کے باعث کوئی خیرات و نیکی
نہ رہی تھی۔ وہی دریا دلی سے اپنے مال کا دروازہ ہر قومی غرض کیلئے کھول دیتی
ہے۔ میں کوئی گذری تاریخ کے واقعات نہیں دُہراتا۔ برادران وطن کی آج
سے پچاس سال پہلے کی حالت اور آج کی حالت دیکھنے والے ہم میں موجود
ہیں۔ وہ خوب غور کر لیں کہ اس انقلاب کی ذمہ وار اگر قومی تحریکات نہیں تو اور
کیا ہیں۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ قومی تحریک روپیہ کو چاہتی ہے۔ وہی روپیہ تو آج سے پہلے

مندروں اور شیو دیوالوں استھانوں کی تعمیر و تزئین میں خرچ ہوتا تھا وہی روپیہ جو ہر دوار میں سر بفلک چوٹیاں بنانے میں خرچ ہوتا تھا۔ وہی روپیہ جو پانڈوں اور چوبوں کو حلوا پوری اور پیڑوں کے کھلانے میں صرف ہوتا تھا وہی روپیہ آج قومی مفاد میں خرچ ہو رہا ہے۔ ہندوستان میں تعداد کے لحاظ سے چھوٹی سے چھوٹی قوم پارسی اور اُنکے بعد سکھ ہیں۔ پارسی تموّل میں سب قوموں سے بڑھ کر ہیں۔ لیکن یہ بھی کوئی چھپا ہوا راز نہیں۔ کہ ان کے اس تموّل و اقتدار کا موجب ان کی انفرادی خیرات ہے۔ جو رہنمایان دین کی خدمت میں نہیں بلکہ قومی مفاد پر خرچ ہوتی ہے۔ اور سکھ سرداروں نے تو حد ہی کر دی۔ انہوں نے نہ صرف اپنے خیرات کے روپیہ کو گذشتہ بیس سال سے نہ صرف اپنی تعلیمگاہوں پر ہی خرچ کیا۔ نہ صرف اس روپیہ سے اپنے مہنتوں کو ہی محروم کیا بلکہ عیش پرست مہنتوں کو کثیر آمدنی والے گوردواروں سے نکال کر اُن کی آمد کو قومی مفاد کی نذر کر دیا +

خدا کی شان۔ کہ جس قوم کو قومی ترقی کا یہ راز بتلایا گیا۔ آج وہی اُس سے عملاً منکر ہے۔ اور اس کا زر خیرات آج سے پچاس سال پہلے کے ہندوؤں اور ڈیڑھ صد برس پہلے کے یہودیوں کی طرح خرچ ہو رہا ہے۔ کیا جو نقشہ قرآن نے احبار و رہبان کا کھینچا ہے۔ وہ آج ہم میں ان لوگوں کا نہیں۔ جو ہمارے خیرات و صدقات کے روپیہ کو نذر و نیاز کے رنگ میں لے لیتے ہیں۔ میں قرآن کے ہی الفاظ میں ان کا نقشہ کھینچتا ہوں۔ وہ لوگوں کا مال کھاتے ہیں اور اُن کو خدا کے رستے سے روکتے ہیں۔ سونے چاندی کے ڈھیر کے ڈھیر جمع کرتے ہیں۔ اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے +

اس آیت میں دو باتیں قابل غور ہیں۔ ایک تو ان قومی مال کے کھانیوالوں کی تعریف میں لکھا ہے۔ کہ اُن کا اس مال کا کھانا باطل ہے حلال روپیہ وہی ہوتا ہے۔ جو کسی کی محنت یا کمائی کا روپیہ ہے۔ اور باطل وہ روپیہ ہے

جو بلا محنت آجائے۔ قابل غور یہ امر ہے کہ نذر و نیاز کا روپیہ کس محنت اور مشقت کا نتیجہ ہے۔ اس آیت سے پہلی آیت میں لکھا ہے۔ کہ اسلام دوسرے مذاہب پر غالب[1] آجائیگا۔ پھر ان حضرات کی شان میں قرآن فرماتا ہے۔ کہ یہ بزرگ سونے چاندی کے ڈھیر تو جمع کرتے ہیں۔ لیکن اُسے فی سبیل اللہ خرچ نہیں کرتے۔ ان دونوں آیات کو بنظرِ غور اگر دیکھا جائے۔ تو یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ جو روپیہ ہم مسلمان چند خاندانوں کی نذر و نیاز میں خرچ کر دیتے ہیں۔ وہ ان راہوں میں خرچ ہونا چاہئے۔ جس سے اسلام دیگر ادیان پر غالب آجائے +

کیا خدا کے کلام میں کوئی ربط ہے یا نہیں۔ کیوں قرآن حکیم غلبہ اسلام کا ذکر کرتے ہی ان جُبّہ و دستار والوں کا ذکر کرتا ہے۔ جو یہودی قوم کا روپیہ لے کر اپنی آسائش میں خرچ کر دیتے تھے۔ جن کے خزانے اس روپیہ سے بھرے رہتے تھے۔ اور جو کوڑی بھر بھی اشاعتِ دین یا اعلاے کلمتہ اللہ یا کسی قومی غرض پر خرچ نہیں کرتے تھے۔ خدا کا ان دو آیات کو اکٹھا کرنا اس طرف اشارہ کر رہا ہے۔ کہ ہم مسلمانوں میں بھی مذہبی رنگ میں ایک ایسی جماعت پیدا ہو جاویگی۔ جن کا لباس تو مذہبی ہو گا۔ لیکن اُنکی جیبیں اور ان کے خزانے اس روپیہ سے معمور ہونگے۔ جو اعلاے کلمتہ اللہ پر خرچ ہونا چاہئے۔ اور جو اس روپیہ پر قابض ہو کر اسمیں سے چھدام بھی خدا کی راہ میں خرچ نہ کریں گے۔ میں نہایت درد دل سے اور نہایت ادب سے اپنی قوم کے مقتدر اصحاب سے پوچھتا ہوں۔ کہ کیا مسلمانوں میں بھی کوئی ایسا گروہ ہے یا نہیں۔ کہ جس کو ہم اس تقدس کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ جیسے یہود اپنے احبار و رہبان کو دیکھتے تھے۔ کیا وہ گروہ بلا تکلیف ہمارے صدقات کا مالک ہو رہا ہے یا نہیں۔ کیا وہی روپیہ جو ہمیں قومی مفاد میں خرچ کرنا تھا۔ آج ان تقدس مآبوں کی نذر ہو رہا ہے یا نہیں۔ اور کیا اُن کی زندگیاں عیش و عشرت میں نہیں گذرتیں۔ اور کیا یہ قوم کے لئے ہوئے روپیہ

[1] ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکین +

میں سے کبھی قومی خدمت میں ایک پیسہ بھی خرچتے ہیں۔ اگر تو اس قسم کا مقدس گروہ ہم میں نہیں۔ تو نے مجھے اس جرأت کیلئے معاف کیا جائے۔ اور اگر ایسا گروہ موجود ہے۔ اور ہمارے قومی صدقات کا یہی حشر ہو رہا ہے۔ تو پھر جس عذاب سے خدائے تعالےٰ کی کتاب ڈرا رہی ہے۔ وہ ہمارے ارد گرد منڈلا رہا ہے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ میری یہ تحریر بعض دلوں کو دکھائیگی۔ لیکن ہماری قومی ہلاکت دن بدن قریب آ رہی ہے۔ اور اس ہلاکت سے بچنے کا علاج قرآن نے انفاق فی سبیل اللہ بتایا ہے انفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔ دیکھ لو اس میں صاف لکھا ہے۔ کہ ہلاکت قومی ہمارے ہاتھ سے آتی ہے۔ اور اس ہلاکت سے بچنے کا طریق انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ اگر تو انفاق سے مراد ان جبّہ و دستار والوں کی خدمت ہے۔ تو یہ خدمت تو صدیوں سے ہو رہی ہے۔ اور ہلاکت بھی دن بدن ادھر آ رہی ہے۔ اور اس کا صاف یہ نتیجہ ہے۔ کہ اس خیرات کا نام انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ اور اگر انفاق فی سبیل اللہ سے مراد روپیہ کو ان راہوں پر صرف کرنا ہے جس سے مسلمانوں کو من حیث القوم فائدہ ہو۔ تو یہ روپیہ سب کا سب ضائع ہو رہا ہے +

میں پھر اس بات پر زور دیتا ہوں۔ کہ کُل کا کُل قرآن پڑھ جاؤ۔ مجھے تو صدقات کے مستحق غربا۔ مساکین۔ مقروض۔ یتیمے۔ قیدی۔ مسافر اقربا۔ والدین کے بعد قومی اغراض ہی نظر آتی ہیں۔ میں اہل خیرات سے پوچھتا ہوں۔ کہ اگر جو کچھ آپ دیتے ہیں۔ وہ خدا کی خوشنودی کے لئے دیتے ہیں۔ تو پھر تمہاری نذر و نیاز جن بزرگوں کے ہاتھوں میں جاتی ہے۔ کیا خدا اور خدا کے رسول نے کہیں ان کا ذکر کیا۔ آنحضرتؐ کے زمانہ میں جب زکوٰۃ اور خیرات کا روپیہ حیثیت نائب کے ہاتھ آتا تھا۔ تو وہ کون گروہ ہے

جیسے خدا یا خدا کا رسُول تو صدقات کا روپیہ دے۔ اور اس کے قائمقام یہ لوگ
ہوں۔ ان تقدس مآبوں کا مقام زیادہ سے زیادہ تو رسُول کی نیابت کا ہی لیکن
سید الکونین نے تو نہ صرف اپنی ذات پر بلکہ اپنی اولاد پر بھی ہر ایک صدقات و
خیرات کو حرام کر دیا۔ تم یہ کہو گے کہ ہم ان بزرگوں کو صدقات و زکوٰۃ نہیں دیتے
بلکہ نذر کے طور پر دیتے ہیں۔ لیکن اگر اس نذر کا طریق کسی حدیث کی بنا
پر ہے۔ تو یہ دیکھنا ہو گا۔ کہ جو نذریں رسول کے پیش ہوتی تھیں۔ اُن کا
استعمال کا کیا تھا۔ آیا وہ نذر کسی ذاتی آسائش پر خرچ ہوتی تھی یا رسُول
کر وہی رسُولی نذریں یا اس کا خمس پھر قوم کے غرباء مساکین اور دیگر قومی
اغراض پر خرچ ہو جاتا تھا۔ اسی لئے تو قرآن نے علمبۂ دین کا
اشارہ کر کے احبار و رہبان کے ذکر میں یہ کر دیا۔ والذین یکنزون
فی الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ یعنی یہ لوگ
روپیہ سونا۔ چاندی جمع کرتے ہیں۔ اور قومی مفاد یا دینی اغراض پر
جسے قرآن فی سبیل اللہ کہتا ہے۔ یہ لوگ روپیہ صرف نہیں کرتے۔
خدا کے لئے غور کرو۔ کہ یہ لوگ جو قومی روپیہ سے اپنے خزانے بھر رہے
ہیں۔ آیا کبھی خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اگر نہیں خرچ کرتے۔ تو پھر یہ رسول
کے قائمقام بنکر قوم سے نذر و نیاز نہیں لے سکتے +

مجھے ان باتوں کے لکھنے کی ضرورت اس لئے پڑی ہے۔ کہ
ہم اس مُلک میں اب چند دن کے مہمان ہیں۔ نہ ہم میں طاقت ہے۔
نہ کوئی عزّت باقی رہی ہے۔ جس ہلاکت قومی سے قرآن نے ڈرایا ہے
وہ ہمارے سامنے ہے۔ اس کا علاج جس طریق سے بھی ہو۔ وہ روپیہ
چاہتا ہے۔ کسی نئی خیرات کی ضرورت نہیں۔ وہی روپیہ جو مسلم گھروں سے
برنگ خیرات نکل رہا ہے۔ اس کے مصرف کو بدل دیا جائے۔ یہ روپیہ
قومی تعلیم پر صرف ہو۔ اس روپیہ سے قوم کو صنعت و حرفت کے قابل کیا جائے۔

اس روپیہ سے قومی تنزل کی فکر کی جاتی۔ اور سب سے بڑھ کر اس روپیہ سے اس مصیبت کا علاج کیا جاوے۔ جو اس وقت ہندوستان میں پیدا ہو گئی ہے۔ یہ مصیبت کوئی چھوٹی سی مصیبت نہیں۔ یاد رکھو گورنمنٹ اور پھر ایک غیر قوم کی گورنمنٹ رعایا کے اسی حصہ کے ساتھ ہوگی جو علم و فضیلت اور دولت و وجاہت کے ذریعہ رعایا میں ممتاز ہوگا +

جہاں خدا تعالے نے ہلاکت سے بچنے کیلئے انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر کیا ہے۔ وہاں ایک امر نہایت ہی قابل غور ہے۔ میں اس آیت کو پیش نقل کرد یتا ہوں۔ فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین ۰ وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین ۰ یہ آیت آیات جنگ میں ہے۔ جہاں اُن طریقوں کا ذکر ہے۔ جو ہم نے دشمن کے مقابل میں برتنے ہیں۔ آج اسی ایک قوم ہمارے مقابل پر برسر پیکار ہے۔ گو ان کا مذہبی رنگ ہے۔ لیکن اُن کی نیات یہی ہیں۔ کہ ہندوستان سے ہمارا خاتمہ ہو۔ ہم اس قدر ذلیل و خوار ہو جائیں۔ کہ ہم ان کی خواہشات کے غلام بن جائیں۔ ہماری قوم سے ایک کی حالت ایسی ہو چکی ہے۔ اور اگر یہی حالت رہی۔ تو پھر ہندوستان میں ہم ضرور رہینگے۔ لیکن شودروں کی طرح خوار ہونگے۔ ان کا مذہب اُنھیں تعلیم کرتا ہے کہ اُن کے سوا کسی کو حق نہیں۔ کہ عزت و دولت سے رہے۔ سنگھٹن اور شدھی کے کارنامے صرف اسی غرض سے ہو رہے ہیں۔ اس کا علاج ایک ہی ہے۔ کہ ہم اپنے استحکام کی فکر میں لگجائیں۔ ہم مسلمان حقیقی مسلمان ہو جائیں۔ ہماری کوششیں متحد ہوں۔ ہم اپنی قومی اندفاع میں ایک ہوں۔ اور نہ صرف اپنی قوم میں علم دین پھیلائیں۔ بلکہ اشاعت اسلام نہایت جد و جہد سے کریں۔ یہ باتیں روپیہ چاہتی ہیں۔ اور یہ روپیہ جیسا کہ اوپر عرض کیا ہے۔ بس خیرات و صدقات میں ہو دیا جاوے۔ جو خلاف قرآن راہوں میں صرف ہو رہا ہے۔ پیا۔

ملاحظات

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے مضمون "شدھی اور اس کا انسداد" کو ہندوستان کے چوٹی کے جرائد نے اپنے قیمتی کالموں میں جگہ دے کر انکے خیالات کی قدر افزائی فرمائی ہے۔ ہم تہ دل سے ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں +

ان گرانقدر خیالات نے اس ستم رسیدہ و معلقہ طبقہ نسوان میں ایک ہیجان پیدا کر دیا ہے۔ جو مدتہاسے دراز سے سنگدل و ظالم شوہروں کی چیرہ دستیوں کا تختہ مشق بنا ہوا ہے۔ اس ظلم رسیدہ طبقہ نے خطوط کے ذریعہ اپنے دلی جذبات کا اظہار کیا ہے۔ اور دادرسی طلب کی ہے یہ خطوط ایک مسلم دل کو مجروح کرنے کے لئے کافی ہیں۔ ضرورت ہے۔ کہ مسلم مشائخ و علماء بہت جلد اس اہم و سنجیدہ مسئلہ کو سلجھائیں۔ اور اس کا انسداد کریں +

حضرت خواجہ صاحب نے جن خیالات کا اظہار مضمون محولہ بالا میں کیا تھا۔ وہ محض خالی خولی باتیں یا تخیلات نہ تھے۔ وہ دراصل واقعات پر مبنی تھے۔ ذیل میں ہم فقط ایک خط کا اقتباس ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ لیکن اس قسم کی سیکڑوں و ہزاروں نظیریں اس ملک ہندوستان میں موجود ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے۔ کہ سینکڑوں سفاک شوہروں نے اپنی بیبیوں کو معلقہ حالت میں چھوڑ رکھا ہے +

جناب خواجہ جی۔ بعد ادائے اہل اسلام کے رائے عالی ہو۔ کہ جناب کی تقریر مورخہ ۲۶/۳ ماہ حال کی جو زمیندار میں درج تھی۔ پڑھ کر اور سن کر جو دی

پوری تسلی و تسکین نہ ہوئی۔ تو صاف اور سادہ لفظوں میں اپنا پُر درد مضمون
حضور کی خدمت میں روانہ کرتی ہوں۔ حال یہ ہے کہ میری شادی جب ہوئی
تھی۔ تو میں قریباً تیرہ سال کی تھی۔ اور موجودہ عمر چوبیس سال کی ہے۔ اور
اس وقت میرے والد نے اجازت دے کر نکاح پڑھا دیا۔ ابھی میں نابالغ
ہی تھی۔ کہ میرے شوہر نے دوسری شادی اپنی حسب منشا کر لی۔ اور نہ مجھ کو
رہائی کر دیا۔ کہ ہم نے تم کو طلاق دیدی۔ اور اپنا تمام زیور وغیرہ لے کر
مجھ کو گھر سے باہر نکال دیا۔ بعد میں میرے والدین نے جا کر بہت کچھ کہا سنا
تو بھی اس نے یہی جواب دیا۔ کہ میں نے طلاق دیدی ہے۔ اس کو اختیار ہے
جہاں سمجھے وہاں چلی جائے۔ مگر تحریر نہ دی۔ عرصہ تین سال تک میں اپنے
والدین کے گھر میں خاموش بیٹھی رہی۔ کیونکہ میری عمر قریباً سولہ سال کی
ہو گئی تھی۔ میرے والدین نے میرے شوہر کو میرا گھر آباد کرنے کو بہت کہا سنا
مگر اس نے نہ مانا۔ تو میرے والدین نے کہا۔ کہ تم زبان سے تو طلاق دیتے
ہو۔ تحریر بھی کر دو۔ تاکہ ہم اپنی دختر کا کسی کے ساتھ نکاح کر دیویں۔ مگر
اس نے کہا۔ میں تحریر کر کے نہ دونگا۔ اور میں دیکھونگا۔ کہ کس جگہ نکاح کرتی
ہے۔ اور اب مجھ کو گیارہ سال کا عرصہ گذر گیا ہے والدین کے سر پر
نہ تو خرچ وغیرہ دیتا ہے نہ طلاق دیتا ہے۔ اور میں نے اپنے محلے کے
قاضیوں اور مولویوں سے درخواستیں کیں۔ مگر میں بدنصیب اس دُنیا فانی سے
محروم رہی۔ اب جناب کی تقریر اپنے بھائی سے سُن کر تحریر کرتی ہوں۔ کہ نہ تو
خاوند مجھ کو گھر میں آباد کرتا ہے۔ اور نہ خرچ دیتا ہے۔ اور نہ ہی طلاق
وغیرہ دیتا ہے۔ تو ایسی حالت میں کیا شرع مجھ کو دوسرا خاوند کرنے
کی اجازت دیتی ہے یا نہیں۔ اگر دیتی ہے۔ تو براے خدا تحریر فرمائیں۔ تاکہ میں
خاوند کر لوں۔ اور اپنی بقایا زندگی خوش اسلوبی سے گذار دوں۔ اگر
شرع اجازت نہیں دیتی۔ تو میں اپنا مذہب تبدیل کر لونگی۔ اور اپنی بقایا

عمر کو مفت میں ضائع نہ کروں + مصیبت زدہ

اسلام کی اخلاقی تعلیم

(از قلم خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

تہذیب و اخلاق پر ہر مذہب نے اپنے اپنے رنگ میں بہت کچھ سکھایا علمی مذاق کے مطابق بھی بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ لیکن انسانی فطرت کا جو باریک علم اسلام کی تعلیم سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ کسی اور کی تعلیم میں نہیں پایا جاتا۔ ہم بہت سی استعدادوں کے مالک ہیں۔ رحم۔ محبّت۔ حلم اور اسی قسم کے بہت سے فطرتی تقاضے ہمارے اندر ہیں۔ ان سب کو اکثروں نے غلطی سے اخلاقی محاسن سمجھ لیا ہے۔ اسلام نے اس امر سے انکار کیا ہے۔ اور یہ سکھلایا ہے۔ کہ یہ طبعی تقاضے ہیں۔ اور قوتیں ہیں۔ بذات خود کوئی خوبی یا بُرائی نہیں۔ اگر عقل اور ضمیر کے احکام کے ماتحت ان طبعی قوتوں سے کام لیا جائے۔ تو یہ محاسن ہو جاتے ہیں۔ ورنہ یہی قوتیں جن کو بعض نے اخلاق سمجھ لیا۔ ہماری ترقی کے لئے روک ہو جاتی ہیں۔ اگر یہ اخلاق ہیں۔ تو پھر بعض حیوانات میں بھی تو یہ باتیں پائی جاتی ہیں۔ پھر وہ تو محاسن نہیں کہلا سکتیں۔ مثلاً کیا بکری میں کمال درجہ کی اطاعت۔ کمال حلم اور انکسار نہیں۔ لیکن پھر کیا۔ یہ صفات بکری میں اخلاق حسنہ کی حیثیت رکھتی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ لیکن یہی صفات ہیں۔ جو عقل کی معیت سے ان روحانی ترقیات کے پیدا کرنے میں ممد ہوتی ہیں۔ انسان کی ان طبعی قوتوں اور اخلاقی محاسن میں یہ باریک تفریق بھی اسلام ہی نے کی۔ اس نے اور کتب کی مانند صرف اس پر اکتفا نہیں کیا۔ کہ اخلاقی خوبیوں کی ایک لمبی فہرست تیار کر دی۔ بلکہ اس نے

نہایت باریک بینی سے ایک جامع اصول قائم کرکے ان کے استعمال کا موقع اور محل ہمیں سکھایا۔ اور اسبات کو قرآن نے کھول کر بیان کیا کہ ایک ہی امر ایک وقت میں نیکی اور دوسرے وقت میں متضاد حالات کے ماتحت بدی ہو جاتا ہے۔ ایک مجرم کا بعض حالات میں معافی دیدینا مفید اور دوسری حالت میں مکافات کو پہنچانا سلامتی اور امن کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ اسی ضمن میں ایک اور غلطی کا ازالہ بھی قرآن کریم نے کر دیا۔ اور وہ اس طرح کہ بعض سخت اور کڑی خصلتیں بھی انسان کی طبیعت میں داخل ہیں۔ جن کو اکثروں نے بجا طور پر بدیوں کے ضمن میں رکھا۔ انہوں نے ان کے موقع اور بےموقع استعمال میں کوئی تفریق نہیں کی۔ گویا کہ خداوند کریم نے غلط کی تھی کہ غصہ حسد بغض اور عداوت کو ہماری طبائع میں جگہ دے دی گئی۔ جہاں قرآن کریم نے سچائی۔ حلم۔ احسان۔ مروّت۔ جبارت وغیرہ کی اخلاقی قدر و قیمت کو تسلیم کیا۔ وہاں ساتھ ہی غصہ۔ حسد۔ عداوت وغیرہ کے باموقعہ استعمال کو بھی نیکیوں میں شمار کیا۔ اور مستحسن قرار دیا۔ لیکن اس تیز جذبات کی تعدیل و تہذیب کیلئے بھی ہمیں قواعد کی ضرورت تھی۔ اور ان سے بھی قرآن کریم نے ہمیں محروم نہیں رکھا۔ دراصل جسمانی اور روحانی زندگی کو ایکدوسرے کے متبائن سمجھنا۔ ایک بڑی غلطی کا ارتکاب ہے۔ کوئی اعلےٰ اخلاقی یا روحانی کیفیت ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک روحانی اور جسمانی قوٰے کی باقاعدہ تربیت نہ ہو۔ یہ امر نہایت ہی تشریح طلب ہے۔ لیکن جگہ اجازت نہیں دیتی کہ اس پر شرح اور بسط کے ساتھ بحث کی جائے۔ ہاں میں یہ کہتا ہوں۔ کہ قرآن نے اس پر نہایت شرح و بسط سے روشنی ڈالی ہے۔

انجمن ترقی ادب اسلامی

قارئین کرام اس انجمن کے مقاصد سے خوب واقف ہیں۔ اسلئے ہم انہیں اس ناخوشگوار کیفیت کے زیر اثر بنانا نہیں چاہتے۔ جو ایک بات کو بار بار دوہرانے سے جدت پسند طبیعتوں پر طاری ہو جاتی ہے۔ یاد تازہ کرانے کی غرض سے ایک دو باتیں دوہرانی ضروری خیال کرتا ہوں +

افق مغرب پر اسلام کے متعلق جو غلط فہمیوں کی سیہ گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں۔ اُن کی بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ آج تک اہل مغرب کی آنکھیں اسلام کے اصل چہرہ سے نا آشنا رہیں۔ اور عیسائی پوادر کا تعصب اور تنگدلی ایک نہایت مکروہ مجسمہ تیار کر کے اسے اسلام کے نام سے اپنے ہم مذہبوں میں پیش کرتی رہی۔ چنانچہ فرزندان تثلیث کی جہالت اُسے اصل حقیقت متصور کرتی رہی ہے۔ اس انجمن کے قائم کرنے کا یہ مقصد تھا۔ کہ اہل مغرب کو جو طائفۂ پوادر کے دام تزویر میں گرفتار ہیں آزاد کیا جائے۔ اس کے لئے مناسب طریق ترقی ادب اسلامی اور اسکی توسیع اشاعت تجویز کیا گیا۔ اس سلسلۂ ادب میں آج تک تین کتابیں چھپ چکی ہیں۔ جو امید ہے۔ کہ آپ کے مطالعہ میں آچکی ہونگی۔ حال میں ایک اور قیمتی کتاب سے مطبوعات انجمن میں اضافہ ہوا ہے۔ فینیٹی بیٹوین اور جنرل چرچ اینڈ اسلام مصنفہ لارڈ ہیڈلے۔ کتاب کی قیمت بہت قلیل رکھی گئی ہے صرف ایک روپیہ ۶ آنے ہے تاکہ بلا دقت ہر طبقہ کے لوگوں تک پہنچ سکے +

مینجر

ملنے کا پتہ — مسلم بک سوسائٹی۔ عزیز منزل لاہور

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک هم المفلحون ○ قرآن حکیم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت للعہ سالانہ ۔ قیمت چر سالانہ ممالک غیر کیلئے

انتباہ درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ (پنجاب)

مسلم مشن ووکنگ انگلستان

یہ مشن گزشتہ چودہ سال سے حضرت خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام کی زیر نگرانی مسجد ووکنگ انگلستان سے یورپ میں اشاعت اسلام کا کام کر رہا ہے۔ ایک ہزار کے لگ بھگ یورپین احباب و خواتین حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں اسلامی انگریزی کتب و رسائل اس مشن کے ذریعہ مفت نشر و اشاعت ہو چکی ہیں اس مشن نے انگریزی اسلامی ادبیات کا بیشمار ذخیرہ پیدا کر دیا ہے۔ اس مشن کی ماہواری یا یکمشت امداد بہترین اسلامی خدمت ہے

اسلامک ریویو انگریزی

یہ رسالہ ہر ماہ انگریزی زبان میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی زیر ادارت شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان سے شائع ہوتا ہے۔ اسکی کئی ہزار کاپیاں دنیا کے غیر مسلم طبقہ میں اور لائبریریوں میں مفت تقسیم ہوتی ہیں۔ اسمیں تعلیم اسلام کو نہایت ہی فلسفیانہ اور فاضلانہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ مسلم مصنفین کے علاوہ نومسلم احباب کے بھی اس میں مضامین درج ہوتے ہیں۔ مخالفین کے اعتراضات کا جواب نہایت متانت و سنجیدگی سے دیا جاتا ہے۔ اور ہر ماہ کے رسالہ میں ایک نومسلم کی فوٹو شائع ہوتی ہے جو مشن ووکنگ کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہتے ہیں۔ سالانہ چندہ للعہ ہندوستان میں ہے +

ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ

یہ ایک ٹرسٹ ہے جو ووکنگ میں قائم ہوا ہے۔ جس کے ٹرسٹیز جناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ نومسلم جناب سر عباس علی بیگ صاحب سابق ممبر انڈیا کونسل و حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد ووکنگ انگلستان ہیں۔ اس ٹرسٹ کی غرض و غایت انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر پیدا کرنا۔ اسکی طباعت اور پھر اسکی وسیع پیمانے پر مفت و قیمتاً نشر و اشاعت کرنی ہے۔ اور جہاں جہاں لیکچر یا تقریروں کی رسائی نہیں ہو سکتی ان لوگوں تک اسلام کی دعوت کو لٹریچر کے ذریعہ پہنچانا ہے۔ اس وقت یہ ٹرسٹ نصف درجن سے زیادہ انگریزی کتب شائع کر چکا ہے جو از حد مقبول ہوئی ہیں۔ اس ٹرسٹ کی سستی خوش مطبوعات نے بہت ہی قلیل عرصہ میں یورپین توجہ کو جذب کر لیا ہے۔ اس ٹرسٹ کی کتب خریدنی اور اسکی امداد ہر مسلم کا فرض اولین ہے +

آجکل احادیث نبوی ﷺ کا انگریزی ترجمہ ٹرسٹ کے زیر طباعت ہے۔ اس کے علاوہ شہرہ آفاق کتاب "آسمانی بادشاہت اور اس کا چارٹر" مصنفہ حضرت خواجہ صاحب انگریزی میں ترتیب دیجا رہی ہے۔ اس کا برانچ آفس عزیز منزل لاہور ہے +

ISLAM A BLESSING.

A picturesque spectacle of the Muslim races, sitting abreast, under the canopy of Heaven, in remembrance of their Lord, who created them all from a single pair; scattered them over lands with different climes, thus to assume different colours and characteristics; but all possessing one common creed, a single goal of life.

فہرست مضامین

رسالۂ

اشاعت اسلام لاہور

جلد ۱۳ | بابت ماہ جون ۱۹۲۷ء مطابق ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ | نمبر ۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　　　　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ جون ۱۹۲۷ء

شذرات

رمضان نے الوداع کہا۔ روزے اختتام پذیر ہوئے۔ ہلال عید نے چہرہ نمائی کی۔ صبح عید نے بیتابی اور اضطراب سے اپنا گریبان چاک کیا۔ آسمان ابر پوش تھا۔ ہوا نرم اور بارش کی علامات سے مصئون تھی۔ ۴۔اپریل پیر کا دن تھا۔ کہ ووکنگ کے عبادت خانہ میں عید کی خوشی منائی گئی۔ شرکائ کا مجمع ایک کم یاب منظر پیش کرتا تھا۔ دُنیا کے سب حصص سے مختلف قوموں اور طبقوں کے لوگ تین سو کی تعداد کثیر میں میموریل ہوس کے مقابل ایک نہایت اہتمام سے پیراستہ سبزہ زار میں جس کے گرداگرد سرو بھی حلقہ باندھے ہوئے ہیں مجتمع ہوئے۔ اس مجمع کثیر کے منہ کا رُخ مکہ معظمہ خدائے واحد کے اس گھر کی طرف تھا جو حضرت ابراہیم یہودیوں عیسائیوں اور مسلمانوں کے جد امجد نے خالق حقیقی کی عبادت کیلئے مختص کیا تھا... ... یہ نظارہ اسلام کی اس ہمہ گیر اور یک جہتی پیدا کرنیوالی رُوح کا مبرہن نشان تھا۔ جس میں نسلی۔ مذہبی اور لونی اختلافات مٹ جاتے ہیں۔

وہاں ہندوستانی۔ افغانی۔ ایرانی۔ مصری۔ شامی۔ جنیوی۔ عرب۔ کرد

ترک اور ان کے علاوہ ہندوستان اور عراق کے افسران اعلےٰ اور مسلمانان انگلستان جنہیں شرکت کیلئے دور دراز مسافتیں قطع کرنی پڑیں موجود تھے۔ یہ منظر قلیل پیمانہ پر یوم حج کا ایک نقشہ تھا۔ جو انگلستان کے ایک خوبصورت کونہ میں جلوہ پیرا تھا +

فریضۂ نماز ساڑھے گیارہ بجے ادا کیا گیا۔ پھر مولوی عبد المجید صاحب ایم اے قائمقام امام مسجد نے ایک خطبہ پڑھا جس کے بعد اس ساکت و خاموش مجمع نے باہمی عید مبارک کے لئے حرکت کی +

ڈیڑھ بجے لنچ کے لئے میزیں ایک کشادہ سائبان کے نیچے جو اب تک اس مرغزار میں انگلستان کے سرد و پژمردہ موسم کے مقابلہ میں جائے پناہ تھا آراستہ ہوئیں۔ یہ مہمان نوازی کا ایک ایسا منظر تھا۔ جو اسلام کے سچے شیدائیوں پر مشتمل تھا۔ اور جو سینکڑوں دلوں کو باہمی محبت و اعتماد کی ایک زنجیر زریں میں باندھ رہا تھا۔

افغانی۔ ایرانی اور مصری سفارتخانوں کے نمائندوں کے علاوہ مندرجہ ذیل قابل ذکر معززین بھی شامل تھے۔ لارڈ ہیڈلے الفاروق صدر انجمن مسلمانان انگلستان۔ ہز ایکسیلنسی اوسکار کاتس۔ پرسلا کاؤنٹس آف انسلی۔ دی ڈومیجر لیڈی بوئل۔ شہزادگان ریاست جاورہ ہندوستان۔ محمد اسلم خان صاحب ریاست آمبہ ہندوستان۔ عطا امین ڈپلومیٹک ایجنٹ عراق۔ ڈاکٹر ارنسٹ گرفن سکرٹری برٹش ریڈ کریسنٹ سوسائٹی۔ ڈاکٹر اور مس لیون۔ مسٹر جے ڈبلیو حبیب اللہ لوگرو سکرٹری برٹش مسلم سوسائٹی۔ ڈاکٹر خالد شیلڈرک
مسٹر اور مسز ایچ۔ جی کیمپین
اور مس ویلز تھورپ +

مقاصد و فرضیّتِ حج

یہ مُقدّس فریضہ اُس قُربانی ذیشان کی یادگار ہے۔ جس نے سیّدنا ابراہیمؑ کو پدرانہ شفقت و محبت کے تقاضوں کے مقابلہ میں منعمِ دوجہاں کی رضاجوئی میں اپنے لختِ جگر کی گردن پر اپنے ہی ہاتھ سے چُھری پھیرنے پر مُستعد کردیا تھا۔ یہ اُسوۂ اسمٰعیلؑ میں اُس جذبۂ تسلیم و رضا کی یاد کو تازہ کرتا ہے۔ جس نے حضرت اسمٰعیلؑ کی گردن ارشادِ ربی کے سامنے بلا تامل جھکادی تھی۔

عشرتِ قتل گہ اہلِ تمنا مت پُوچھ
عیدِ نظارہ ہے شمشیر کا عُریاں ہونا

قال یٰبنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحك فانظر ماذا ترٰی قال یٰابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شآء اللہ من الصّٰبرین ۔ فلما اسلما وتلّہ للجبین ۝ ونادینٰہ ان یٰابراھیم ۝ قد صدّقت الرءیا انا کذٰلك نجزی المحسنین ۝ ان ھٰذا لھو البلٰؤا المبین ۝ وفدینٰہ بذبح عظیم ۝ (۳۷-۱۰۲-۱۰۷)

اس نے کہا۔ اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا۔ کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں۔ تو دیکھ تیری کیا رائے ہے۔ اس نے کہا۔ اے میرے باپ جو کچھ تجھے حکم دیا جاتا ہے کر۔ تُو مجھے اگر اللہ چاہے صبر کرنیوالوں میں سے پائیگا۔ سو جب دونوں نے فرمانبرداری کی۔ اور اُسے ماتھے کے بل لٹایا۔ اور ہمنے اُسے پکارا۔ کہ اے ابراہیم تُو نے خواب سچ کر دکھایا۔ اسی طرح ہم نیکی کرنیوالوں کو بدلہ دیتے ہیں یقیناً یہ ایک واضح کردینے والا خواب تھا۔ اور ہمنے ایک بھاری قربانی کو اس کا فدیہ کردیا۔" یہ جہاد فی النفس کا وہ سبق ہے۔ جس سے اُمت مرحومہ کی میراث باختہ واپس ملسکتی ہی۔ یہ ایثار و فدیہ کا وہ نمونہ ہے۔ جس کا اتباع مسلمانوں کی انفرادی اور من حیث القوم موجودہ نکبت و افلاس کو تمکنت و مرفہ الحالی سے

بدل سکتا ہے۔ کہ ان کے سر پر بجائے زبوں بختی کی سیاہ بدلیوں کے لوائے اقبال لہرائے +
یہ اُس انعام کبریٰ کا نشان ہے۔ جس کے لئے مشیّت ایزدی نے متولیانِ بتکدۂ عرب میں سے اپنے گھر کی تعمیر کے لئے ایک معمار منتخب کیا تھا۔ کہ وہ اُسے شرک و دیگر ذمائم سے پاک کر کے خدائے واحد کی عبادت کیلئے مختص کرے۔ یوم حج اُس کی الٰہی اذن اور صلائے عام کی لبّیک کا نظارہ پیش کرتا ہے۔ جس دن عشق حقیقی کے پروانے دُور دراز مسافت قطع کر کے ذبیح اسماعیلؑ کی سُنّت کو زندہ کرتے آتے ہیں
وانذ بوّانا لا براھیم مکان البیت ان لا تشرك بی شیئاً وطھر بیتی للطآئفین والقائمین والرکع السجود ہ واذن فی الناس بالحج یاتوك رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق - اور جب ہمنے ابراہیم کے لئے خانہ کعبہ کی جگہ کو مرجع بنایا۔ کہ ساتھ کسی کو شریک نہ کر۔ اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنیوالوں اور رکوع (اور) سجود کرنے والوں کے لئے پاک کر۔ اور لوگوں میں حج کیلئے ندا کر دے۔ وہ تیری طرف آئیں گے (کچھ) پیدل اور (کچھ) ہر طرح کی دُبلی (سواریوں) پر جو ہر دُور کے رستے سے آتی ہونگی" ۲۲ ۱-۲۷
رسُول اکرمؐ کی بعثت کے ساتھ ملّت ابراہیمی کی احیاء وبقا وابستہ تھی۔ جو پیغام جناب خلیل اللہ پر نازل ہوا تھا۔ اسکی تجدید و تکمیل آپؐ کا مقصد و مسلک تھا۔ آپؐ کے ظہور میں اس میثاق عظیمہ کی ایفا مضمر تھی۔ جو حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ باندھا گیا تھا +
واذ ابتلی ابراھیم ربہ بکلمٰت فاتمھن قال انی جاعلك للناس اماماً قال ومن ذریتی قال لا ینال عھدی الظّٰلمین (۲-۱۲۴) اور جب ابراہیم کو اسکے رب نے چند احکام سے آزمایا۔ تو اُس نے انکو پورا کیا۔ فرمایا میں تجھے ضرور لوگوں کے لئے پیشوا بنانیوالا ہوں (ابراہیم نے) کہا۔ اور میری اولاد سے۔ فرمایا میرا وعدہ ظالموں کو نہیں پہنچیگا +
آپؐ کی بعثت کے وقت تعلیم ابراہیمی بالکل مسخ ہو چکی تھی۔ وہ پیغام ربّی اپنے خط و خال کی اصلیت کھو چکا تھا۔ وہ ایک گمشدہ حقیقت کا مجموعہ رہ گیا تھا

انسان ظلمت ضلالت میں ٹھوکریں کھا رہا تھا۔ بدعت پرستی مذہب فطری کی قائمقام بن چکی تھی۔ لفظ پرستی لوگوں کا شعار تھا۔ حقیقت و خلوص نمائش سے بدل چکی تھی۔ چنانچہ زمانے کی دست برد سے یہ مقدس فریضہ بھی مامون نہ رہ سکا +

وہ گھر جو خدائے واحد کی عبادت کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ ایک شہرہ آفاق صنم کدہ تھا۔ جہاں ایک خدا کی پرستش ہوتی تھی۔ وہاں تین سو ساٹھ خداؤں کی پوجا ہوتی تھی۔ جو گھر خالق حقیقی کی حمد و ثنا کے نغموں سے معمور رہتا تھا۔ وہ آباد اجداد کے کارناموں کے گیتوں سے گونجتا تھا۔

فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا (۲۰۰-۲)

پھر جب تم اپنی عبادتوں کو پورا کر لو۔ تو اللہ کا ذکر کرو۔ جس طرح تم اپنے بڑوں کا ذکر کیا کرتے تھے +

طواف ایک حیا سوز منظر پیش کرتا تھا۔ مرد و زن برہنہ بلا تمیز طواف کیا کرتے تھے وہ مکتب مساوات جہاں شاہ و گدا متحد وضع و لباس میں نظر آتے تھے دنیاوی سیادت و تفوق کے زیر اثر آ چکا تھا۔ قریش متولیان حرم ہونے کی حیثیت سے اپنے آپ کو برتر تصور کرتے تھے۔ چنانچہ وہ میدان عرفات میں عام مجمع میں شمولیت سے احتراز کیا کرتے تھے +

ذبح اسماعیل کے امتحان کی غرض و غایت مفقود ہو چکی تھی۔ لفظ پرستی و نمائش کو حقیقت و صداقت پر محمول کیا جاتا تھا +

رسول اکرمؐ نے محفل کا یہ نقشہ بدل دیا۔ کفار کے پنجۂ ضلالت سے بیت اللہ کو آزاد کیا۔ عبادت کو بدعت پرستی و شرک سے پاک کر کے اس کی گم گشتہ حقیقت کو دوبارہ حاصل کیا۔ اس خانۂ خدا کو اسی لاشریک کی عبادت میں مستعمل کر دیا۔ اس کی حمد و ثنا کے ترانوں سے وہ پھر معمور ہو گیا۔ اسوۂ ابراہیمی و ذبح اسماعیل کی غایت آشکارا فرمائی۔ نمائشی قدیہ

جس کو اصل وحقیقت متصور کیا جاتا تھا۔ اُسے بمنزلہ نشان قرار دیا۔ اور باطنی قربانی کی اہمیت کو قائم کیا۔ لن ینال اللہ لحومھا ولا دماء ھا ولکن ینالہ التقوی منکم ط اُن کے گوشت اللہ کو نہیں پہنچتے اور نہ اُنکے خون لیکن اُسے تمہاری طرف سے تقوی پہنچتا ہے۔ اُونٹ یا گائے کے خون بہانے سے فدیہ کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ یہ تو اس دکان کا جس کی جنس فروش ایثار نفس ہے محض ایک سائن بورڈ ہے۔ قربانی کا اصل مفہوم خدا کی راہ میں اپنی مطلوبات ومحبوبات سے دست برداری اختیار کرنا ہے۔ ملت بیضا کی احیاء میں اپنی اغراض ومفاد کو نثار کردینا ہے۔ اور ایثار کرنے میں وہی قلبی کیفیت پیدا ہو۔ جس سے حضرت سمٰعیل اپنی گردن چھری کو سپرد کرتے وقت مسرور تھے۔ دنیا میں محبوب ترین چیز اولاد شمار ہوتی ہے۔ مال کا درجہ اس کے بعد ہے۔ بلکہ اس کے مقابلہ میں تو یہ ایک لاشے متصور ہوتی ہے۔ اسی لئے اُسوۂ ابراہیمی میں سب سے محبوب چیز کی قربانی کا منظر پیش کیا گیا ہے۔ کہ بطور نمونہ ہے۔ اور قرآن کریم کا طرز بیان ایسا ہے۔ کہ وہ جزئیات سے کلیات کی جانب توجہ منعطف کراتا ہے۔ چنانچہ اُسوۂ ابراہیمی سے سب محبوب چیزوں کی قربانی ہم پر عائد ہوگئی +

صوری حیثیت سے حج فروغ تجارت کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم ۔ ۲/۱۹۸ ۔ تم پر کوئی گناہ نہیں۔ کہ اپنے رب سے فضل کی طلب میں لگو +

یہ بین الاقوامی اتحاد کا سُنہری موقعہ ہے۔ یہ بین الاقوامی مرکز قومی وملکی احساس تفریق کو کالعدم کرکے مشرق ومغرب اور شمال وجنوب کے مابین رشتۂ اخوت جوڑتا ہے۔ اس اعتبار سے مقاصد حج سیاسیات واقتصادیات پر بھی محیط ہیں ۔ سلطنت اسلامیہ کے اُن دعائم ارکین کی صحت برقرار رکھنے میں ممد ہیں۔ جن کی تندرستی

پر نسل انسانی کی حیات و ممات کا انحصار ہے - علاوہ ازیں سیر و سیاحت کا جو موقعہ یہ عطا کرتا ہے - اس سے یقیناً ہمارے علم میں وسعت اور ہماری نگاہ بالغ ہوتی ہے +

اے پیروانِ اُسوۂ محمدی! اب تم اپنی حالت کو نظر بصیرت سے دیکھو - اپنی قلبی کیفیات کا مطالعہ کرو - اپنے اعمال و اقوال کا اپنے مقتدا محمدؐ عربی کی تعلیمات کی روشنی میں امتحان کرو - کیا صراط المستقیم سے تم نے روگردانی و تجاوز اختیار نہیں کر لیا؟ کیا تاریکی ضلالت میں کفار کی مانند اصل و نقل میں پہچان سے تم بھی عاجز ہو؟ کیا تم بھی لفظ پرستی کے دام تزویر میں گرفتار رہو؟ پھر تمہاری قربانی و طواف کیوں مثمر نہیں ہوتے - تم خلعت خواری کیوں پہنے ہوئے ہو؟ اگر درخت پھل سے پہچانا جاتا ہے - تو یہی نتیجہ نکلتا ہے - کہ تمہارا طواف و فدیہ اُسوہ براہیمی سے کوئی جدا گانہ چیز ہے - ورنہ تم اس کے انعامات سے ہرگز محروم نہ رہتے - وہ یقیناً سزاوار مثاب نہیں - اب بھی خواب غفلت سے کروٹ لو - اور دیکھو کہ جن قوموں نے اُسوہ ابراہیمی کی تطبیق میں قربانی کی - آج وہ اُن کی اپنی قربانی کے ہزار گنا ثمرات سے متمتع ہیں تمہاری شوکت و تمکنت کی میراث اُن پر منتقل کر دی گئی ہے - اب بھی ہوش سنبھالو - ملت کے منتشر شیرازہ کو منظم کرو - ذاتی جاہ پروری و شکم پری کی فکر سے باز آؤ - اور ملت بیضا کی احیاء و بقا کیلئے تریاق پیدا کرو - ذاتی مفاد کو ملت کی بہبودی و فلاح کی نذر کر دو - اور دُنیا کے ہر گوشہ کونہ میں اُس پیغام حقہ کا ڈنکا بجا دو - جس کا پاسبان محمدؐ عربی نے تمہیں بنایا تھا - میراث پدر اب بھی واپس مل سکتی ہے - عروج و اقبال اب بھی تمہارے استقبال کو دوڑے آئینگے - مگر تم اپنی ذات کو ان نعماء کے لایق تو بناؤ - اور اس کا سہل ترین طریق اسوۂ ابراہیمی کی پیروی ہے +

مترجم

قصصِ قرآنیہ

سورۂ بنی اسرائیل میں ہمارے متعلق ایک پیشگوئی جو پوری ہوئی اور اُس کا علاج

(از قلم خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

ان احسنتم احسنتم لانفسکم وان اساتم فلھا ط...... ان عدتم عدنا ..... من اھتدی فانما یھتدی لنفسہ ج ومن ضل فانما یضل علیھا ط ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ (سورہ بنی اسرائیل) +

اگر تم اچھے کام کرو تو اسمیں تمہارا ہی بھلا ہے۔ اور اگر بد کام کرو تو اُس کا اثر بد بھی تم پر ہی آئیگا ...... اگر تم نے (بدی کی طرف) رُخ پھیرا۔ تو تمہارا رب (تمہاری سزا دہی) کی طرف متوجہ ہو جائیگا ...... جو سیدھی راہ اختیار کرتا ہے۔ وہ اپنے ہی نفس کی بہتری کیلئے سیدھی راہ چلتا ہے۔ اور اگر کسی نے اُلٹی راہ اختیار کی۔ اُس کا اثر بد بھی اسی پر پڑیگا۔ کوئی کسی کے کام نہ آئیگا۔ نہ ایک کا بوجھ دوسرے پر ڈالا جائیگا +

قرآنِ حکیم نہ تو کوئی کتاب داستان ہے۔ نہ اس کا موضوع قصہ کہانی ہے قرآن نے اگر کسی اُمتِ سابقہ کا کہیں ذکر بھی کیا تو عبرت اور سبق کے لئے کیا۔ اور اقوام پیشینہ کے وہی حالات بیان کئے جو ہم پر وارد ہونیوالے تھے۔ یہ کتاب ایک عالم الغیب ہستی کی طرف سے ہے۔ اس لئے میں تو یہ کہتا ہوں۔ کہ اس کتاب کے بیان کردہ قصص بھی افسانے نہیں۔ بلکہ گفتہ آید در حدیثِ دیگراں میں ہمارے ہی حالات ہیں۔ جو کچھ اُن پر گذرا وہ ہم پر ہی گذرنیوالا تھا۔ ان قصص کے ذریعہ ہم کو متنبہ کیا گیا۔ کہ ہم بھی ایکدن اُن کے ہمرنگ ہو جائیں گے۔ اگر عامل بالقرآن نہ رہے۔ لیکن ہماری کم نصیبی کی کوئی حد ہی نہیں رہی۔ ہم نے ان باتوں کو ایک قصہ ہی سمجھا۔ اگر قرآن نے

ان قوموں کے عذاب کا ذکر کیا۔ تو ہم نے یہی سمجھا کہ اس سے ہمیں تو تعلق نہیں۔ اور اگر ان قوموں کو اُن کے نبی کچھ نصیحت کر گئے۔ اور اس کا اعادہ کتاب حکیم نے کیا۔ تو وہاں بھی ہم نے سمجھا کہ یہ نصائح اُنہیں کیلئے تھیں۔ ہمیں تو بہ سبیل تذکرہ سُنا دیگئیں۔ اسی طرح جہاں کہیں کفّار کو عذاب سے ڈرایا گیا۔ اور مومن کو ثواب کی خوشخبری دیگئی۔ وہاں بھی ہم نے اسی طرح مُسلم اور غیر مُسلم کی ہی تفریق کر لی۔ نہ عذاب سے ڈرے۔ نہ ثواب کے حصُول میں ایمان مطلوبہ کے اختیار کرنے کا فکر کیا۔ حالانکہ کافر کے لفظی معنی نہ ماننے والا۔ اور مومن کے معنے ماننے والا تھے۔ اگر آج ہم قرآن پر نہیں چلتے۔ اور اس کے احکام کی پرواہ نہیں کرتے۔ تو کیوں عملاً ہم کافر نہیں۔ اور اگر یہ نہیں تو کفار سابق نے جن عذابوں کو دیکھا آج کیوں وہی ہم پر وارد ہو رہے ہیں۔ اسی طرح قرآن نے جن جن نعماء کی بشارت مومنین کو دی۔ ان سے ہم آج کیوں محروم ہو گئے۔ اور اس انعام کے وارث وہ ہو گئے جنہیں ہم کافر کہتے ہیں۔ جب تک قرآن کے پڑھنے میں اس ذہنیت کو ہم نہ بدلیں گے۔ ہم کسی خیر و خوبی کو حاصل نہیں کر سکتے۔ میں اپنی تحریروں میں اس لئے کافر کے معنی نہ ماننے والا اور مومن کے معنی ماننے والا کرتا ہوں۔ کہ کوئی میرا بھائی اس تعصّب زدہ ذہنیّت کے دھوکہ میں نہ آجائے۔ قرآن میں جہاں لفظ کافر یا کُفر آیا۔ اس سے ہمنے کسی غیر مسلم کو سمجھا۔ لیکن جہاں ایمان یا مومن کا ذکر آیا وہاں یہ سمجھ لیا کہ ہمارا ہی ذکر خیر ہے۔ ہمیں ان تھپکیاں دے دے کر سُلانے والے خیالوں سے قطعاً خالی الذّہن ہو کر آیندہ مطالعہ قرآن میں اس اصُول کو بطور اصول متعارفہ اپنے سامنے رکھ لینا چاہیئے۔ کہ جو احکام قرآنی کو عملاً نہیں مانتا اسی پر ک۔ ف۔ ر یا اس لفظ کے مشتقات کا اطلاق ہو جاتا ہے۔ خواہ ایسے کافر کا عقیدہ بزبان کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اور جس بدعمل قوم کا ذکر مُصحفِ مقدّس نے کیا

وہ ثمودی ہوں یا عادی۔ نمرودی ہوں یا فرعونی۔ اگر اُن کے افعال ذمیمہ مندرجہ قرآن آج ہم میں ہیں۔ تو پھر یہ اُن کا تذکرہ نہیں۔ یہ در اصل ہمارے ہی واقعات ہیں۔ جو قرآن تنبیہہ ہمیں سُنا رہا ہے +

سُورۂ بنی اسرائیل نہایت ہی سبق آموز سُورت ہے۔ بنی اسرائیل وہی قوم ہے۔ جس کے افراد ایک وقت ابناء اللہ کہلائے۔ جن کو خدا تعالیٰ نے دُنیا جہان کی قوموں پر فضیلت[ل] دی۔ اُنھیں طاقت شوکت اور سلطنت بخشی۔ اُن سے وعدہ ہوا۔ کہ ارض مقدّس اُنھیں کا حصّہ ہو گا۔ اور وہی اسکے ہمیشہ کیواسطے وارث ہونگے۔ جناب موسیٰ کے ذریعہ یہ وعدہ شروع ہُوا۔ اور انہیں کی تعلیم کے طفیل بعد میں پُورا ہوا۔ لیکن جہُودی اپنی بدعملیوں میں بڑھ گئے۔ جن سے ان پر قسم قسم کی تباہیاں آئیں۔ جن میں سے دو تباہیاں اُن پر ایسی آئیں کہ جن سے من حیث القوم ان کی جڑ بنیاد اُکھڑ گئی۔ خدا کے مُرسلوں نے پیش از وقت اُنھیں ان تباہیوں کی اطلاع دی۔ سیدنا داؤدؑ و سیدنا مسیحؑ نے اُنھیں اس عذاب سے ڈرایا۔ لیکن جہُودی کب کسی کی سُنتے تھے۔ آخر قہر الٰہی آسمانی اُتری اور اسرائیلی دو دفعہ بیت المقدس سے نکالے گئے پہلی دفعہ بخت نصر بابلی نے اور دوسری دفعہ طیطس رُومی اُن پر اس اطلاع دادہ عذاب کے لئے مامور ہوئے۔ جہُودی مارے گئے غلام بنائے گئے اور ذلّت کے ساتھ وطن سے خارج کئے گئے۔ بابلی حملہ کے تھوڑے عرصہ بعد یہودی پھر بیت المقدس میں آ قابض ہوئے۔ لیکن رُومی حملہ کے بعد وہ کچھ ایسے پراگندہ ہوئے کہ اجتماعی طور پر پھر اپنے وطن کو آنے کی انہیں ہمت پیدا نہ ہوئی۔ لیکن کسی وعدۂ خداوندی کی بناء پر وہ اپنے وطن کو واپس آنے کے ہمیشہ منتظر رہے۔ حتّٰے کہ ختمیت مآب کا زمانہ آ گیا۔ جب قضاء و قدر نے آیندہ کے لئے ارض مقدّس مسلمانوں کے نام لکھ دی۔

ل انی فضلتکم علی العالمین۔ سورہ بقرہ ۲ - ۴۷ +

اس ارضِ پاک کا قبضہ خدا تعالےٰ نے قوم صالح کے واسطے خاص کر دیا تھا۔
اس سورۃ شریف کا پہلا رکوع ہی ان تمام باتوں کی طرف اشارہ*
کرتا ہے۔ اس رکوع کا آغاز معراج کے تذکرہ سے ہوتا ہے۔ اور معراج
کا بھی وہ حصّہ بیان کیا گیا ہے۔ جسے بیت المقدس سے تعلق ہے۔ معراج
کی رات کی یہ سیر کوئی تفریحی سیر تو نہ تھی۔ اسمیں تو یہ اشارہ تھا۔ کہ یہ ارض پاک
اب اس سیر کرنے والے کے متبعین کے قبضے میں آجائیگی۔ چنانچہ معراج کی سیر میں
بیت المقدس کا ذکر کرنے کے بعد ہی قرآن نے۔ جناب موسےٰ کا ذکر کیا۔
جن کی طفیل یہودی ارض مقدس کے مالک ہو گئے۔ اور جن سے انحراف
پر وہ مورد عذاب ہو کر دو دفعہ وہاں سے نکالے گئے۔ پھر فرمایا۔ کہ وہ اب
اپنی کھوئی گئی ہوئی خوشحالی کو صرف قرآن کی اطاعت میں ہی حاصل کر سکتے ہیں۔
یعنی ان اخلاق تعلیم کردہ قرآن کے حاصل کرنے پر کہ جن سے متخلق قومیں
زندگی پاکر تخت و تاج اور سلطنت و شوکت کی مالک ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح جب
وہ اخلاق کسی قوم میں نہیں رہتے۔ تو پھر خدا تعالےٰ کسی اور زبردست قوم
کے ذریعہ اُنھیں وطن سے نکال کر محکوم بنا دیتا ہے۔ ان اخلاق کا ذکر بھی

---

* سُبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی برکنا حولہٗ لنریہٗ من اٰیتنا ط انہٗ ھو السمیع البصیر ہ واتینا موسی الکتٰب وجعلنٰہُ ھدًی لبنی اسرائیل الا تتخذوا من دونی وکیلاً ہ ذریۃ من حملنا مع نوحٍ انہٗ کان عبداً شکوراً ہ وقضینا الی بنی اسراءیل فی الکتٰب لتفسدن فی الارض مرتین ولتعلن علواً کبیرا ہ فاذا جاء وعد اولٰھما بعثنا علیکم عباداً لنا اولی باسٍ شدید فجاسوا خلٰل الدیار ط وکان وعداً مفعولاً ہ ثم رددنا لکم الکرۃ علیھم وامددنٰکم باموالٍ وبنین وجعلنٰکم اکثر نفیرا ہ ان احسنتم احسنتم لانفسکم و ان اسأتم فلھا ہ فاذا جاء وعد الاٰخرۃ لیسوءا وجوھکم

کسی خدا نے خدا تعالیٰ نے اس سورۂ شریف میں کردیا۔ انھیں اخلاق کو پاکر ہم نے سب کچھ پایا
اور آج اُن کو گنوا کر ہم نے سب کچھ گنوایا۔ لیکن اس تذکرہ میں معنی خیز یہ امر ہے
کہ جن کے ذریعہ خدا تعالےٰ نے اسرائیلیوں کو ان کے وطن مالوف سے نکلوایا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ولیدخلوا المسجد کما دخلوہ اول مرۃ
ولیتبروا ما علوا تتبیرا ۝ عسی ربکم ان یرحمکم وان
عدتم عدنا وجعلنا جھنم للکٰفرین حصیرا ۝ ان ھٰذا
القراٰن یھدی للتی ھی اقوم و یبشر المؤمنین الذین
یعملون الصٰلحٰت ان لھم اجرا کبیرا ۝ وان الذین
لا یؤمنون بالاٰخرۃ اعتدنا لھم عذابا الیما ۝

ترجمہ۔ وہ (خدا عجز و درماندگی کے عیب سے) پاک ہے۔ جو اپنے بندے (محمدؐ) کو راتوں رات
مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) سے مسجد اقصےٰ (یعنی بیت المقدس) تک لیگیا جسکے گرداگرد ہمنے (دنیا و دین کی)
برکتیں دے رکھی ہیں (اور اس لیجانے سے مقصود یہ تھا) کہ ہم انکو اپنی (قدرت کے) چند نمونے معائنہ کرائیں (اور ان کو
بعض اسرار غیب معلوم ہوں۔ ورنہ اصل) سُننے والا اور دیکھنے والا (یعنی غیب دان) وہی خدا ہے۔ اور ہمنے موسیٰ کو
کتاب (تورات) دی اور اس کو بنی اسرائیل کیلئے ہدایت (کا دستور العمل) ٹھیرایا (اور ان سے کہدیا) کہ ہمارے
سوا کسی کو اپنا کارساز نہ بنانا (کہ تم ان) لوگوں کی نسل (ہو) جن کو ہم نے نوحؑ کے ساتھ (کشتی میں) سوار کر لیا تھا
(اور) وہ ہمارے بندہ شکرگذار تھے اور ہم نے بنی اسرائیل سے اسی کتاب (تورات) میں صاف صاف کہدیا تھا۔ کہ تم ضرور
ملک میں دو دفعہ فساد کروگے اور (دونوں دفعہ لوگوں پر) بڑی زیادتیاں بھی کروگے۔ تو جب ان (فسادوں) میں
پہلے (فساد) کا وقت آیا تو ہم نے تمہارے مقابلے میں اپنے ایسے بندے اُٹھا کھڑے کئے۔ جو بڑے سخت گیر تھے۔
اور وہ (تمہارے) شہروں کے اندر پھیل گئے۔ اور (خدا کا) وعدہ (پورا) ہونا ہی تھا پھر ہم نے
(تم کو) دشمنوں پر (غلبہ دے کر دوبارہ) تمہارے دن پھیرے اور مال سے اور بیٹوں سے تمہاری
مدد کی۔ اور تم کو بڑے جتھے والے بنا دیا (اگر اس وقت) تم نے اچھے کام کئے تو اپنے ہی (ذاتی فائدے)
لئے اچھے کام کئے۔ اور اگر بُرے کام کئے تو وہ بھی اپنے ہی لئے۔ پھر جب دوسرے (فساد) کا وقت آیا۔ تو پھر ہمنے اپنے دوسرے
بندوں کو اُٹھا کھڑا کیا۔ کہ (تمکو اس قدر ماریں کہ) تمہارے منہ بگاڑ دیں اور تمہاری شکلیں بھیانک پڑیں) اور جس طرح
پہلی دفعہ مسجد (بیت المقدس) میں گھسے تھے (اور اسکو لوٹا گھسوٹا تھا) اسیطرح (اس دفعہ بھی) آ گھسیں۔ اور جس چیز پر
قابو پائیں توڑ پھوڑ کر اس کا ستیاناس کردیں (اب بھی) عجب نہیں کہ تمہارا پروردگار تم پر رحم فرمائے اور اگر
پھر تم (وہی پہلی سی شرارتیں) کروگے تو ہم بھی پھر (وہی) کرینگے (جو پہلے کیا تھا یعنی سزا دینگے) اور ہم نے
کافروں کے لئے جہنم کا جیلخانہ تیار کر رکھا ہے۔ بیشک یہ قرآن (دین کا) وہ (رستہ) دکھاتا ہے جو سب سے
سیدھا ہے اور ایمانداروں کو جو نیک عمل کرتے ہیں سہولت کی خوشخبری دیتا ہے۔ کہ انکو بڑا اجر ملیگا۔ اور نیز (لوگوں کو)
(یہ بھی) سمجھاتا ہے کہ جو لوگ آخرت کا یقین نہیں رکھتے۔ ان کے لئے ہمنے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے +
(سورہ بنی اسرائیل پہلا رکوع)

انھیں اپنے بندے کہا۔ بعثنا علیکم عباداً لنا اولی باس شدید
فجاسوا خلٰل الدیار وکان وعداً مفعولاً +
..یہاں اہل بابل یا اہل روما کا نام قرآن نے عباداً لنا رکھا ہے۔ حالانکہ
یہ اسرائیلیوں کے نزدیک ایمان والے نہ تھے۔ اس وقت کے مسلم مومن تو صرف
اسرائیلی ہی اپنے زعم میں تھے۔ لیکن ان اصطلاحی مومنین کی سزا پر اصطلاحی کافر
ہی مقرر ہوئے۔ اور ان کا نام خدا کی کتاب نے اپنے بندے رکھا۔ اور وہ اسی لئے
(جیسے کہ عباداً لنا کا فقرہ ظاہر کرتا ہے) کہ رومی اور بابلی قومیں خدا کے فتوے کو
عمل میں لانے کیلئے کھینچی گئیں۔ معراج کی سیر بیت المقدس نے آخر اپنا رنگ
دکھایا ... زروہ زمین صاحب معراج کے متبعین کو ملگئی۔ اس کے بعد ہماری
شوکت کی بھی کوئی حد نہ رہی۔ اس کے آگے اسرائیلی شوکت ماند پڑگئی۔
لیکن تاریخ نے ہم پر وہی واقعات دہرائے جنہوں نے اسرائیلیوں کو
ذلیل کردیا۔ ہم میں جب اسرائیلیوں کے سے حال پیدا ہو چکے۔ تو ہم بھی
دوسری دفعہ بیت المقدس سے نکالے گئے۔ جن اسرائیلی دو عذابوں کا ذکر
قرآن نے کیا۔ وہ اسی لئے تھا۔ کہ ہم پر بھی دو عذاب آنیوالے تھے +
یہ تمام کی تمام باتیں کیسی طابق النعل بالنعل واقع ہوئیں۔ کہ اگر جناب
موسیٰ کی طفیل اسرائیلیوں نے شوکت حاصل کی۔ تو مثیل موسےٰ کی طفیل اُنکی
ساری کی ساری شوکت ہماری طرف منتقل ہوگئی۔ کیونکہ وہ جناب موسیٰ کے
عملاً متبعین نہ رہے۔ ان کے قائمقام خدا تعالیٰ نے ہمیں بنایا۔ جس طرح اسرائیلی
خدا کے احکام سے پابند نہ رہنے پر بیت المقدس سے نکلے اسی طرح ہم نکالے
گئے۔ اور اگر بخت نصر اور طیطس رومی عباداً لنا کی ذیل میں آسکتے ہیں۔ تو کیوں
صلیبی محاربات کے عیسائی اور گذشتہ جنگ عظیم کے انگریز عباد اللہ میں
داخل نہیں ہو سکتے۔ الغرض جو کچھ اسرائیلیوں نے دیکھا۔ ان کے قدم بقدم اسلامیوں نے
دیکھا۔ بخت نصر کے حملے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد اسرائیلی بیت المقدس پر پھر

قابض ہو گئے۔ اور اسکی یہ وجہ تھی۔ کہ اُن میں اصلاح اعمال پیدا ہو گئی ہم بھی
سلطان صلاح الدین کی طفیل اسرائیلیوں سے بھی جلد ارض مقدس میں پھر واپس آ گئے
لیکن جناب مسیح کے وقت یہود کی عملی حالت بہت ہی ابتر تھی وہ حقائق
سے دُور ہو کر لفظ پرست بن گئے۔ اُن میں کینہ و حسد بدرجۂ اتم تھا۔
اُن میں سے اعمال صالح مفقود ہو چکے تھے۔ اُن کے اُمرا عیش پسند اور اُن کے
غُربا توہم پرست تھے۔ ان میں لاتعداد فرقے پیدا ہو گئے تھے۔ کُفر بازی
کا وہ حال تھا۔ کہ ہر ایک جماعت باقی کُل کے کُل جہودی فرقوں کو کافر جانتی
تھی۔ اگر فریسی فقیر رسمیات کے مجمُوعے کو مذہب سمجھے ہُوئے تھے۔ تو
صدوقی فرشتوں اور حشرِ اجساد کے مُنکر تھے۔ اُن کے اُمرا جبّہ ودستار
کے مرہُون اور شعار ظاہری کو دین و ایمان سمجھے ہُوئے تھے۔ فی الجملہ
جو کچھ آج ہم میں مذہب کا نقشہ بن رہا ہے۔ وہ اس وقت کے اسرائیلیوں
کے حالات کا ہی مُثنّٰی ہے۔ خُدا کا غضب بھڑکا اور اُن کی سزا کے لئے
طیطس آیا۔ اور آج ہماری تعذیب کے لئے یُورو پین اقوام پیدا ہو گئیں
اسرائیلیوں سے وعدہ ہو چُکا تھا۔ کہ آخر کار وہ بیت المقدس
کے وارث ہو نگے۔ اور وہ اس وعدے پر اُدھار کھائے بیٹھے تھے۔
قرآن کریم اُنھیں باتوں کو یاد دلا کر اُنھیں کہتا ہے۔ کہ خدا کی باتیں سچّی
ہیں۔ وہ ہو کر رہتی ہیں۔ اور خدا کے ہاں سے عذاب و انعام حسب قانون
مقررہ پر مرتّب ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ ان احسنتم احسنتم لانفسکم
وان اساتم فلها ۔ ۔ ۔ ۔ عسیٰ ربکم ان یرحمکم وان عدتم
عدنا وجعلنا جهنم للکفرین حصیرا ۔ اگر بھلائی کے کام تم کرتے ہو
تو اپنے لئے۔ اور اگر بدعملی کرتے تو اپنی جان پر۔ ممکن ہے کہ خُدا تم پر رحم کرے
(اور تم بیت المقدس کے پھر مالک ہو جاؤ) لیکن اگر تم خدا سے پھرے تو
خدا تم سے پھر جائیگا۔ اور دوزخ تو کفار کے ہی عذاب کیلئے ایک قید خانہ ہے

رہا یہ کہ تم کیا کرو جس سے تمہارے حالات اچھے ہو جائیں۔ اور پھر تم سے خدا نہ پھرے اور خدا تمہیں بیت المقدس کا وارث کر دے۔ تو پھر تمہاری ہدایت کیلئے ہم قرآن کو ہم نازل کرتے ہیں (ان ھذا لقراٰن یھدی للتی ھی اقوم و یبشرا لمومنین الذین یعملون الصّٰلحٰت ان لھم اجراً کبیراً ۱۵ پ) قرآن کامیابی کا نہایت صحیح سے صحیح راہ بتلاتا ہے۔ اور جو اس پر ایمان لائے۔ اور عمل صالح کرے۔ تو اس کے لئے بڑا اجر ہے +

یہودی بحیثیت قوم تو کب اس آواز پر کان دھرتے۔ اور وہ ایک حد تک قابل معافی بھی تھے۔ کیونکہ وہ تو توریت کے سوا کسی اور صحیفہ کے منجانب اللہ ہونے کے قائل ہی نہ تھے۔ وہ قرآن کو کیوں مانتے۔ لیکن آج جبکہ یہودی نہیں بلکہ ہم دوسری دفعہ بیتُ المقدّس سے نکالے گئے ہیں۔ بلکہ مصلحت ربّی نے تو من وجہہ اسی جگہ انہیں متسلّط کر دیا ہے۔ ہم کو بھی قرآن وہی کہتا ہے۔ جو اس نے ایک وقت یہودیوں کو کہا۔ اس ارشاد ربی کے مقابل ہمارا کیا عذر ہے۔ ہم تو مان چکے ہیں کہ قرآن خدا کی کتاب ہے۔ اس کے ارشادات سچے ہیں۔ یہی ہمارا ایمان ہے کہ اگر یہودی اس ارشاد الٰہی کو مان لیتے تو اُن کی اولاد بالضرور موعودہ زمین کی وارث ہوتی۔ کیونکہ وہ ہم ہی سے ہو کر ہماری طرح سے وارث ارض مبارک ہو جاتے۔ جس کا اشارہ سورہ زیر بحث کی پہلی آیت میں ہے۔ اب اگر پہلی آیت پوری ہوئی ہے۔ تو اخیر حصہ رکوع نے بھی پورا ہونا تھا۔ ہم اس وقت دوسری دفعہ بیت المقدس سے نکالے گئے۔ جو دمشق میں ہمارا حال ہوا ہے۔ وہ بزبان حال کہہ رہا ہے، کہ اگر مسلمانوں پر یہودیوں کی تاریخ دہرائی جا رہی ہے۔ تو یورپین قومیں قرآن کی آیت اولی باس شدید فجاسوا خلل الدیار وکان وعداً مفعولا کی لفظاً لفظاً مصداق بن رہی ہیں۔ اب اگر ہمارا قرآن کریم پر ایمان ہے۔ تو جو وعدہ یا وعید یہودیوں سے قرآن نے کیا۔ اس کے اب ہم مخاطب ہیں۔ ہم فیصلہ کر لیں کہ آیا اس

دوسرے اخراج کے بعد ہمیں بھی اسی ذلت و مسکنت کے مُنہ میں جانا ہے جسمیں یہودی قرآن سے انکار کرنے پر جا پڑے ۔ یا قرآن کی بات کو مان کے ہمیں اپنی گئی گذری طاقت کو پھر واپس لے لینا ہے ۔ ابھی تک تو یہ بھی اللہ کا احسان ہے ۔ کہ ہماری وہ حالت نہیں ۔ جو دوسرے اخراج پر جہودیوں کی تھی پھر بھی اُن کو یہ کہدیا گیا ۔ وان عدتم عدنا اگر تم خدا کی راہوں سے پھر کر تو خدا تم سے اور بھی پھر جائیگا ۔ اسی طرح ایک اور موقعہ پر اُنھیں ڈرایا گیا ۔ واتقو یوماً لا تجزی نفسٌ عن نفسٍ شیئاً ولا یقبل منها عدل ولا تنفعها شفاعة ولا هم ینصرون اُنھیں کہا گیا ۔ کہ ان پر وہ دن آنیوالا ہے ۔ جب انہیں کا ایک ایک کو کچھ فائدہ نہ پُہنچا سکیگا ۔ اور آئے ہوئے عذاب سے بچنے کے لئے ان کے کام نہ کوئی فدیہ نہ سفارش نہ کوئی مدد آئیگی ۔ اُنھیں یہ بھی ڈرایا گیا کہ اُن کے عذاب پر دوسری قومیں مامُور ہونگی مسکنت اور ذلت اُن کے شامل حال ہوگی ۔ گذشتہ ہزار بارہ سو برس کی تاریخ نے ان وعید کو پُورا کر دکھایا ۔ جہاں یہودی گئے مقہور و مغضوب رہے ۔ نہ وہ کسی زمین کے مالک نہ کسی سلطنت کے وارث بنے ۔ ہر جگہ عذاب اُن کے ساتھ گیا ۔ لاکھوں نہیں کروڑوں روپئے اُنھوں نے کمائے لیکن اُن کا روپیہ اُن کے کام نہ آیا ۔ رُوس میں ۔ جرمنی میں ۔ انگلستان اور ایسے ہی دیگر مغربی ممالک میں ۔ غرض ہر جگہ عیسائیوں نے طرح طرح کے عذاب جب اُنھیں دیئے تو اس وقت نہ کسی نے اُن کی سفارش کی ۔ نہ کوئی اُن کی مدد پر کھڑا ہوا ۔ نہ اُن کا مال فدیۃً اُن کے کام آیا ۔ الغرض قرآن کا فقرہ فقرہ ان پر صادق آیا ۔ یہ حالت اس قوم کی ہوئی جو اپنی بد اعمالیوں کے باعث دوسری دفعہ بھی بیت المقدس سے نکلنے پر رُو بہ اصلاح نہ ہُوئی ۔ اُن کے نکلنے کے کچھ عرصہ بعد خدا کا فرمان بصُورت قرآن اُن کے نام یہ آیا ۔ کہ اب تم قرآن پر چلو اور خیر و برکت کے وارث ہو جاؤ گے ۔ اور اگر نہ چلے تو مقہور مغضُوب ہو کر قسم قسم کے عذابوں میں گرفتار ہو گے ۔ جن سے کبھی نجات نہ ملیگی ۔ خدا کے الفاظ پُورے ہو کر رہے ۔ مظالم یہود

کی تاریخ کہتی ہے - کہ ظہور اسلام کے بعد بھی یہ عذاب آیا جس سے بچاؤ اگر ہو سکتا تھا تو قرآن کی طفیل - اور عجیب بات یہ ہے - کہ اگر جھودی بالواسطہ قرآن کے ماتحت نہ ہوئے تو پھر بھی اُن کی قوم کا وہ حصہ عذاب شدید سے بچ گیا - جو خادمانِ قرآن کے محکوم رہا - یعنی بالمقابل جو عیسائی حکومت کے ماتحت رہے اُن پر قرآن کریم کا فتوےٰ لفظاً اور معناً پورا ہوا +

وہ اصحاب جو قرآن کی آیاتِ عذاب کو ہمیشہ ظہور قیامت سے وابستہ کرکے یہاں کے لئے بیفکر ہوجاتے ہیں - وہ غور کرلیں کہ آیت بالا میں جس عذاب کا قرآن نے ذکر کیا - وہ اسی دُنیا میں نازل ہوُا - ہمارا یہ تو ایمان ہے - کہ حیات بعد الموت میں بیشک ایسے عذاب وارد ہونگے - لیکن اس دُنیا کی بدعمل زندگی بھی اُن عذابوں سے خالی نہیں رہتی +

اگر ہم بھی اسرائیلیوں کی طرح قرآنی احکام سے دُور رہے - تو پھر وہ عذاب بھی یہاں ہم پر آکر رہیگا - جس کے ابتدائی آثار شروع ہو گئے - ذلت کے معنے حکومت کا نہ ہونا - اور مسکنت کے معنے زمین کا قبضہ سے نکلجانا بھی آیا ہے - یہودیوں پر اس طرح مسکنت و ذلت آئی - گو جنگ عظیم کے بعد اب یہودیوں کا رنگ بدلتا نظر آتا ہے - اور قضا و قدر یہیں جھودیوں کا قائممقام بناتی نظر آتی ہے - اس جنگ عظیم سے نہ صرف ہمیں بیت المقدس سے ہی نکالا - بلکہ اس کے بعد مسکنت و ذلت کی صُورتیں بھی کھُلے سے کھُلے رنگوں میں پیدا ہونے لگ گئیں - بہت سے ممالک ہماری حکُومت سے نکل گئے - جن زمینوں کے ہم مالک تھے - وہ دوسروں کے ہاتھ میں چلی گئیں - اور اگر چندے یہی حالت رہی - اور ہم نے قرآن پاک کے اس ارشاد مذکورہ بالا کی طرف توجہ نہ کی جو یہودیوں کو بیت المقدس سے دوبارہ نکالے جانے پر نبوت مصطفوی کے ذریعہ ہوُا تو پھر ہماری حالت کیوں وہ نہ ہوجائے - جو یہودیوں کی آج سے دو سو برس پہلے یورپ میں تھی - یعنے وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ ہانکے گئے - جہاں بھی اُنہوں نے مسکن بنایا - وہ وہاں - سے کچھ عرصہ بعد طرح طرح کے عذاب کے ساتھ

نکالے گئے۔ اور ایسے وقت میں نہ کسی نے اُن کی مدد کی۔ نہ اُن کی کمائی اُن کے کام آئی۔ خدا تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے لیکن اُس کا قانون وان عدتم عدنا ہے ✦

یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ خدا کی جناب میں لوگوں کی تقسیم اس طرح پر نہیں ہُوا کرتی۔ جس طرح اہل دُنیا بلحاظ مذہب و ملت کیا کرتے ہیں۔ ہماری تقسیمیں تو عُرفی تقسیمیں ہیں۔ قرآن کریم نے تحسبهم جمیعا و قلوبهم شتی کے حقیقی نظریہ کی طرف اشارہ کرکے ہمیں بتلا دیا ہے۔ کہ خدا کے ہاں مسلم مومن یہود۔ نصاریٰ۔ صابی کافر مشرک کی تقسیم قلبی کیفیت سے ہُوا کرتی ہے۔ جو یہاں مسلم کہلاتا ہے۔ اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اُسے ایسا ہی کہیں۔ کیونکہ شریعت کا حکم ظاہر ہے لیکن یہ بھی ضروری نہیں کہ خدا کی جناب میں بھی وہ ایسا ہی سمجھا جائے۔ اور جسے ہم یہودی نصرانی یا کافر کے نام سے پکارتے ہیں۔ ممکن ہے کہ خدا کی جناب میں وہ ایک حد تک ایسا نہ ہو۔ کیا عجب ہے۔ کہ یہاں کا یہودی یا نصرانی کسی رنگ میں خدا کے ہاں مسلم و مومن ہو۔ اور یہاں کا عُرفی مومن و مسلم کسی رنگ میں خدا کے ہاں یہودی و نصرانی ہو۔ اسپین سے مسلمان جس حالت میں اور جس عذاب کے ساتھ نکالے گئے۔ وہ تو نقشہ اسی عذاب کا تھا۔ جو یہودیوں پر وارد ہُوا۔ اور جس کے متعلق قرآن نے ان ہیبتناک الفاظ میں پیشگوئی فرمائی واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئاً ولا تقبل منها عدل ولا تنفعها شفاعة ولا هم ینصرون اس دن سے ڈرو جب کسی کے کچھ کام نہ آئیگا۔ نہ فدیہ قبول ہوگا۔ نہ سفارش و مدد کام آئیگی۔ اُندلس میں جو ہماری تمکنت تھی۔ وہ یہودیوں کو حضرت سلیمان کی شوکت یاد دلاتی ہوگی۔ لیکن جس دن ہم وہاں سے نکالے گئے۔ اس دن نہ کوئی سفارش نہ فدیہ اور نہ کسی کی امداد کام آئی۔ اس کے بعد ہم پھر سنبھلے اور کئی صدیاں کسی اور جگہ شوکت کی گذریں۔ آج پھر ذلت و مسکینی کا دروازہ ہم پر کھول دیا گیا۔ اور یہ بھی خدا کی بے نیازی ہے۔ کہ ہم پر اس عذاب سکنت

کو وارد کرنے والے وہ مسلّط کیئے گئے ۔ جو آج تک خود اس فتوے نلے تھے ۔ یہودی آج فلسطین میں جاکر مسلمانوں سے زمینیں لے رہے ہیں۔ اگر ان واقعات کے ظہور پر بھی ہم نہ سمجھیں کہ اسرائیلی مقہوریت و مغضوبیت اب ہماری طرف آرہی ہے ۔ اور اس کا ذکر اگر قرآن نے کیا تو ہمارے سبق کے لیئے نہ کسی واقعۂ تاریخ سے ہیں باخبر کرنے کیلئے قویاد رہے ۔ کہ خود ہمیں بھی مخاطب کر کے قرآن نے ذیل کے الفاظ ارشاد کیئے ہیں :۔

یا یھا الذین امنوا انفقوا مما رزقنا کم من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیہ ولا خلۃ ولا شفاعۃ والکافرون ھم الظالمون ۲/۲۵۴ اس آیت میں مسلمانوں ہی کو خطاب کیا ۔ اور اس دن سے ڈرایا کہ جب کوئی سفارش یا دوستی یا مال ہمارے کام نہ آئیگا ۔ اور ہم مظلومی کی حالت میں آجائیں گے ۔ اگر یہودیوں کے متعلق عذاب کی آیت جیسکہ اوپر لکھا گیا ۔ اس دنیا میں ہی پوری ہوگئی ۔ تو دوسری آیت کا تعلق ہماری دنیوی حالت سے کیوں نہ ہو ۔ اس آیت میں والکافرون ھم الظالمون کہکر یہ اشارہ بھی کردیا گیا ۔ کہ مسلمانوں پر اس قسم کی سزا اسی وقت مرتب ہوگی جب وہ اپنے اعمال کے لحاظ سے قرآن کے کافر اور ظالم ہوجائیں گے ۔ اور یہ تو قرآن کریم نے بار بار فرمایا کہ ظالموں پر ہی ظلم ہوا کرتا ہے +

بیت المقدس میں ایک مغضوب قوم کا اس وقت عزت و شوکت کے ساتھ آنا اور ہمارا اسی جگہ اس قوم کا قائممقام بن جانا اس بات کی شہادت دیتا ہے ۔ کہ ہم نے اُن کا رنگ اعمال اختیار کرلیا ہے ۔ اور اُنھوں نے اسلامی اصول اختیار کر لیئے ہیں ۔ یہ تو خیر فلسطین کا قصہ ہے ۔ خود ہمارے ملک میں کیا ہو رہا ہے ۔ تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے ۔ کہ ہندو اور یہودی اعمال و اخلاق کے لحاظ سے بہت حد تک ایکدوسرے کے مثنیٰ واقع ہوئے ہیں ۔ یہ دونوں قومیں

صدیوں تک ذلت و مسکنت کی شکار رہیں۔ قرنوں سے محکومیت اور غلامی اُنکے حصے میں آئی۔ روپیہ سے محبت سُود خوری خود غرضی تنگدلی وغیرہ وغیرہ میں یہ دونوں قومیں ایک دوسرے کی مثیل رہیں۔ اپنے اعمال اور اخلاق میں یہ دونوں ایک دوسرے کے مثیل رہے۔ لیکن کچھ عرصہ سے ان کے حالات بدلنے لگ گئے۔ اور دونوں نے ایک ہی طریق اصلاح کو اختیار کیا یہودی تو پچھلی صدی سے اور ہندو اس صدی میں ایک ہی امر پر کاربند ہوئے

اب سوال یہ ہے۔ کہ اس انقلاب کا علاج کیا ہے۔ ان اوراق میں جو مرثیہ خوانی میں کر رہا ہوں۔ وہ تو آج پچاس سال سے ہو رہی ہے حالی۔ سرسیّد اسی کے پہلے نوحہ خوان تھے۔ لیکن ہم میں سے کسی نے سبق نہ لیا یہ اب چاروں طرف سے آواز بھی آرہی ہے۔ اور میری فریاد بھی ایک صوت بازگشت ہے۔ کہ ہم نے قرآن چھوڑا اور ہمیں عزت و شوکت نے چھوڑا۔ اس بات پر ابھی تک ہمارا ایمان ہے۔ کہ قرآن کا یہ وعدہ سچا ہے۔ کہ اس پر چل کر مصیبتیں دُور ہو جاتی ہیں۔ اور اصلاح حالات پیدا ہو جاتی ہے لیکن یہ وعظ تو کرتے اور سُنتے سُنتے ہم تھک گئے عمل کا وقت ابھی نہ آیا۔ اور باتوں کو چھوڑ کر یہاں میں ایک بات کا ذکر کرتا ہوں۔ جس کے ذریعے ہم قومی موت اور اجتماعی ذلت سے بچ سکتے ہیں۔ یہ ہی وہ علاج ہے۔ جس کی طرف میں نے ابھی اشارہ کیا ہے۔ جسے گذشتہ صدی سے یہودیوں نے برتا اور ان سے ذلت و مسکنت کے آثار دور ہونے لگ گئے۔ یہی وہ علاج ہے جسے برادران وطن نے گذشتہ پچاس سال سے شروع کیا۔ اور آج اُن میں بھی زندگی کے آثار پیدا ہونے لگ گئے۔ وہ علاج نہ میرا تجویز کردہ ہے۔ نہ کسی مدبر قوم یا حکیم نے نکالا ہے۔ وہ خدا کا مقرر کردہ ہے۔ اور خدا کی کتاب میں اس کا ذکر ہے۔ وہ نہ صرف ذلت و مسکنت کا حتمی علاج ہے۔ بلکہ اس سے روگردانی کا نام موت و ہلاکت ہے۔ چنانچہ جب آنیوالے عذاب سے خدا کی کتاب نے جس جگہ ہمیں ڈرایا ہے وہیں

اس علاج کا بھی ذکر کر دیا لیکن ہم نے اُس حکم سے مُنہ موڑا اور موت کو اپنی طرف بُلا لیا۔ ہاں ابھی تک مایُوسی کا وقت نہیں آیا۔ ہندو یا یہودی جس مقام ذلت پر پہنچے تھے۔ وہاں ہم ابھی نہیں پہنچے۔ دُنیا میں ابھی ہماری سلطنتیں موجود ہیں ہم کہیں کہیں ایک حد تک تمکنت فی الارض رکھتے ہیں۔ اور یہ دو تو باتیں ہندوؤں یہودیوں کے ہاتھ سے نکل چکی تھیں۔ لیکن انہوں نے قرآنی اصول پر اصلاح حال کی طرف توجہ کی ہے۔ اگر وہ کتاب حکیم کے نسخے سے مستفیض ہو سکتی ہیں تو ہم کیوں نہیں ہو سکتے۔ قرآن ارشاد فرماتا ہے۔ یا ایھا الذین امنوا انفقوا مما رزقنٰکم من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیہ ولا خلۃ ولا شفاعۃ والکافرون ھم الظالمون ۲/۲۵۵ وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین ۲/۱۹۱ اے خدا کی باتیں ماننے والو! تم پر بھی ایسا دن آسکتا ہے۔ جب کسی قسم کی تجارت یا مال یا دوستی یا سفارش کام نہیں آسکتی۔ اور یہ حالت اُن کی ہو جاتی ہے۔ جو خدا کی باتیں نہیں مانا کرتے (وہی کافر ہیں) اور یہی لوگ اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔ ایسے روز بد سے بچنے کی ابھی سے فکر کر لو۔ اور اس کا علاج یہ ہے۔ کہ جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے خدا کی راہ (قوم کی راہ) میں خرچ کرو۔ اور اگر ایسا نہ کرو گے تو تم اپنے ہاتھ سے اپنے لئے ہلاکت پیدا کر رہے ہو۔ اس ہلاکت سے بچنے کیلئے مروّت و احسان کرو۔ اللہ ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہے۔ ہندو اور یہودیوں میں اُسی وقت قومیت کے آثار پیدا ہوئے جب وہ قرآنی اصول زکوٰۃ پر کاربند ہوئے۔ یعنے انہوں نے اپنے مال ومنال کا ایک حصہ قومی مفاد کیلئے الگ کر دیا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آج سے پہلے ان قوموں میں خیرات نہ تھی لیکن وہ بعض مخصوص لوگوں پر خرچ ہو جاتی تھی۔ ہندو اگر برہمن۔ سادھو۔ پانڈوں پر اپنی خیرات خرچ کرتے تھے۔ تو یہودی زر خیرات کو رُہبان۔ فقیہی۔ فریسی سنبھال لیتے تھے۔ آج یہی حالت ہماری ہو رہی ہے۔ مسلمان اس گئے گذرے

زمانہ میں بھی کسی سے اس میدان میں پیچھے نہیں لیکن ہماری خیرات بھی ان دنوں بہت حد تک بعض خاندانوں یا بعض افراد کی خدمت میں چلی جاتی ہے جس طرح برہمن اور پجاری اور کچھ صدیوں پہلے یہودی اور عیسائی راہب قومی خیرات کو سمیٹ کر ایک اعلے عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتے تھے جیسے کہ قرآن حمید نے ذکر کیا۔ وہ ہی حال ہمارے ہاں بھی ہے۔ وہ خیرات کا روپیہ جو نذر و نیاز کے رنگ میں جو چند خاندانوں کی طرف جارہا ہے۔ اور جس سے وہ عیش وعشرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اگر وہ ہی قرآن کے بتائے ہوئے طریقوں پر خرچ ہو تو ہمارے بہت سے مصائب دور ہو سکتے ہیں۔ یہودیوں نے پچھلی صدی سے ان کے بعد ہندوؤں نے اور آج سکھوں تک نے اس قرآنی راز کو سمجھا ان تینوں قوموں نے اپنی خیرات کے حصہ کثیر کو انفرادی مفاد سے الگ کر کے قومی مفاد میں خرچ کرنا شروع کیا بلکہ اکثر نے تو قومی فائدے کے لئے خیرات کو مخصوص کردیا۔ اور سکھ بھائی تو اس حد تک پہنچ گئے کہ انھوں نے گردواروں سے بھی عیش پرست مہنتوں کو نکال دیا۔ اور وہاں کی آمد کو قومی مفاد پر خرچ کرنا شروع کیا۔ آج مغربی ممالک میں اگر جاکر دیکھیں تو یہودی خیرات کا کروڑہا روپیہ قوم کی تعلیم میں قومی یتامیٰ کی پرورش میں غربا کی امداد میں بگڑی ہوئی تجارتوں کی اصلاح میں قومی رفاہ کی مختلف شکلوں میں خرچ ہورہا ہے۔ اور یہ آج سے نہیں بلکہ پچھلی صدی سے ہورہا ہے۔ اور یوں کہنا چاہئے کہ قرآن کریم کی آیات انفاق فی سبیل اللہ سے یہودی قومیں مستفیض ہورہی ہیں ؛

یوں تو ہر مذہب نے خیرات پر زور دیا ہے لیکن اسلام نے ہی خیرات کی تنظیم وتقسیم کے قواعد مرتب کیئے۔ قرآن نے بھی انفرادی صدقات کی اجازت دی۔ لیکن فرضی زکوٰۃ کو علے الخصوص قومی مفاد کے لئے رکھا۔ اور ہر جگہ خیرات کا زیادہ حصہ اجتماعی قومی اغراض کے لئے مخصوص کرنے کا حکم دیا لیکن عجب الٹ پھیر

ہے۔ کہ یہ قومیں اپنی خیرات و صدقات کے خرچ کو تو قرآنی احکام کے ماتحت لے آئیں ۔ اور ہم اہلِ قرآن ارشادات مصحف پاک سے روگرداں ہو کر اپنے خیرات و صدقات کو اسی قسم کے گروہ کے حوالے کر رہے ہیں۔ جیسے گذشتہ زمانہ میں عیسائی و یہودی کیا کرتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ایمان کے جو ثمرات اس دُنیا میں مُرتّب ہوا کرتے ہیں ۔ وہ یہودی اور عیسائیوں کے ہاں چلے گئے ۔ اور جو کفر عقاب کے ہوتے ہیں ۔ وہ ہمارے حصے آ گئے اب انعام خداوندی میں یہودی عیسائیوں کے شریک ہمارے برادرانِ وطن بھی ہونے لگ گئے ۔ اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا ۔ عمل و نتائج کے فلسفہ کو قرآن حکیم نے نہایت شد و مد کے ساتھ تعلیم کیا ہے ۔ جہاں بھی ترقی و بہبودی کے اسباب مبینہ قرآن جمع ہو گئے ۔ عام اس سے کہ ان اسباب سے تمسک کرنے والا ہندو ہے یا یہودی ۔ عیسائی ہے یا مسلمان نتائج مقرر کردہ مرتب ہو جائیں گے ۔ قرآن نے جو اجتماعی رفعت اور قومی مُفاد کو عزّت دی ہے وہ انفرادی حیثیت کو نہیں دی ۔ غیر مسلموں نے اس حقیقت کو سمجھا ۔ ہندوؤں نے اپنے دان پُن کا دروازہ بہت حد تک برہمنوں اور پانڈوں پر بند کر کے اسے قومی تعلیمگاہوں حرفتی و صنعتی مدرسوں ۔ قومی ضرورتوں پر خرچ کرنا شروع کر دیا انہوں نے قرآن کریم کی اس تعلیم کو سمجھا ۔ کہ اگر قوم کو بحیثیت مجموعی موت سے بچانا چاہتے ہو تو سب سے اوّل انفاق فی سبیل اللہ کرنا سیکھو ۔ اور اپنے روپیہ کو کسی پیر ۔ فقیر ۔ مُرشد کے اسباب عشرت مُہیّا کرنے میں خرچ نہ کرو بلکہ قومی مفاد میں خرچ کرو +

غضب تو یہ ہے ۔ کہ انھیں باتوں کو اگر ہم کسی پبلک جلسے میں اسلام اور دیگر مذاہب کا مقابلہ کرتے ہوئے بیان کیا جاوے ۔ یعنی غیر مسلموں کو مخاطب کر کے یہ کہیں کہ ترقی و تمدن کی جو راہیں قرآن پاک نے تجویز فرمائیں وہ قرآن کا ہی حصہ تھا ۔ اور وہ باتیں قرآن کے سوا ہمیں کہیں نظر نہیں آتیں ۔ مثلاً

اگر یہ کہدیا جائے کہ صرف اسلام نے ہی کسی قوم کو بحیثیت قوم ترقی کی خاص راہیں بتلائی ہیں۔ اور اسی کے ضمن میں یہ کہا ہے۔ کہ انفرادی تعوذ سے قوم زندہ نہیں رہتی۔ بلکہ اجتماعی طاقت ہی سے زندہ رہ سکتی ہے۔ اور وہ قوم مرجائیگی۔ اور ساتھ ہی اس کے اس قوم کے اہل ثروت بھی ذلیل ہو جائیں گے۔ اور اگر اس قوم کے مقتدر افراد اپنی خیرات کو قومی مفاد پر خرچ نہ کریں گے۔ تو چاروں طرف سے مسلمان احسنت و مرحبا پکار اُٹھیں گے۔ اور یہ اسلئے کہ اس وقت اسلامی تعلیم کا دوسرے مذاہب سے مقابلہ ہو رہا ہے۔ لیکن اگر ان احسنت و مرحبا کہنے والے مسلمانوں کو بعض تعلیمات خصوصی کی طرف بغرض عمل مخاطب کیا جائے۔ تو ان پر ایک موت سی وارد ہو جاتی ہے۔ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ عملی موت جو آج ہم خود اپنے اوپر وارد کر رہے ہیں۔ وہ نتائج کا جامہ پہننے لگ گئی ہے۔ اور اگر جلد سے ہمنے اپنا طرز عمل نہ بدلا تو ہم بھی ہلاکت شدہ قوم کی فہرست میں آجائیں گے۔ بعض پڑھے لکھے تو اب بھی یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے دن اب گنے جا چکے۔ وہ اپنی گئی ہوئی طاقت کو واپس نہیں لے سکتے کیونکہ تاریخ عالم میں جو قوم ایکدفعہ مرگئی۔ وہ زندہ نہیں ہوا کرتی۔ اس اصول حقہ کی طرف بھی سب سے اول قرآن نے ہی پہلے مسلمانوں اور پھر اہل دنیا کو متنبہ کیا۔ چنانچہ فرمایا۔

حرامٌ علی قریۃ اھلکنٰھا انھم لا یرجعون۔ جس قریہ (قوم) کو ہم ہلاک کردیں۔ وہ پھر زندگی کی طرف عود نہیں کرتی +

یہ اصول حقہ اس لئے تعلیم نہیں کیا گیا۔ کہ ہمیں ایک تاریخی صداقت سے اطلاع دی جائے۔ بلکہ جس سورۃ شریف میں یہ آیت آئی۔ اسمیں قومی زیست و ہلاکت کے اصول باندھ دیئے گئے۔ پھر قوم سے مُراد عیسائی۔ موسائی۔ ہندو مسلمان نہیں لی گئی۔ قرآن نے اُسی قوم کو زندہ قوم کہا۔ جو قرآن کے اصولوں پر چلی۔ خواہ عُرفاً اُس قوم کا کوئی نام ہو۔ اور اسی قوم پر ہلاکت کا فتویٰ صادر فرمایا۔ جو زندگی کی راہوں سے

ہٹ گئی۔ یہ آیت سورۂ انبیاء میں آئی ہے۔ اس سورۂ شریف میں مخالفین انبیاءٔ
کی ہلاکت اور ان کے متبعین کی نجات کا ذکر ہے۔ اور متبعین سے مُراد وہی
ہیں۔ جو انبیاء علیہم السلام کے بتائے ہوئے اصولوں پر چلے۔ اس آیت کے
بعد ہی یاجوجی ماجوجی سطوت کا بھی ذکر کر دیا گیا۔ نہ اس لئے کہ یہ قومیں بھی خواہ
کتنی ہی صاحب قوت ہوں اپنی بدعملی پر اس اصول ہلاکت کے ماتحت ہیں
بلکہ ان کے غلبہ پر جس جس قوم کی ہلاکت قریب آ جائیگی۔ اور جنہیں یہاں کا او
آنیوالا جہنم ملتا ہے۔ اُن کا بھی ذکر کر دیا گیا۔ اور ساتھ ہی ہلاکت و زلیت کے اسباب بھی بتا دیئے
یہ امور سورۂ انبیاء کے ساتویں رکوع میں آتے ہیں جس کو آیات ذیل نے شروع کیا ہے۔
فمن یعمل من الصّٰلحٰت وھو مومن فلا کفران لسعیہ وانا لہٗ کاتبون
وحرامٌ علیٰ قریۃٍ اھلکنٰھا انھم لا یرجعون + یعنی جو اعمال صالح کریں گے۔
اور وہی مومن ہیں۔ ان کے اعمال کی عزت ہوگی۔ جو ضائع نہ ہوں گے ہم
یہ باتیں لکھنے والے ہیں۔ اور جب کسی قوم کو ہم نے ہلاک کیا۔ وہ پھر اٹھ نہیں
سکتی۔ خدا تعالیٰ نے حیات وموت کا اصول ان دو جملوں میں بیان
کر دیا۔ یعنے عمل صالح سے ہی قومی حیات وابستہ ہے۔ اسی طرح قومی
حیات وممات بالفاظ دیگر قومی حکومت ومحکومیت کے اسباب سورۂ
مُلک کے شروع میں بیان کر دیئے۔ تبٰرک الذی بیدہ الملک وھو
علیٰ کُل شئ قدیر ۝ الذی خلق الموت والحیٰوۃ لیبلوکم ایکم
احسن عملاً۔ حیات وموت انفرادی ہو یا قومی حسن عمل یا فقدان عمل حسنہ
ہی سے وارد ہوتی ہے۔ دُنیا کی سلطنت تو قدیر خدا کے ہاتھ میں ہے۔ وہ زمین
با صالح قوم کو حکومت بخشتا ہے۔ اور بدعملیوں پر قومی موت وارد کر کے اُن سے
سلطنت واپس لے لیتا ہے۔ سُورۂ مُلک کو ان الفاظ سے شروع کرنا اور
سُورۂ انبیاء میں یاجوج ماجوج کی سطوت کا ذکر کرتے ہوئے۔ فمن یعمل
من الصلحت وھو مومن فلا کفران لسعیہ کا ارشاد کرنا گویا حیات وممات

قومی یا حکومت و محکومت دنیوی کے فلسفے کو بتلا دیتا ہے۔ اسی رکوع میں یہ فرمایا
ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصلحون ان
فی ھذا لبلغا لقوم عبدین ۔ وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین۔
ہمنے ذکر کے بعد زبور میں لکھ دیا ۔ کہ زمین کے مالک خدا کے نیک بندے
ہی ہونگے۔ پھر عابدین کہکر صالح بندوں کی یہ تعریف کردی ۔ کہ وہ خدا کے
احکام پر چلنے والے ہونگے ۔ پھر اس پر وما ارسلنک الا رحمۃ
للعالمین کہکر یہ بتلا دیا ۔ کہ وہ احکام جن پر اس عالم کی قومیں حقیقی عابد بنکر
موزد رحمت ہوجائینگی ۔ اور اس کا نشان زمینی سلطنت بھی ہے وہ آنحضرت صلعم
کے ذریعے بیان کردیئے گئے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے ۔ کہ نزول قرآن کے بعد
وہی قومیں حیات طیبہ حاصل کرینگی ۔ جو آنحضرتؐ کے بنائے ہوئے اصولوں پر
کاربند ہونگی ۔ چنانچہ ان آیات کے بعد ہی ارشاد ہوتا ہے ۔ قل انما یوحی الی
انما الھکم الہ واحد فھل انتم مسلمون یعنی آنحضرت صلعم اگر
دُنیا کے لئے رحمت ہیں ۔ تو اس لئے کہ ان کے ذریعے دُنیا کو اس زندگی
میں الھکم الہ واحد کی اطلاع دیگئی ہے ۔ یعنی تمہارا متبوع تمہارا مطاع
اور وہ ذات جس سے تم نئے قوانین حصول حیات و مملکت لینے ہیں ۔ وہ ایک
ہی ہے ۔ اگر صرف اسی کے بتائے ہوئے قوانین پر چلو گے ۔ اور یہی توحید ہے
تو حیات و حکومت کو پالو گے ۔ والا اگر انھوں نے قوانین زندگی کیلئے کسی اور
طرف دیکھا ۔ اور یہی شرک ہے ۔ تو محکومیت کی موت کا شکار ہو جاؤ گے ۔
فھل انتم مسلمون (کیا اب بھی تم اطاعت خدا نہ کرو گے) +

مَیں اس ارشاد سے اپنے بھائیوں کو مخاطب کرتا ہوں ۔ خدا کیلئے
غور کریں ۔ اور یاد رکھیں کہ خدا کی کتاب ایک منظم اور مرتب کتاب ہے ۔ اسکی
آیت آیت ایکدوسرے سے مربوط ہے مصیبت تو یہ پڑی ہے ۔ کہ جہاں عذاب کا ذکر
آیا ہی ۔ ہمنے اسے حیات بعد الموت کے متعلق اور وہ بھی کفار کے لئے سمجھا ۔ لیکن

سورہ انبیاء کے اس ساتویں رکوع میں جن زمین کے وارث عابد اور صالح بندے بتلائے گئے ہیں۔ وہ تو متفقہ طور پر بیت المقدس ہے۔ پھر اسی رکوع میں یاجوج ماجوج کا ذکر بھی ہے۔ اور آج وہ زمین انہی قوموں کے پاس چلی گئی ہے۔ پھر عذاب وادہ قوموں کا جو نقشہ اس رکوع میں ہے۔ وہ آج ہمارا ہو رہا ہے۔ پھر کیوں ہم سبق نہیں لیتے۔ سب سے بڑھ کر یہ امر قابل غور ہے کہ اس رکوع کو آیت ذیل پر ختم کیا ہے۔ قل رب احکم بالحق وربنا الرحمن المستعان علی ما تصفون۔ اس سے تو ظاہر ہوتا ہے۔ کہ سلطنتوں کے آنے اور چھن جانے کے فیصلے رب العلمین کے ہاں حق وراستی ہی ہوتے ہیں اور وہ رب تو رحمن ہے۔ جس کی رحمانیت مسلم غیر مسلم میں تمیز نہیں کیا کرتی۔ اور اسکی اعانت اسی کو ملتی ہے۔ جن کے حالات و اعمال صفات خداوندی کے مخالف نہیں ہوا کرتے۔ وہ رب رحمان انہیں کے لئے مستعان ہوتے ہیں۔ جو اخلاق الٰہیہ سے متصف ہو جاتے ہیں +

یہ جو الٰھکم الٰہ واحد (تمہارا متبوع ایک ہی ہے) کا پیغام دیا تو اس کی مراد وہی رسمی توحید نہیں۔ یعنی خدا کے سوا کسی اور کو خدا نہ ماننا اگر اتنی ہی توحید تھی تو رحمت موعود وہ دوسروں کے گھر کیوں چلی گئی۔ ہمنے تو کسی اور کو خدا نہیں بنایا۔ لیکن قرآن کریم نے جس توحید کا ذکر کیا ہے۔ اور جو ہم سے جاتی رہی ہے۔ اور جس کی پابند اس وقت وہ قومیں ہیں جنہیں ہم مشرک کہتے ہیں۔ وہ توحید فی العمل ہے۔ یعنی زندگی کے قوانین اور حیات طیبہ کے اصول ہم صرف ایک خدا سے لیں۔ اور وہ اصول رحمۃ للعالمین کی معرفت دنیا میں آچکے ہیں۔ چنانچہ بنظر بصیرت سے ان اصولوں کا مطالعہ کرو جن پر مغربی قومیں چل رہی ہیں۔ تو وہ اصول تمدن قرآن کے تعلیم کردہ نظر آئینگے بالمقابل جو اسوقت ہمارے اصول زندگی ہیں۔ وہ قرآن کے نہیں۔ پھر موحد و مسلم یا مشرک کافر کی تعیین میں ہم سے اگر تعصب غلطی کرا رہا ہے۔ تو اسوقت عزت و ذلت حیات و ممات حکومت و محکومیت کے مناظر و بصائر جو زمانہ میں نظر آ رہے ہیں وہ صاف بتلا رہے ہیں کہ خدا کے عابد بن یعنی اسکے قانون پر چلنے والے ہم نہیں یا کون اور رہیں +

صنف نازک اور اسلام

(از قلم خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

اسلام ایک ابر رحمت تھا۔ جو سرزمین کے چپہ چپہ پر برسا۔ زمین کا ہر گوشہ و کونہ اس کے باران رحمت سے سرسبز و شاداب ہوا۔ ریت کے ٹیلوں اور سنگلاخ قطعات ارض کے لئے بھی وہ ایسا ہی فیض رسان ثابت ہوا۔ جیسا کہ سیراب میدانوں کے لئے۔ اُس کے جود و کرم سے سب کے دامن سوال پُر ہوئے۔ سب اسکی بخشش کے زیر بار منت بنے۔ انسانی زندگی کا کوئی پہلو نہ تھا۔ جس پر انوار آلہیہ نے ضیا پاشی نہ کی ہو۔ تاکہ ضعیف انسان صراط المستقیم کی تلاش میں بھٹکتا نہ پھرے۔ تصویر زندگی کا کوئی ایسا خط و خال نہ تھا۔ جو نگاہ منتظر سے مستور رکھا گیا ہو۔ تاکہ روز محشر کے دن انسان غلط کار زندگی کا ذمہ وار اپنی بےخبری نہ ٹھیرا سے فرقان حمید نے الجملہ اور امور زندگی کے مسئلہ زناشوئی کو نہایت اہم قرار دیتا ہے۔ اور اہمیت کو مد نظر رکھ کر اس راستہ کے کل نشیب و فراز سے آگاہ کرتا ہے۔ معمولی سے معمولی ناہموار مقام کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ کہ لغزش و ٹھوکر کا ذرہ بھر احتمال بھی باقی رہے +

ظہور اسلام سے قبل صنف نازک سوسائٹی میں نہایت ادنےٰ پایہ رکھتی تھی۔ اسکی جگہ آخری صف میں تھی۔ مرد کی نگاہ اُسے حقارت سے دیکھتی تھی۔ وہ گناہ کی دیوی اور سر چشمۂ ذمائم تصور ہوتی تھی۔ مساوات و حریت کی وراثت سے محروم تھی۔ اس کا شمار مرد کے سامان تفنن طبع میں ہوتا تھا۔ مطبخ کی رات دن پرستش اس کا نصب العین مقرر تھا۔ لیکن دنیا کے کسی مذہب کسی تہذیب نے کبھی اسکی حمایت میں لب کو جنبش تک نہیں دی۔ بلکہ ہمیشہ سب اسی کوشش میں رہے۔ کہ اُسے

مورد مزید عتاب بنایا جائے۔ اس پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے جاتے۔ مگر عیسائیت کے کمان نے جو تیر بھی اس پر پھینکا۔ وہ زہر خوردہ تھا۔ جس سے جاں بر ہونے کی اُمید بہت دُور تھی۔ یہاں تک کہ فرزندانِ تثلیث کے جور و جفا کی نظیر تاریخ عالم میں کہیں نہیں ملتی۔

اس باب میں اسلام اور عیسائیت کا طرزِ عمل یکسر متضاد ہے دونوں کے مسلک میں آسمان و زمین کا تباین ہے۔ عیسائیت نے جسقدر سرد مہری تنگدلی کا ثبوت دیا۔ اسلام نے اس سے کئی درجہ زیادہ گرم جوشی و فراخدلی کا برتاؤ کیا۔ وہ ابتذال و تحقیر کے گڑھے میں سرنگوں پڑی تھی۔ اس کا مقام بلند کیا۔ اُسے مرد کے برابر رُتبہ عطا کیا ہے۔ مرد کے پہلو میں اس کی جگہ مقرر کی۔ بمقابل اس کے تہذیب روما کے عہد میں جوں ہی صنف ضعیف نے حُریت کی گردن بلند کی۔ تو عیسائیت نے اُس کے گلے میں طوقِ اسیری کی ایک اور بوجھل زنجیر ڈال دی۔ چنانچہ اس کا سر نگوں ہو گیا۔ اس کے خرمن جرأت کو عیسائیت نے برق آسا پھونک دیا۔ اور اس تحریک کے ثمرات خاک میں مل گئے۔ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے۔ موضوع قصہ کہانی نہیں۔ کہ صدائے انکار سے اسکی حقیقت بدل جائے۔ جناب عیسیٰؑ نے صنف نازک کی ترحم خیز درماندگی پر کوئی توجہ نہ کی۔ ہمدردی کا کوئی فعل ان سے سرزد نہیں ہوا۔ انکی شریعت زناشوئی جیسے اہم مسئلہ سے خالی ہے۔ عیسائیت کے علمبردار بھی اپنے آقا کے نقش قدم پر چلے۔ ان کے لب حمایت بھی دربستہ رہے ایک لفظ بھی صنف نازک کی فلاح و بہبودی کا اُن کی زبان سے نہ نکلا۔ عیسائی سلاطین اُن کی تقلید باعث فخر سمجھتے رہے۔ آخر کار جبر و تشدد سے تنگ آن کر صنف نازک نے تمرد و سرکشی کے ہتھیار باندھ لئے۔ اس تحریک کے نتائج صنف نازک کے حق میں ثابت ہوئے۔ اور آزادی و

حریت کے جو نظارے یورپ میں آجکل جلوہ نما ہیں اسی تخم دیرینہ کے ہی بروبرگ ہیں۔ پھر یہ کہاں تک درست ہے۔ کہ صنف نازک کی آزادی و مساوات کا سہرا عیسائی اپنے سر پر باندھیں +

حضرت موسےٰ کی شریعت میں بھی صنف نازک کے درد کا کوئی علاج موجود نہ تھا۔ وہ کیونکر اس کے آزار کی چارہ سازی کرتی۔ وہ بھی اس باب میں بیکار و بیسود ثابت ہوئی۔ چنانچہ عورت مرد کے دام تزویر میں گرفتار ہی رہی۔ توریت اُسے کیا آزادی دلا سکتی تھی۔ وہاں تو عورت کے لئے یہ حکم تھا "کہ تمہاری آرزوئیں خاوند کی خوشی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور وہ تمہارا حاکم ہے" اسی بات کا اثر تھا۔ کہ یہودی سوسائٹی میں عورت اس درجہ حقیر و خوار ہوئی۔ کہ اس کا شمار آلاتِ مطبخ میں ہونے لگا۔ اس کے بعد جناب عیسیٰ مبعوث ہوئے۔ وہ کوئی نئی شریعت نہ لائے تھے۔ ان کا مشن جناب موسیٰ کی شریعت کو عملی جامہ پہناتا تھا۔ اور جو ذمائم اور خرابیاں اُس شریعت میں دخل پا چکی تھیں۔ اُن سے کلیمی شریعت کو پاک کرتا تھا۔ صنف ضعیف کی ابتری و خستگی باوجودیکہ ان کی توجہ کی طالب تھی۔ لیکن اُسے قابل لحاظ نہ سمجھا گیا۔ چنانچہ ابن مریم نے اس بارے میں اپنے سکوت و متانت کو دم واپسیں تک قائم رکھا اور صنف مظلوم کی فلاح کے سوال کو قطعاً نہ چھیڑا۔ کتاب پیدائش میں آدم کے بہشت سے نکالے جانے کا ذمہ وار عورت کو قرار دیا گیا ہے۔ یہ طوق لعنت بھی اس مظلوم صنف کے گلے میں پڑا۔ اس بات کے سوء اثر سے وہ لوگ محفوظ نہ رہے۔ جن کا ایمان کتاب پیدائش میں تھا بمنزلہ تازیانہ اِک اَور تازیانہ لگا۔ عیسائیت کے شیدائی بھی اس طائفہ میں شامل ہیں۔ جن کا کتاب پیدائش میں ایمان ہے یہی

عیسائیوں کے صنفِ نازک پر ظلم و تشدد کا بڑا سبب ہے۔ سینٹ پال کے متبعین نے بھی اپنے طرزِ عمل سے استواریٔ ایمان کا ثبوت دیا۔ حقیقتاً عیسائی پادریوں نے جو نوعِ اناث کو اپنے جبر کا تختۂ مشق بنایا۔ اس کا سبب ان کا مذہبی جوش اور اپنے مذہب سے محبت تھی۔ مثلاً ٹرٹولین عورت کو خطاب کر کے کہتا ہے۔ کہ "تم میں سے ہر ایک حوا ہے۔ تمہارے ذریعہ ہی فسق و فجور نے فروغ پایا۔ قوانینِ قدرت سے روگردانی میں تم ہی نے اقدام کیا۔ تم ہی نے خدا کی تصویر کو بگاڑا"۔

تہذیبِ حاضرہ کا معذرت جو عیسائی اگرچہ اپنے اسلاف کے اُن مقدس دماغوں میں جو انہوں نے جنسِ اناث کے نامزد کیں وحشت و بیرحمی کے خط و خال دیکھتا ہے۔ لیکن آنکھوں پہ پٹی باندھ کر زبان سے ننگِ اسلاف کو قائم رکھنے میں کوشاں ہے۔ اس ہٹ دھرمی کا سبب ہے۔ کہ حصارِ تثلیث کی اساس اس اصول پر رکھی گئی ہے۔ کہ گناہ انسان کی وراثت میں آیا ہے۔ اس کا مزد لعنت دوامی ہے۔ عورت کے ہی ذریعہ سے یہ لعنت مرد پر وارد ہوئی ہے۔ اسی نے ورنج و تعب باز کیا ہے۔ وہ شیطان کے ہاتھ میں آلۂ شر ہے۔ وہ افعی سانپ ہے۔ جو ہر وقت ڈسنے کو کمربستہ ہے۔ یہ ان اکرامات کی چند نشانیاں ہیں۔ جن کے لئے عیسائی بزرگوں مثلاً سینٹ برنرڈ سنٹ انتھی۔ سینٹ جیروم۔ اور سینٹ پال نے صنفِ نازک کو انتخاب کیا اور سینٹ پال کے پیہم حملوں کی تہ میں جنسِ اناث کی طرف سے اس کا ذاتی عناد تھا۔ جس کا سبب اغلباً میدانِ عشق میں اسکی نامرادی تھی۔ وہ ایک جھودی پادری کی لڑکی کے زلفِ پیچاں میں گرفتار ہوگیا۔ اور باوجود کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنے کے مآلِ محبت اسکے حق میں ثابت نہ ہوا۔ اور تمام عمر نامرادی کے سانس لیتا رہا۔ بہرکیف اگر انسان کا دامن پیدائشی طور پر گناہ آلود مانا جائے جیسا کہ فرزندانِ

تثلیث کا ایمان ہے۔ جس کی دو شاخیں کفارہ اور جناب مسیح کا خدا زادہ ہونا ہے۔ تو جو مظالم بھی عیسائی پادریوں نے عورت پر روا رکھے۔ ان میں وہ مقصر نہیں قرار دیئے جا سکتے۔ اور اگر عورت کی فلاح و بہبودی کسی طرح وابستہ ہو سکتی ہے۔ اگر ممکن ہے کہ وہ آزادی وحریت کا جام پیئے۔ تو عیسائیت کے اس اصول اساسی کی پہلے تکذیب کرنی ہو گی۔ یہی طریق حضور رسول اکرم صلعم نے عورت کی نجات کے لئے تجویز فرمایا۔ اور صنف نازک کے حصار حریت کی بنیاد اس پر قائم کی۔ کہ ہر بچہ خواہ از قوع ذکور ہو یا اناث وجود میں آنے کے وقت گناہ سے قطعاً پاک ہوتا ہے۔ آدم کے بہشت سے خروج کے متعلق آپ نے فرمایا۔ کہ آدم وحوا مساوی گناہگار تھے۔ ارتکاب جرم میں دونوں شریک تھے۔ فریب شر دونوں نے کھایا۔ اسلئے دونوں پر مساوی عذاب نازل ہوا +

اس وقت جبکہ صنف نازک عیسائیت کے مظالم تلے پس رہی تھی نیز باقی مذاہب عالم بھی اس کے ساتھ ویسا ہی تشدد کا سلوک کر رہے تھے۔ رحمت للعالمین ظاہر ہوئے۔ آپ نے فوراً بساط محفل اُلٹ دی۔ اور جنس مظلوم کو اپنے سایۂ رحمت میں لیلیا +

عیسائی پادری جبکہ ضلالت کا راگ الاپ رہے تھے۔ کہ عورت مرد کیلئے بنائی گئی ہے۔ مرد عورت کیلئے نہیں بنایا گیا۔ تو محمد عربی نے پیغام حقہ کی آواز بلند کی۔ یایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالاً کثیراً و نساءً واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیباً ۰ (۱-۴) اے لوگو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو۔ جس نے تم کو ایک ہی اصل سے پیدا کیا۔ اور اسی سے اس کا جوڑ پیدا کیا۔ اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔ اور اللہ کے جس کے ذریعہ سے تم ایکدوسرے سے

سوال کرتے ہو۔ اور رحموں کے حقوق کی نگہداشت کرو۔ بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے
فرقان حمید نے عورت کو محصنہ کا خطاب عطا کیا ہے۔ غلط فہمیوں کے جو بادل
عورت کے متعلق اُفقِ عالم پر چھائے ہُوئے تھے وہ اسلام کی بادِ تُند نے
پارہ پارہ بلکہ نیست و نابُود کردیئے۔ وہ شیطان کا ہتھیار ضلالت نہ تھی۔
وہ شر کا دروازہ نہ تھی۔ جیسے کہ عیسائیوں کا ایمان تھا۔ فرقان حمید اسکی
تردید کرتا ہے۔ وہ شیطان کے مقابل سنگین حصار ہے۔ وہ شمع ہدایت ہے
جو مرد کو اخلاق ردّیہ کی ناہموار گھاٹیوں میں لغزش و ٹھوکر سے محفوظ رکھتی ہے۔
بائبل تو عورت کو خطاب کر کے کہتی ہے۔ "تمہاری آرزو خاوند کی خوشی کے
ساتھ وابستہ ہے۔ وہ تمہارا حاکم ہے"۔ اس کے مقابل رحمت للعالمین فرماتے
ہیں۔ کہ عورت تُمہارے گھر کی ملکہ ہے"۔ سینٹ پال کہتے ہیں۔ کہ عورت خاوند
کی اسیری میں دم گھٹ کر مر جائے۔ خاوند کے سامنے اُسے سرِ تسلیم خم رکھنا چاہئیے۔
کلام پاک اس کی یوں تردید کرتا ہے۔ ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف
(۲-۲۲۸) اور ان کے لئے پسندیدہ طور پر (حقوق) ہیں۔ جیسے ان پر (حقوق)
ہیں۔ وہ افعی کی مثال ڈسنے کو تیار نہیں۔ بلکہ ھن لباس لکم و انتم
لباس لھن (۲-۱۸۷) وہ تمہارے لئے لباس ہیں۔ اور تم ان کے لئے لباس ہو
"وہ گناہ کا ہتھیار نہیں"۔ جیسے کہ عیسائیوں کا اعتقاد ہے۔ بلکہ سرچشمۂ اُلفت و
محبت ہے۔ ومن اٰیتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا
الیھا وجعل بینکم مودۃً ورحمۃً ان فی ذالک لاٰیٰتٍ لقوم
یتفکرون (۳۰-۲۱) اور اس کے نشانوں میں سے ہے۔ کہ تمہارے لئے تمہارے
نفسوں سے بیبیاں پیدا کیں۔ تاکہ تم ان سے تسکین پاؤ۔ اور تمہارے درمیان
محبت اور رحم قائم کیا۔ اسمیں یقیناً ان لوگوں کیلئے نشان ہیں جو فکر کرتے ہیں) جناب
مسیح کو مادری محبت کا کس درجہ پاس تھا۔ حضرت مریم کو آپ کس انداز سرد مہری سے
خطاب کرتے ہیں "اے عورت میرا تجھ سے بھلا کیا واسطہ" فرزندانِ تثلیث اِن

الفاظ کی لاکھ تحویلیں کریں عجیب و غریب معانی ان سے نامزد کریں۔ مگر ان کے افعال آج بھی اپنے آقا کے قول سے سر موفرق نہیں رکھتے۔ مغرب ان الفاظ کی زندہ تصدیق موجود ہے۔ والدین افلاس و مسکنت کی بھینٹ چڑھ رہے ہیں۔ اور اولاد بساط عیش و عشرت کی مسند نشین ہے لیکن اِس باب میں مسلمانوں کا شعار سزاوار ستائش ہے۔ وہ ماں باپ کی خوشحالی۔ آرام و سہولت کے لئے اپنی جان تک خطرہ کی نذر کر دیتے ہیں۔ ان کی عزت و حرمت کو قائم رکھنے میں صدہا مصائب و آلام اپنے سر لیتے ہیں۔ اسلئے کہ ان کے رہنما محمد عربی نے انہیں سبق دیا۔ کہ "جنت ماں کے پاؤں تلے ہے"۔ زوجیت کے معاملہ میں بھی مسلم گھر رشک جنت ہے۔ ایک زوج دوسرے کی خوشی کے لئے اپنی خوشیاں اور آرزوئیں قربان کرنے کو آمادہ ہے۔ جو ایثار و ہم آہنگی یہاں ارزاں ہے۔ عیسائی گھر اس سے محروم ہیں۔ میاں بیوی کے درمیان ایسی ہم آہنگی ایسا خلوص و محبت عیسائیوں میں عنقا ہے۔ جس کے سبب اہل مغرب میاں بیوی میں محبت و الفت کو لوتڑی سے تعبیر کرتے ہیں۔ مسلمان مردوں کا اپنے زوج سے ایسا حسن سلوک بھی ربانی احکامات کا جزو ہے +

"تم میں سے افضل ترین وہ ہے۔ جو اپنی بیویوں سے حسن سلوک کرے"۔ پھر ارشاد ہے۔ کہ "تم میں سب سے مقرب خدا و مخلوق وہ ہے۔ جو اپنے اہل خانہ سے حسن سلوک میں ممتاز ہے" +

رسول اکرمؐ سے ایک اصحاب نے دریافت کیا۔ کہ بیوی کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ "کہ تم دونوں کے جنس خوراک و لباس میں فرق نہ ہو۔ جو تم خود کھاؤ۔ وہی اس کی خوراک ہو۔ جو تم پہنو۔ وہی اس کا لباس ہو۔ اس کا رخسار طمانچہ سے مضروب نہ کرو۔ اس کے ساتھ درشت کلامی مت کرو۔ اور جب تمہارے درمیان کسی قسم کی ناراضگی پیدا ہو۔ تو اس دوران میں اسے علیحدہ نہ کرو" +

"اپنی بیویوں کو نیک مشورہ دو۔ اور اپنی شریف بیویوں کو غلاموں کی طرح نہ پیٹو"+

"اپنی بیویوں کو لطف و مہربانی کے ساتھ پند و نصائح کرو"۔

"اپنی بیویوں کو نگاہ حقارت سے مت دیکھو۔ اگر ان کی ایک بات نفرت انگیز ہے۔ تو کسی پسندیدہ وصف کی یاد سے دل بہلاؤ"۔

عیسائی پوا در تو ہزار بحث و مباحثہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ اگر عورت کی جنت تک کسی طرح رسائی ہو سکتی ہے۔ تو وہ تنہا بغیر اپنے زوج کے بہشت میں داخل ہو گی۔ قرآن مجید نے اس نظریہ کا بطلان کر دیا۔ اور صنفِ مظلوم کے لئے یہ نوید روح افزا لایا+

ادخلوا الجنۃ انتم وازواجکم تحبرون ٭ ترجمہ۔ تم اور تمہاری بیبیاں عزت (واکرام) کے ساتھ جنت میں جا داخل ہو (سورۃ الزخرف)

من عمل صالحاً من ذکر او انثیٰ وھو مؤمن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ج ولنجزینھم اجرھم احسن ما کانوا یعملون ٭ جو شخص نیک عمل کریگا۔ مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو۔ تو ہم (دنیا میں بھی) اس کی زندگی اچھی طرح بسر کروینگے۔ اور اُن کو (آخرت میں بھی) ان کے (ان) بہترین اعمال کا صلہ دیں گے+ (سورۃ النحل)

ومن عمل صالحاً من ذکر او انثیٰ وھو مؤمن فاولٰئک یدخلون الجنۃ ترجمہ۔ اور جو نیک کام کرتا ہو مرد ہو یا عورت مگر ہو ایماندار تو یہ لوگ بہشت میں داخل ہونگے (سورۃ المومن)

جب دنیا اس تشویش میں سر بزانو تھی۔ کہ آیا نوعِ اناث کے لئے روحانی ترقی بھی ممکن ہے یا نہیں؟ تو قرآن حکیم نے یہ خوشخبری سُنائی۔

ان المسلمین والمسلمٰت والمؤمنین والمؤمنٰت والقٰنتین والقٰنتٰت والصٰدقین والصٰدقٰت والصٰبرین والصٰبرٰت والخٰشعین والخٰشعٰت والمتصدقین والمتصدقٰت والصائمین والصٰئمٰت والحٰفظین فروجھم والحٰفظٰت

والذاکرین اللہ کثیراً والذاکرات اعدّ لھم مغفرۃ واجراً عظیماً

(۳۵-۳۳) مسلم مرد اور مسلم عورتیں مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور صدق دکھانے والے مرد اور صدق دکھانیوالی عورتیں اور صبر کرنیوالے مرد اور صبر کرنیوالی عورتیں اور فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنیوالی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنیوالی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنیوالی عورتیں اور اللہ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں ان کے لئے اللہ نے مغفرت اور بڑا اجر تیار کیا ہے۔ اسلام کے وہ نقاد جو یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ اسلام عورت میں رُوح کا وجُود تسلیم نہیں کرتا۔ تو وہ ایسی تنقید سے اپنی جہالت و بیگانگی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ جب قرآن صریح الفاظ میں کہہ رہا ہے۔ کہ مرد و عورت ایک ہی خمیر سے بنائے گئے ہیں۔ اور مرد میں جب رُوح کا وجُود شک و شُبہ سے بعید ہے۔ تو عورت اس سے کیوں بے بہرہ سمجھی جائے۔

رسم عقد

حضُور رسُول اکرم صلعم نے رسم عقد کے ساتھ نئے اور پاک مقاصد کو وابستہ کیا۔ آپ نے اُسے تطہیر اخلاق اور تہذیب نفس کا ایک ذریعہ قرار دیا۔ محبت و ایثار کی تخم ریزی جو انسان کے فضائے سینہ میں بدِ قدرت نے کی ہے۔ اس کی آبیاری و پرورش کا طریق نکاح تجویز فرمایا۔ اخلاقِ حمیدہ کے وجود کا طغرائے امتیاز ایثار ہے۔ اور عقد سے احساس ایثار نازک و سریع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ عقد کے بعد مرد و عورت ایکدوسرے کے واسطے اور دونوں زوج اولاد کی بہبُودی میں اپنی زندگی وقف کر دیتے ہیں۔ انکی زندگی قربانی و ایثار کا ایک سلسلہ بن جاتی ہے۔ فیملی زندگی سے دل کشادہ اور

احساسات تیز ہو جاتے ہیں۔ دوسرے کے درد دُکھ کا احساس فوراً آزار کے تساوی ہوتا ہے دوسرے کی الم کشی پر دل سُکڑ جاتا اور آنکھیں پُر آب ہو جاتی ہیں۔ اور جُوں جُوں اولاد مُتعدد ہوتی ہے اس اخلاق کی اصلاح بھی زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اور میری رائے میں تو اگر کثرت ازدواج کے اصُول پر بھی قرآنی قانُون کی مطابقت میں عمل کیا جائے۔ تو یہ فیملی شعُور کی آبیاری کا نہایت مفید طریق ثابت ہوگا۔ اگرچہ رنج و تکلیف کی تلخی اس کے پہلُو بہ پہلُو برداشت کرنی پڑیگی۔ یہ کوئی آسان کام نہیں۔ کہ انسان اپنی مُتعدد زوج کے ساتھ یکساں حُسنِ سلوک کرے۔ اس کے دل میں سب کیلئے برابر جگہ ہو۔ ہر کس و ناکس اس بارِ گراں کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اور جب اسمیں اُس فرض کی تکمیل کا دل و جگر نہیں۔ اور قرآنی پابندیوں کے پُورا کرنے میں ذرہ بھر فروگذاشت بھی اس سے سرزد ہو جاتی ہے۔ تو وہ قرآن کے نزدیک مستحق سزا ہو گیا۔ ایسی صُورت میں خطرہ سے مصئُون یہی شکل ہے۔ کہ انسان ایک ہی زوج پر اکتفا کرے اس آزمائش میں بھی رسُول اکرم کی ہستیٔ مبارک ہی پُوری اُتری۔ ازدواجِ مطہرات میں سے کبھی ایک کو بھی شکایت کی گنجائش نہ ہُوئی تھی۔ سب کے ساتھ یکساں حُسنِ سلوک۔ محبت کا اظہار مساوی۔ حضُور سب کو ایک نظر سے دیکھتے تھے۔ بعض کوتاہ بین رسُول اکرمؐ کے ہاں تعدد زوج کو بہ نگاہِ اشتباہ دیکھتے ہیں۔ اگر وہ گہری نظر سے آپؐ کی زندگی کو مطالعہ کریں۔ تو اُن کے دل سے گرد و غبارِ شبہ فوراً دُور ہو جائے اور ان کا ایمان ہو جائے۔ کہ آپؐ کی زندگی تقدس کا بہترین نمونہ تھی۔ اول۔ آپؐ کی زندگی بھوک پیاس کے وقف گذری ہے۔ ایسی صُورت میں اخلاقِ ردیہ کبھی انسان پر تسلط حاصل نہیں کر سکتے۔ دوسرے ان کا پہلا نکاح اس وقت ہوا۔ جبکہ آپ عالمِ شباب میں تھے۔ اور فریق ثانی ایک چہل سالہ بیوہ تھی۔ آپؐ کا عقد ثانی جناب خدیجہؓ کی وفات کے بعد ہوا۔ اُس وقت آپؐ کی عمر باون سال کی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جبکہ مسلمانوں نے کفار کے خلاف مجبوراً تلوار بے نیام کر دی تھی۔ جنگ و جدل جاری تھے۔ جن کے سبب بیوگان کی تعداد کثیر ہو رہی تھی۔ اور ان مظلوموں کیلئے کُنجِ عافیت یہی تھا۔ کہ وہ عقد ثانی کریں۔ اِس طرح وقت و حالات کے تقاضوں سے مجبور کثرتِ ازدواج کے مسئلہ نے ترویج پائی۔ اور مُتعدد زوج آپ کے حبالۂ نکاح میں آئیں۔ یہ امر بھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ آپؐ کی ازواج میں سے ایسی بھی تھیں۔ جو تعلقات زناشوئی

کو قائم رکھنے سے قاصر تھیں۔ آپ نے جو متعدد نکاح کیئے۔ معاذ اللہ وہ خلاق ردیہ کے تقاضوں کا جواب نہ تھا بلکہ ہمارے سبق کیلئے ایک مثال پیش کرنی مقصود تھی۔ کہ ایک شخص کی کئی زوج ہیں۔ ان میں خوش گل بھی ہیں۔ اور زشت رو بھی۔ عالم شباب میں بھی ہیں اور کافور سر بھی۔ باکرہ بھی ہیں اور بیوہ بھی لیکن حسن سلوک سب کے ساتھ یکساں ہے۔ ایک کو دوسری پر کوئی فوقیت حاصل نہیں۔ سب کے حقوق کی مساوی نگاہ داشت کی جاتی ہے ✦

کثرت ازدواج

ایک وقت میں ایک ہی منکوحہ کا ہونا جناب عیسیٰ کی شریعت میں کہیں نہیں پایا جاتا۔ چند صدیاں پہلے کثرت ازدواج عیسائی دنیا کا بھی معمول تھا صرف عامۃ الناس کی یہ روش نہ تھی۔ بلکہ طائفہ پوا بھی اس پر کاربند تھا۔ ہر مذہب و تہذیب کے نزدیک کثرت ازدواج کا اصول جائز سمجھا جاتا تھا۔ اور جناب مسیح تو کوئی نئی شریعت اپنے ساتھ لائے نہ تھے۔ وہ کوئی مقنّن نہ تھے۔ انہوں نے کسی جدت پسندی کا اس بارے میں اظہار نہیں کیا۔ بنی اسرائیل کا قانون مذہب اور رسم و رواج اسے مباح سمجھتا تھا۔ اور اس قدر بے اعتدالی سے کام لیا جاتا۔ کہ ایک ایک امیر کے ہاں ایک وقت میں پانچ پانچ سو عورتیں حبالۂ نکاح میں مقید رہتی تھیں۔ جناب عیسیٰ نے اس بے اعتدالی پر نفرت کا اظہار ضرور کیا۔ اور اسکی اصلاح میں بھی بہت حد تک کامیاب ہوئے لیکن اسے ملیا میٹ کرنے کی کوشش انہوں نے کبھی نہیں کی۔ چنانچہ ان کے متبعین کا بھی یہی شعار رہا۔ وہ بھی تعدیل کے ساتھ اسے مباح قرار دیتے رہے قانون کی شکل میں ایک وقت میں ایک ہی منکوحہ کا ہونا شاہنشاہ جسٹینین کا اختراع ہے۔ مگر فرزندان تثلیث اس قانون کی ترویج میں بہت حد تک حائل ہوئے ✦

اسلام کی وسعت نظری کو تو تمام دنیا کی اصلاح و فلاح مد نظر تھی تخیل زندگی کی ہر شاخ کی ابتدا وابی کا اسے خیال تھا۔ چنانچہ کثرت ازدواج کا مسئلہ بھی اسکی ہمہ گیر تعلیم نظر انداز نہ کر سکتی تھی۔ جس وحشت کے ساتھ عیسائی کثرت ازدواج کے والا و شیدا بنے ہوئے تھے۔ وہ نہایت افسوسناک منظر تھا۔ اسلئے اسلام نے اس معاملہ کو بسلسلہ سخت گیری ہی لیا۔ اور ایسی ناقابل برداشت پابندیوں اور قیود کے ماتحت اسے مباح قرار دیا۔ کہ عقد ثانی تزویج اول کی حیات میں ناممکن نہیں تو دقت طلب ضرور ہو گیا۔ مگر ساتھ ہی خاص حالات کے ماتحت اجازت بھی دے دی۔ مثلاً اگر کسی شخص کا عقد اول بارور ثابت نہ ہوا ہو

پہلی بیوی کے بطن سے کوئی بچہ نہ ہو۔ تو وہ اگر عقدِ ثانی کا خیال کرے۔ تو حق بجانب ہے۔ ایسی صورت میں شریعت اسلامی عقدِ ثانی میں مزاحمت نہیں کرتی۔ بلکہ اُسے روا قرار دیتی ہے۔ ہندوستان میں ایسے حالات کے تقاضوں سے عقدِ ثانی عموماً زوجِ اول کے اصرار سے ہوتا ہے دوسری مشکل میں اسلام کثرتِ ازدواج کو عواقبِ جنگ و جدل کی مجبوریوں کا دفیعہ سمجھ کر مباح قرار دیتا ہے۔ بسا اوقات جنگ و جدل کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ کہ جنس اناث کی تعداد ذکور سے کثیر ہو جاتی ہے۔ اس کا بھی کوئی نہ کوئی علاج ضروری ہے۔ ورنہ عدم توجّہ جو شگوفہ کھلا سکتی ہے اس کے سوءِ اثر سے یورپ کی فضا معمور ہے۔ ایسے مستثنےٰ حالات کا علاج اسلام نے کثرتِ ازدواج میں پایا۔ چنانچہ ان ہی حالات کے ماتحت رسُول اکرمؐ پر کثرتِ ازدواج کیلئے وحی نازل ہوئی تھی۔ قوتِ بہیمیہ بھی عنایاتِ قدرت کی ایک نشانی ہے یہ انسان کی ترکیب میں ایک جزو لاینفک ہے۔ نسلِ انسانی کا قیام اس کے وجُود سے ہی وابستہ ہے۔ انسانی مشین کے اس پرزے کے ذمہ بھی قدرتِ کاملہ نے فرائض مقرر کر رکھے ہیں۔ یہ بھی اپنے کاروبار میں مشغُول رہتا ہے۔ اگر انسان قوّتِ بہیمیّہ کے اشغال میں رُکاوٹ پیدا کرنی چاہئے۔ تو اس کا بُرا اثر صحت پر ظاہر ہوتا ہے۔ اس خلافِ فطرت کوشش کے عواقب بد اُس پر چھا جاتے ہیں۔ اور مجبوراً قوانینِ قدرت کے سامنے اُسے گردن خم کرنی پڑتی ہے۔ کثرتِ ازدواج پر جو قیوُد و پابندیاں اسلام نے عائد کی ہیں۔ ان کے زیرِ اثر اگر کثرتِ ازدواج کو قائم رکھا جائے۔ تو ضرر کا کوئی اندیشہ نہیں رہتا۔ اسلام کسی طرح اس اصول کا ممد نہیں محض بہ سبیل علاج اُسے پیش کرتا ہے

جنگ عظیم کے اختتام کے بعد سے یُورپ عجب پیچیدگیوں میں گرفتار ہے ان کا سر ایک سخت اُلجھن میں پھنسا ہوُا ہے۔ عورتوں کی تعداد مردوں سے کئی گنے زائد ہو گئی ہے۔ ناکتخدائی کی زندگی قانُونِ قدرت کے خلاف ہے اور جسمانی صحت کے منافی ہے۔ ناتوان انسان کہاں تک فطرت کے حملوں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ فطرت کو پسپا و تسخیر کرنے کی اسمیں کہاں تاب ہے۔ ایسی سرکشی کا آخر جو انجام ہوتا ہے۔ وہ بیان کا محتاج نہیں۔ گناہ کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اور مآل فراموش انسان کیا کیا نہیں کر گذرتا۔

عیسائی دنیا کا دامن بھی کثرتِ ازدواج کے داغ (اگر یہ واقعی داغ شمار ہو سکتا ہے) سے پاک نہیں۔ مزید برآں اس کے جو نتائج بد عیسائیوں کے ہاں پیدا ہوتے ہیں وہ ایسے ہیں۔ کہ اُن پر خون کے آنسو بہائے جائیں۔ ایک مسلم تو اپنے حالات کی سختی سے مجبور ازراہ علاج عقد ثانی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اور قرآنی احکامات کی تطبیق میں عقد ثانی کرتا ہے۔ نہ اس کی دُنیاوی زندگی پر کوئی بُرا اثر پڑتا ہے۔ اور نہ عقبے کو صدمہ پہنچتا ہے۔ اب ایک عیسائی کی کیفیت بھی سُن لیجئے۔ اتفاق سے اُس کے حالات نے ایسی شکل اختیار کر لی ہے۔ کہ وہ عقد ثانی کا فکر کرے۔ مگر قانون کی بیڑی میں بے دست و پا اسیر ہے۔ یا یُوں خیال کیجئے۔ کہ عورتیں مردوں سے متعدد ہو گئی ہیں۔ جو کہ جنگ و حرب کا ایک لازمی نتیجہ ہے۔ مگر قانون ملک کثرتِ ازدواج کی اجازت نہیں دیتا۔ چنانچہ عورت اپنے بہیمی تقاضوں سے مجبور ہو کر اپنی پاکدامنی کو کسی شیطان کے حوالے کر دیتی ہے۔ ان دونوں کے جرم سے قطع نظر آپ اُس بچہ کی قسمت پر غور کریں۔ جو ان کے فعل زبُون کا ثمر تلخ ہو گا۔ وہ حرامی کہلاتا ہے۔ انگریزی قانون کے ماتحت وہ باپ کی جائداد کا جائز وارث قرار نہیں دیا جاتا۔ اسکی پرورش و دیکھ بھال پر کون روپیہ صرف کرے۔ خیر خیرات کے ٹکڑوں پر پرورش پا کر وہ سن تمیز کو پہنچا۔ تو اپنی پیدائش کا راز اس پر کھلتا ہے۔ زندگی اُسے ننگ وجُود معلوم ہوتی ہے۔ جذبۂ غیرت اس بات کا متحمل نہیں بنتا۔ کہ وہ بن باپ کا کہلائے۔ مگر مذہب و تہذیب دونوں اس طرف سے خواب غفلت میں سرشار ہیں۔ اس مرض مزمنہ کا کوئی درماں اُنھیں نہیں سُوجھتا۔ لیکن شُکر ہے۔ کہ مسلمان ممالک اس وبا سے عافیت میں ہیں۔ وہ اس مرض کے حملوں سے بالکل مصئون و محفوظ ہیں۔ اور خدا اپنے فضل و کرم سے انھیں اپنے سایۂ رحمت میں ہی رکھے۔ انگلستان کی جدّت پسند طبیعت باوجود غرق خجالت ہونے کے۔ ایسے بن باپ کے بچوں کو "جنگ کے بچوں" کے نام سے یاد کرتی ہے۔ ان کی پرورش کے لئے خیراتی ہسپتال کھول دیئے گئے ہیں۔ اور اس شرم انگیز صورت میں کثرت ازدواج کے اصُول کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

حیف حکمت مغرب کے درخشندہ ستارے سُوء اخلاق کی ظلمت میں ایسی بیچارگی کی حالت میں گھرے ہُوئے ہیں۔ کہ گز بھر دُور کی چیز انہیں سوجھائی نہیں دیتی۔ وہ نہیں سوچتے کہ ایسے حلال زادوں پر مشتبہ ولادت کا جو دھبّہ ہے۔ وہ بھلا حکمت و عقل سے کیونکر دھل سکتا ہے۔ وہ تو حرامی ہی کہلائیں گے۔ بہتر تو یہ تھا۔ کہ کثرت ازدواج کے اصول کو جائز قرار دیا جاتا۔ لیکن اس پر وہی قیود عائد کردی جاتیں۔ جو جو مذہب حقّہ نے کی ہیں +

ہم دیکھ چکے ہیں۔ کہ قبل اسلام ساری دُنیا بلا تفریق مذہب و ملّت کثرت ازدواج کے اصول کی کاربند تھی۔ اور کوئی تعداد زوج بھی معین نہ تھی۔ مرد کی خوشی پر منحصر تھا۔ کہ وہ ایک نکاح کرے یا پانچسو۔ اسلام نے اس بے اعتدالی کی بھی اصلاح کی ایک وقت میں جس قدر عورتیں حبالۂ نکاح میں آسکتی ہیں۔ ضروریات ظاہری و باطنی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کا تعین کیا +

فطرتاً عورت پر ایسا وقت بھی آجاتا ہے۔ جبکہ وہ مرد کی شریک بستر نہیں ہوسکتی۔ مثلاً ہر مہینہ میں ہفتہ بھر کے لئے۔ دورانِ حمل میں۔ یا اُس ڈیڑھ سال کے عرصہ میں جبکہ بچّہ اس کی چھاتیوں سے دودھ پیتا ہے۔ اگر ان اوقات میں اصُول حکمت سے سرمو تجاوز کیا جائے۔ تو بچہ کی صحت رہین خطر ہوجاتی ہے چنانچہ رسول اکرم نے ان اوقات میں خاص کر اخلاق رذیہ پر پُورا قابُو رکھنے کا ارشاد فرمایا ہے نیز اُن طریقوں سے بھی آگاہی بخشی۔ جن کے ذریعہ ارادہ قوت شہوانی پر اپنا تسلط قائم رکھ سکتا ہے۔ روزہ رکھنا اُن میں سے ایک طریق ہے۔ اور ان مجبُوریوں کو پیش نظر رکھتے ہُوئے۔ بجائے قوانین صحت کو توڑنے کے عقد ثانی کی اجازت دے دی۔ اس اعتبار سے ایک مرد کے لئے عورتوں کی تعداد چار ہوتی ہے +

گوشوارۂ آمد ماہ فروری ۱۹۲۷ء و خرچ فروری و مارچ ۱۹۲۷ء مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو بقیہ فنڈ دفتر ہندوستان

تفصیل آمد	نمبر فارم	رقم آمد در ہندوستان — پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر فارم	رقم خرچ در ہندوستان — پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن	۱	۰	۱۴	۹۶۶	خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو	۳	۳	۱۵	۲۱۰۵
آمد اسلامک ریویو	۲	۰	۶	۱۶۵۵					
میزان	۰	۰	۴	۲۶۲۲	میزان		۳	۱۵	۲۱۰۵

آنریری فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل لاہور

نقشہ ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ فروری ۱۹۲۷ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
منافع امداد مشن از رسالہ اشاعت اسلام لاہور			۱۰۰	معرفت مس اقبال احمد صاحبہ علیگڈھ بتفصیل ذیل			
جناب بابو محمد شفیع صاحب مسلم بک سوسائٹی لاہور	۰	۱۵	-	معلمہ صاحبہ دینیات ۱ ، شفیق آپا ، محمودہ ۲			
” تعلیقہ عبد اللہ صاحب اشاعت اسلام ”	۰	۱۳	۲	بلقیس ۲ ، طلعت ۲ ، بابی ، انیس ، مسعودہ ۲			
جناب مسز ایم خان صاحبہ	۰	۰	۲۰	قمر النساء ، زیب النساء ۱ ، حمیدہ	۰	۰	۲
جناب عبد الخالق صاحب میمن سنگھ	۰	۰	۱۰	شرف النساء ، مہر النساء ، عتیق آپا	۰		
” جمیل خاں صاحب دہلی	۰	۰	۵	مصداق ، محمودہ ۲ ، انجم ، اقبال النساء			
” انجمن تعلیم المسلمین بمبئی	۰	۰	۱۰	جناب خان صاحب رجب علی صاحب			
” منہاج الدین صاحب شیخوپورہ	۰	۰	۵	بہاولپور	۰	۰	۵
” تاج دین صاحب دردھا چلم	۰	۰	۵	جناب بدر الحسن صاحب مظفرپور	-	۰	[illegible]
حضور نواب صاحب بہادر منگرول	۰	۰	۹۹	جناب ایم ای صوفی صاحب کلکتہ	۰	۰	۱۰
جناب فضل رزاق صاحب کاکا خیل	۰	۰	۱۰	جناب محمد امیر حسن صاحب			
” فضل کریم صاحب فیروزپور	۰	۰	۳	کاکوری لکھنؤ	۰	۰	۱
” کے انور علی نگر کنڈا			۴	جناب تجمل علی خان صاحب ٹمکور	۰	۰	۵
” صفدر علی صاحب شیخوپورہ	۰	۰	۳	حضور نواب صاحب بہادر منگرول	۰	۹	۴۷
” محمد نور بخش صاحب گوجرانوالہ	۰	۱۰	۵	” ” رامپور	۰	۰	۶۰۰
” فضل الدین صاحب جہوپال	۰	۰	۵	جناب سید محمود صاحب میسور اسٹیٹ	۰	۰	۱
” محمد محمود صاحب گوڑگاؤں	۰	۰	۱				
” بدیع الدین صاحب رہتک	۰	۰	۱	میزان	۰	۱۴	۹۶۶

نقشہ ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو و لٹریچر فنڈ بابت ماہ فروری ۱۹۲۷ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
مفت تقسیم حضور نواب صاحب بہادر بھوپال - - - -	۰	۸	۴۹
جناب ڈاکٹر ایم - اے صوفی صاحب کلکتہ - - - -	۰	۰	۱۰
حضور نواب صاحب بہادر رامپور - - - -	۰	۰	۶۰۰
قیمت رسالہ - - - -	۰	۱۴	۹۹۵
میزان - - -	۰	۶	۱۶۵۵

نقشہ نمبر ۳
تفصیل خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو و لٹریچر فنڈ ماہ فروری و مارچ ۱۹۲۷ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
۱ بل پیشگی اجرت اسلامک ریویو و مشن - - - -	۰	۰	۳۰۰
۲ بل - سائز سٹیشنری ۵۱ - مہتر الی ۱ - جنتری ۱ - تار ۱ - خط بیرنگ ۲ - کرایہ قلم ۲ - سٹیشنری ۱ - تار ووکنگ متعلقہ رسالہ ۱ - خط بیرنگ ۱ - کاغذ ریپر اسلامک ریویو ۱ - رجسٹر برائے دفتر ۱ - تار ۲ - فائلیں ۶ - پتہ تار رجسٹرڈ کرائی ۱ - گھڑی ۱ - اجرت رسالہ بنوائی ماہ جنوری ۱۲ - مرمت رجسٹر مشن دو عدد ۶ - ریپر کتابی اسلامک ریویو ۱ - بنوائی دفتری رجسٹر ۵ عدد ۱۱ - خط بیرنگ - رسول لسٹ ۲ روپے ۱۴ آنے - ریپر اسلامک ریویو ۱ - تار ووکنگ ۱ - تار ۲ - لفافہ ڈھائی صد ۱ - کاغذ ریپر مشن و ریویو ۱۳ - خط بیرنگ ۲ - ٹکٹ مشن ۱۶ - مہریں ۳ عدد ۱ - لیوی دو ماہ ۱	۳	۷	۱۱۶
۳ بل کرایہ دفتر جنوری و فروری ۱۹۲۷ء - - - -	۰	۰	۲۰
۵ بل ترقی عملہ - - - -	۰	۰	۴۲
۶ بل تنخواہ عملہ جنوری ۱۹۲۷ء - - - -	۰	۰	۳۲۶
۷ بل " فروری ۱۹۲۷ء - - - -	۰	۰	۳۲۶
۸ بل تالیف قلوب - - - -	۰	۰	۵۰
۱۰ بل ٹکٹ اسلامک ریویو - - - -	۰	۰	۱۶۹
۹ بل الاؤنس اڈیٹر جنوری و فروری ۱۹۲۷ء - - - -	۰	۰	۷۵۹
۱۱ واپسی رقوم جو غلطی سے جمع ہوئی - - - -	۰	۸	۷
کل میزان - - -	۳	۱۵	۲۱۰۵

گوشوارہ آمد مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو لٹریچر فنڈ بابت ماہ مارچ ۱۹۲۷ء دفتر ہندوستان

تفصیل آمد	نمبر نقشہ	رقم آمد ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر نقشہ	رقم خرچ ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن	۱	۶	۴	۱۱۵۷	خرچ کے لئے نقشہ نمبر صفحہ ۲۸۴ ملاحظہ ہو				
آمد اسلامک ریویو	۲	۰	۱۰	۱۱۳۴					
میزان	۰	۶	۱۴	۲۲۹۱					

نقشہ ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ مارچ ۱۹۲۷ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب احسان الحق صاحب جہلم	۰	۰	۱۰۰
جنابہ بنت علی احمد صاحب علی گڑھ	۰	۰	۵
جناب محمد شفیع صاحب کلرک مسلم بک سوسائٹی لاہور	۰	۱۵	
جناب خلیفہ عبد اللہ صاحب ״	۰	۱۴	۲
״ محمد اسمعیل صاحب کلرک مسلم مشن دفتر لاہور	۹	۵	
حضور نواب نعمت یار جنگ صاحب حیدرآباد دکن	۰	۰	۱۶۵
جناب مسٹر ایم اے تمان صاحب اکاڑہ	۰	۰	۲۰
״ نامعلوم الاسم	۰	۶	-
״ جناب عظمت اللہ صاحب بلاری	۰	۰	۶
جناب غلام علی صاحب بقیر شاہ	۰	۰	۱۰
״ تعلیم المسلمین گوڑگاؤں	۰	۰	۷
حضور نواب صاحب دام اقبالہ منگرول	۰	۰	۹۹
جناب عبد الرشید صاحب کھدوح بھوج	۰	۰	۱۰۰
״ تاج الدین صاحب وردھا جہلم	۰	۰	۵
״ محمد ابراہیم صاحب بھوالی	۰	۰	۳
״ مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب دہلی	۰	۰	۵
״ محبوب علی صاحب گوالیار	۰	۰	۲۴
״ منہاج الدین صاحب شیخوپورہ	۰	۰	۵
״ عبد اللہ خان صاحب امراوتی	۰	۰	۱۲
״ سید حسین صاحب بریلی	۰	۰	۶
״ ذبیب پیچی اسکوائر بنگال	۰	۰	۱۰
״ فضل کریم صاحب نمبردار پور	۰	۰	۳
״ نواب الدین صاحب کشمیر	۰	۰	۱۰

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب عبد الحق صاحب کلرک مسلم مشن دفتر متھرا	-	۱۱	-
״ عبد الکریم صاحب پورنیہ	۰	۰	۶۰
״ نواب مولا بخش صاحب بہاولپور	۰	۰	۱۵
״ ایم اے صوفی صاحب کلکتہ	-	۰	۱۰
״ بدر الحسن صاحب مظفر گڑھ	۰	۰	۵
״ نور نبی صاحب گوجرانوالہ		۱۰	۸
״ محمد قلعدار صاحب بمبئی	-	۰	۱۰
״ عبد الرحمان صاحب لاہور	۹	۷	۵
״ حضور نواب صاحب پالن پور	۰	۰	۳۵۰
״ قطب الدین صاحب دھاڑوار	۰	۰	۴
״ عبد العظیم صاحب انجن گاؤں	۰	۰	۵
״ امیر حسن صاحب لکھنؤ	۰	۰	۱
״ صبیح الدین صاحب رہتک	۰	۰	۱
״ تراب علی صاحب کلکتہ	۰	۰	۶۰
״ فضل الدین صاحب بھوپال اوجین	۰	۰	۵
״ منہاج الدین صاحب شیخوپورہ	۰	۰	۱۰
معرفت غلام حسن صاحب (عطیات) شکور بستی ۲ ؛ بابو علیم الدین صاحب عہ ؛ مولوی جان محمد صاحب ؛ علی محمد صاحب عہ ؛ حاجی عبد اللہ صاحب ؛ عبد الرب صاحب عہ مولوی علی محمد صاحب عہ ؛ بعد منہائی فیس منی آرڈر ۲ باقی ماندہ	۰	۰	۱۰
جناب سید محمود صاحب میسور	۰	۰	۱
میزان	۶	۴	۱۱۵۷

نقشہ نمبر ۲ آمد اسلامک ریویو پبلشیر فنڈ بابت ماہ مارچ ۱۹۲۷ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
حضور نواب رفعت یار جنگ صاحب حیدر آباد دکن	۰	۰	۱۱۰
اعلیٰ حضرت نواب صاحب بہادر دام اقبالہٗ بھوپال	۰	۸	۴۹
جناب نواب مولا بخش صاحب بہاولپور	۰	۰	۱۵
حضور نواب صاحب پالن پور	۰	۰	۳۵۰
ڈاکٹر ایم ۔ اے صوفی صاحب کلکتہ	۰	۰	۱۰
قیمت رسالہ	۰	۲	۶۰۰
میزان	۰	۱۰	۱۱۳۴

گوشوارہ آمد و خرچ ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ و ریزرو فنڈ ماہ فروری و مارچ ۱۹۲۷ء دفتر ہندوستان

تفصیل آمد	نمبر نقشہ	رقم آمد ہندوستان — پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر نقشہ	رقم خرچ ہندوستان — پائی	آنہ	روپیہ
آمد مسلم لٹریری فنڈ	نمبر ۱	۰	۷	۸۷۶	خرچ	نمبر ۳	۰	۱۲	۱۱۴۶
آمد ریزرو فنڈ	نمبر ۲	۰	۰	۶۸۴	خرچ ریزرو فنڈ	نمبر ۴	۶	۱	۱۷۶
میزان	۰	۰	۷	۱۵۶۰	میزان	۰	۶	۱۳	۱۳۲۲

نقشہ تفصیل آمد ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ

دفتر عزیز منزل لاہور

بابت ماہ فروری و مارچ ۱۹۲۷ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب منشی عظمت اللہ صاحب برائے کتاب آسمانی بادشاہت اللہ کا چارٹر	۰	۰	۶
جناب خان بہادر رحیب علیخاں صاحب بہاولپور	۰	۰	۵
″ مولوی عبدالعزیز صاحب	۰	۰	۲۵
″ میاں سراج الدین صاحب باغبانپورہ	۰	۰	۵۰
″ نواب بہادر رفعت یار جنگ صاحب	۰	۰	۱۱۰
″ محمد نور غنی صاحب کوٹلی نواب	۰	۰	۲۵
″ ایس احمد علی صاحب	۰	۰	۲۰
حضور نواب صاحب بہادر پالن پور	۰	۰	۲۰۰
جناب سیف السلام صاحب	۰	۰	۲۵
قیمت کتاب آئیڈیل پرافٹ ۱۱۴ کاپی	۰	۳	۳۷۰
قیمت کتاب ادین لیٹر تعداد ۱۱ کاپی	۰	۱۲	۲۱
قیمت کتاب وٹ از السلام تعداد ۲ کاپی	۰	۲	۴
قیمت کتاب پیام اسلام تعداد ۲۴ ″	۰	۶	۱۴
میزان	۰	۷	۸۷۶

نقشہ تفصیل خرچ دفتر ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ بابت ماہ فروری و مارچ ۱۹۲۷ء

نمبر بل	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
۱	بل کرایہ جہاز پانچ بکس آئی ڈیل پرافٹ بلٹی رسید وی پی از کراچی ۹ روپے ایک آنہ۔ کرایہ ریل دو بکس ۱۲ کرایہ گڈ اسٹیشن لاہور سے دفتر تک ۱ ر تین بلٹیاں صندوق آئی ڈیل پرافٹ ریلوے کراچی تا لاہور ۸۵-۱۱- کرایہ گڈ لاہور اسٹیشن سے دفتر تک ۱۲ ر بلٹی رسید خرچہ پورٹ ۱۴ روپے ۹ آنے	۰	۶	۱۶۹
۲	بل پیشگی امپریسٹ دفتر ووکنگ لٹریری فنڈ	۰	۰	۲۵
۳	بل تنخواہ سکرٹری عبدالرحمان صاحب (حضرت خواجہ کمال الدین صاحب) پیشگی از ۹ جنوری تا ۲۸ فروری ۱۹۲۷ء -	۰	۰	۱۰۰
۴	بل اخراجات (دفتر ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ) ٹکٹ ۲۰ روپے ۹ آنے ۶ پائی سٹیشنری ۳ روپے ۱۲ آنے ۶ پائی دو عدد رجسٹر ۱۰ ر کرایہ ریل پیسہ اسلام ۳ روپے - بنک بک ایک روپیہ ۹ آنے +	-	۹	۲۹
۵	بل اخراجات ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ - ٹکٹ - ۳۰ روپے لفافے ۲ روپے ۲ آنے ربی ۲ پیکنگ ۸ سٹیشنری ۱۵ ر	۶	۱	۳۵
۶	بل تنخواہ محرر دفتر ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ	-	۰	۲۲
۷	بل سکرٹری عبدالرحمن صاحب از ۹ جنوری لغایت یکم فروری ۱۹۲۷ء مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۲۷ء بذریعہ بل ۳ ادا کیے گئے - باقی بل ۱۷ روپے ۷ آنے ۶ پائی بقایا رقم تنخواہ	۶	۷	۱۷
۸	بل اخراجات دفتر ٹکٹ ۲۰ روپے ۱۰ آنے - جلد بندھوائی رجسٹر ۸ ر بابت ۲ ار تیرہ کاپی ۶ ر دو مہینوں کے پتے ۲ ر	-	۱۰	۲۱
۹	بل چھپائی فارم ہائے سرکلر وغیرہ برائے ووکنگ لٹریری فنڈ لیٹر فارم تعداد دو ہزار ۱۲ روپے ایک ہی کے چھپے چھپوائی فہرست کتب ۵ روپے - سرکولر فارم برائے تحریک ۵ روپے اسی سرکولر کے چھپے ۴ روپے دی پی ٹیبل دو کالم تعداد دو ہزار ۹ روپے ۱۴ آنے - بل فارم عمدہ کاغذ والے ۴۷ ۹ تعداد ۳ روپے ۸ آنے اولنگ ۴۷ ۹ ایک روپیہ قیمت کاغذ دو ریم علاوہ ½ ریم پریس والوں نے لگائے ایک روپیہ ۱۲ آنے		۲	۵۱
۱۰	بل سفر خرچ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بھوپال - نصف کرایہ عبدالرحمن صاحب ۲۸ روپے ۱۴ آنے - کرایہ ٹانگہ ۱۴ آنے	۰	۱۲	۲۹
۱۱	اخراجات ووکنگ لٹریری فنڈ ٹکٹ ۲۰ روپے میز ۷ روپے - دو کرسیاں ۵ روپے ۱۴ آنے	-	۱۴	۳۲
۱۲	بل بابت سفر خرچ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب پالن پور	۰	۱۱	۲۱
۱۳	بل تنخواہ سکرٹری عبدالرحمن صاحب و محرر دفتر ووکنگ لٹریری فنڈ	۶	۰	۸۸
۱۴	بل ڈرافٹ بابت کتب ڈرافٹ $\frac{۱۶۲۰۲}{۶۵/۸۸۲}$ ۹/ ۱۳ / ۴۸۴ نیشنل بنک آف انڈیا - -	۰	۹	۳۸۶
۱۵	بل اخراجات دفتر ٹکٹ ۲۰ روپے لفافے بنوائی ۴ آنے ۶ پائی - - -	۶	۴	۲۰
۱۶	بل اخراجات بمبئی کتب ٹرسٹ ۲ ایمپیریل پرافٹ بلٹی الیسٹرن کمپنی ۹ روپے ۱ آنہ - ریلوے محصول ۳۰ روپے ۱۴ آنے کرایہ بیل گاڑی از لاہور سٹیشن تا دفتر ۱۰ ر	۰	۹	۴۰
۱۷	بل اخراجات برائے شدھی اور اس کا انسداد - اخراجات طبع دو کاپی شدھی اور اس کا انسداد تحریک ۱۰۰۰ تعداد ۱۸ ریم ۲۸ روپے - شدھی اور اس کا انسداد سلائی کٹوائی وغیرہ ۱۰ روپے - محصول ڈاک برائے شدھی اور اس کا انسداد +	۰	۱۲	۵۵
	میزان ...	۰	۱۲	۱۱۴۶

نقشہ نمبر ۲ تفصیل آمد ریزرو فنڈ بابت ماہ فروری و مارچ ۱۹۲۷ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
کرایہ شیڈ ہال ماہ جنوری ۱۹۲۷ء			۳۰	معلوم الاسم			۲
جناب شیخ از رسالہ اشاعت اسلام بابت سال ۱۹۲۶ء	۰	۰	۱۰۰	جناب کرم الٰہی صاحب کرنال ..	۰	۰	۲۵
جناب محمد جان صاحب دہلی	–	–	۳۰	جناب اہلیہ صاحبہ محمد نسیم اللہ صاحب ضلع باندا	۰	۰	۵
؍ نصر اللہ خان صاحب بنگلور	۰	–	۱	جناب نواب [illegible] بخش صاحب بہاولپور	۰	۰	۲۰
؍ فضل احمد صاحب کیمپ راولپنڈی	–	۸	۷	جناب نواب الصاحبہ [illegible] بذریعہ معرفت حضرت [illegible] صاحب	۰	–	۳۰۰
جناب وزیر الدین صاحب برما	–	–	۶۰	جناب شیخ احمد صاحب پٹنہ	۰	–	۱۵
؍ خانصاحب [illegible] صاحب بہاولپور	–	–	۸	؍ سیکرٹری صاحب انجمن اسلامیہ کاٹھیاواڑ	۰	۰	۱۱
؍ علی محمد صاحب بہاولپور	۰	۰	۲۰	؍ علی برادرس لکھنؤ	–	–	۱۰
؍ عبد الوہاب صاحب آرہ	۰	–	۲۵	؍ ریو حاجی احمد صاحب رنگون	–	۰	۲۰
؍ معلوم الاسم معرفت خواجہ نذیر احمد ..	۰	۸	۲				
؍	–	۰	۲	میزان	–	۰	۶۸۴

نقشہ نمبر ۴ تفصیل خرچ ریزرو فنڈ بابت ماہ فروری و مارچ ۱۹۲۷ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
نمبر ۱ بل - پیشگی امپرسٹ	–	۰	۲۵
نمبر ۲ بل - سائر ٹکٹ ۲؍ - سٹیشنری ۱۳؍ - کاغذ برائے اپیل زکوٰۃ ۱۶/۱۴ دفتری ۱۲؍ - لفافہ ۴؍ - سٹیشنری ۱۵؍ + ..	۹	۱۰	۴۸
نمبر ۳ بل - تنخواہ محرر فروری	۹	۱۴	۱۳
نمبر ۴ - ۲ بل - ٹکٹ ۲۳؍ - جلد بندھوائی ۸ ڈائری دو عدد ۱۰ آنے ۳ پائی تار برائے قائل ۱۲؍ لفافہ عہ - چھپائی فارم ریزرو فنڈ دو ہزار ۸؍	۶	۱۵	۴۴
نمبر ۵ بل سفر خرچ حضرت خواجہ صاحب پالن پور	۶	۸	۳۸
نمبر ۵ ؍ تنخواہ ؍ ماہ مارچ	۰	۰	۱۵
میزان	۶	۱	۱۸۶

ووکنگ مسلم ریزرو فنڈ

مشن ووکنگ کو یورپ میں قائم ہوئے بیسواں سال ہے بفضل ربی اور مسلمانانِ عالم کی مسلسل توجہ سے آج تک انگلستان جیسی گراں سرزمین میں کبھی بھی اس مشن کو مشکلات نہیں ہوئیں۔ اس مجلہ بالا فنڈ کے اجرا کی غرض یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ پس انداز رقم بطور مستقل سرمایہ کیا جائے جو آڑے وقت کام آوے اور اس کے سیونگ ڈیپازٹ کا سالانہ منافع مشن کے گرانبار اخراجات کے کچھ حصہ کا کفیل ہو سکے اگر مسلم بھائی اپنی امداد اپنے دوست و احباب، خویش و اقارب کے تمام صدقات، خیرات، نذر بھینٹ کو اس فنڈ میں ارسال فرمانے کا اہتمام فرمائیں تو مشن ہمیشہ کے لیے مالی تقویت کا موجب ہو سکتا ہے۔

رسالہ اشاعت اسلام اُردو

یہ رسالہ شہرہ آفاق رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا اُردو ترجمہ ہے۔ جس میں تمام ادیان باطلہ کے زہر کا تریاق ہوتا ہے۔ تصوف و روحانیت پر نہایت ہی بلند پایہ مضامین اس میں شائع ہوتے رہتے ہیں نومسلموں کے مضامین کا اس میں ترجمہ ہوتا ہے۔ حالات حاضرہ پر تنقیدی نظر کی جاتی ہے۔ محاسن اسلام کو فلسفیانہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم کی تفسیر بھی ہر ماہ شائع ہوتی ہے اس کے علاوہ شدھی سنگھٹن کی تحریک کا علاج و انسداد ہر ماہ نومسلمین ووکنگ کے فوٹو شائع کئے جاتے ہیں۔ سالانہ چندہ ہندوستان کے لئے ۱ر۔ جملہ امور کے متعلق خط و کتابت و ترسیل زر بنام خواجہ عبد الغنی سیکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)۔

ماہ رمضان و شوال میں رعایت

تصنیفات مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
توحید فی الاسلام	۴ر	مطالعہ اسلام	۹ر	اُم الالسنہ	۱۰ر	پاداش صاحبان کے بلقب حق	۱ر
ناجیات یا انجیل عمل	۳ر	مکالمات قیہ	۱۰ر	[illegible]	۱۰ر	اسلامی تمدن اور شہنشاہی تصوف	۱
سلک مروارید	۴ر	اسلام مسیحی کی تحقیق میں	۱۲ر	اسلام اور علوم جدید	۳	اسلامی نماز اور اُس کا فلسفہ	۴ر
خطبات غربیہ	۱۰ر	لمعات انوار محمدیہ	۴ر	یسوع کی الوہیت	۴ر	اسلام کے نعمت و ابطال مسیحیت	۴
مقصد مذہب	۲ر	مذہب محبت	۵	روحانیات فی الاسلام	۱۰ر	تفسیر سورۃ فاتحہ	۴ر
ضرورت اسلام	۱ر	قرات عالم کا مذہب	۵	ہستی باری تعالیٰ	۵	سیرت نبوی	۴ر
ینابیع المسیحیت	۸ر	اسوۂ حسنہ	۶ر	پیام اسلام	۳ر	تصاویر مسلمانان برطانیہ	۱۰

فہرست کتب بنام منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت للعہ سالانہ — قیمت چہ سالانہ ممالک غیر کیلئے

انتباہ: درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)

اسلامیہ سٹیم پریس بیرون دروازہ لاہوری [illegible] چھپکر خواجہ عبدالغنی [illegible] برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا

"You can imagine, then, what delight I felt when I learned of a religion . . . , whose prayers are said at any and all times, and are so full of simplicity and glory that one feels delighted in addressing the mighty God through them."

فہرست مضامین

اشاعت اسلام

جلد (۱۳) بابت ماہ جولائی ۱۹۲۷ء مطابق ماہ محرم الحرام ۱۳۴۶ھ نمبر ۷

ناظرین کرام کی قابل توجہ

قارئین کرام ازراہ کرم رسالہ اشاعت اسلام کی توسیع اشاعت کی طرف خاص توجہ مبذول فرمائیں۔ اور معزز خریداران میں سے ہر ایک بزرگ کم از کم ایک جدید خریدار پیدا فرما کر رسالہ کی مالی اعانت فرمائیے +

مینیجر رسالہ اشاعت اسلام لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد (۱۳) بابت ماہ جولائی ۱۹۲۷ء نمبر (۷)

شذرات

ڈاکٹر گاربٹ بشپ ساؤتھ ورک کی قلم سے ایک دلچسپ مضمون ڈیلی ایکسپریس مورخہ ۱۳ دسمبر ۱۹۲۶ء میں شائع ہوا۔ جس کا عنوان "ذہولت انجیل" تھا۔ یہ سرخی طائفۂ پوادر کے لئے اضطراب زا ہو تو شاید لیکن کسی متمدن عیسائی کے نزدیک تو یہ جدت پسندی سے قطعاً معرا ہے۔ اور ہر ایک بیدار مغز عیسائی اس نوع کے مضامین سے گریز پا ہے مضمون کے مطالعہ سے معلوم ہوا۔ کہ ڈاکٹر موصوف کو مرثیہ خوانی میں ید طولےٰ حاصل ہے۔ ڈاکٹر نے نہایت دلخراش انداز میں عیسائی دنیا کی عموماً اور اپنے ملک کی خصوصاً انجیل مقدس سے بے التفاتی کا رونا رویا ہے۔ ان کی نوحہ خوانی ہمارے خیال میں ان ہی کی مخصوص لے میں لطف اندوز رہیگی۔ چنانچہ اس مضمون کا اقتباس قارئین کرام کی ضیافت طبع کیلئے نقل کیا جاتا ہے +

"بائبل کے مطالعہ میں فقدانِ شوق جو آجکل ظاہر ہو رہا ہے۔ ایک نہایت افسوسناک منظر ہے اگر کچھ مدت اور ہم اسی کروٹ پڑے رہے اور ہماری غفلت شعاری روبہ اصلاح نہ ہوئی۔ تو اس سرشاری کے عواقبِ بد نہایت مہیب شکل میں ہماری قومی و مذہبی عمارت کے انہدام میں ممد ہونگے۔ ہماری قومی زندگی اور کیرکٹر ایک زبردست تعمیری قوت سے ہاتھ دھو بیٹھے گا

اور ہم میں سے رُوحانیت بالکل کالعدم ہو جائیگی۔ ہمارے مُلک میں کثرت سے ایسے لوگ موجود ہیں جنھیں عمر بھر کبھی بائبل کے مطالعہ کا اتفاق نہیں ہوتا۔ اور کتب فروش اس امر میں متفق الراے ہیں۔ کہ گذشتہ چند برسوں ہی بائبل کی فروخت میں انحطاط واقع ہو گیا ہے" +

نوجوان طبقے کی بائبل سے بدرجۂ اتم بے اعتنائی کا ہمیں بھی سخت افسوس ہے۔ لیکن کوئی صحیح الفہم انسان اس فقدانِ شوق کا ذمہ وارنہ تو جناب مسیح کو ٹھیرا سکتا ہے۔ اور نہ ہی ان کے نام نہاد شیدائیوں کی اسمیں کوئی تقصیر پائی جاتی ہے۔ اس بے التفاتی کی جو علتِ غائیت ہے۔ قرین قیاس ہے۔ کہ اس تک ڈاکٹر کے فکر رسا کو باریابی نصیب نہیں ہوئی۔ اصل سبب تو یہ ہے۔ کہ گذشتہ نصف صدی سے مغرب کی مشاہدہ پسند طبیعت بائبل کے تعلیمی نظریوں کا امتحان عمل کی کسوٹی پر کر رہی ہے۔ اور مشاہدہ و تجربہ بائبل کے نظریوں کو نامفید اور بیکار ثابت کرتا ہے۔ چنانچہ اہل مغرب کی مادہ پرست طبیعت بائبل سے متنفر ہو گئی ہے۔ اس بے التفاتی کا سوء اثر پادریوں کی شخصیت اور سیادت پر بھی پڑا۔ اسی لئے وہ چراغ پا نظر آتے ہیں۔ اس انکشاف نے قرآن کے اس بیان کی توثیق کردی۔ جہاں اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ کہ بائبل کا معتدبہ حصہ انسان کے فکر نارسا کی تخلیق ہے۔ اور اس آمیزش نے شریعت مسیح کے اصلی خط و خال کو مسخ کردیا ہے۔ افتطمعون ان یؤمنوا لکم وقد کان فریق منھم یسمعون کلام اللہ ثم یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون۔ پس کیا تم امید رکھتے ہو۔ کہ وہ تمہاری بات مان لینگے۔ اور ان میں ایک گروہ ایسا بھی ہے۔ جو اللہ کے کلام کو سُنتے۔ پھر اسمیں تحریف کرتے بعد اس کے کہ اُسے سمجھ لیا۔ اور وہ جانتے ہیں +

بشپ موصوف کی آنکھ بہت دیر میں کھلی۔ اب انکی شکایت و تنبیہ مُوثر ثابت ہونے سے قاصر ہے۔ اسلئے وہ شکریئے کے بھی مستحق نہیں رہے۔ عیسائیوں کی موجودہ حالت منت کش اصلاح ہونے کے قابل نہیں رہی۔ اُنکے دل میں بائبل کی جانب سے شکوک و شبہات گھر کر چکے ہیں۔ امتدادِ زمانہ نے اس امر کی تنصیص کردی ہے کہ انجیل مقدس ایک متمدن سوسائٹی کی مشعل ہدایت کی خدمت بجالانے سے عاجز ہے +

سب سے پہلا اضافہ جو تعلیمات مسیح میں جناب مسیح کی وفات کے بعد کیا گیا۔ وہ انکے ساتھ معبود کی صفت کو منسوب کرنا تھا جاہلوں کی خوش اعتقادی نے انھیں خدا متصور کرنا شروع کر دیا +

ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقۃ کانا یاکلان الطعام انظر کیف نبین لھم الاٰیٰت ثم انظر انی یؤفکون ہ مسیح ابن مریم سوائے رسول کے کچھ نہیں اس سے پہلے بھی رسول گزر چکے۔ اور اس کی ماں صدیقہ تھی۔ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے دیکھو کس طرح ان کیلئے باتیں بیان کرتے ہیں۔ پھر دیکھو یہ کس طرح اُلٹے پھیرے جاتے ہیں (۷۵ – ۵)

واذ قال اللہ یٰعیسی ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ قال سبحٰنک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک انک انت علام الغیوب ہ ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم وکنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علی کل شیئ شھید ہ۔ اور جب اللہ نے کہا۔ اے عیسیٰ ابن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا۔ کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوا معبود بنا لو۔ کہا تو پاک ہے مجھے کہاں شایاں تھا۔ کہ میں وہ کہوں جس کا مجھے حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوتا۔ تو تجھے ضرور اس کا علم ہوتا۔ تو جانتا ہے جو کچھ میرے دل میں ہے۔ اور میں نہیں جانتا جو تو مخفی رکھتا ہے۔ کیونکہ تو غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ تو نے جو مجھ کو حکم دیا تھا۔ بس وہی میں نے ان کو کہہ سنایا تھا۔ کہ اللہ جو میرا اور تمہارا (سب کا) مددگار ہے۔ اس کی عبادت کرو۔ اور جب تک میں ان لوگوں میں (موجود) رہا۔ میں ان کا نگران حال رہا۔ پھر جب تو نے مجھ کو وفات دی۔ تو تو ہی ان کا نگہبان تھا۔ اور تو تمام چیزوں کی خبر رکھتا ہے + (۱۱۶ – ۵)

خادمان کلیسیا کی یہ لغزش ہی ساری آفتوں کی بنیاد ہے۔ اسلاف نے گمراہی کا ایک بیج بویا۔ اور موجودہ عیسائی اُس فروگذاشت سے ثمر تلخ بھگت رہے ہیں چنانچہ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ لوگ بائیبل کی طرف سے بیزار ہو گئے ہیں۔ عامۃ الناس کلیسیا کے دست تصرف سے آزاد ہو چکے ہیں۔ مسلمانوں کو ایسی باتوں سے محترز رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ جس سے ان کے اپنے مذہب کی توہین و ہتک ہو۔ موجودہ کلیسیا کے روشن ضمیر و اہل علم حضرات تعلیم انجیل کے محرف و مبدل حصہ پر پھبتی اڑاتے ہیں۔ کیونکہ یہ تحریف جناب مسیح کے اس دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد واقع ہوئی ہے۔ اور وہ اس کا اندفاع بھی اس وقت یہ نفس نفیس نہیں کر سکتے معلمان مسیحیت کو قرآن شریف کا ممنون احسان ہونا چاہئے۔ کیونکہ قرآن شریف جناب مسیح کو ان کا اصلی مقام دینے کے لئے کسی وقت بھی نہیں چوکا۔ کلام پاک نے ہر مقام پر آپ کی حمایت فرمائی ہے۔ لیکن اس نے انجیل کی تحریف شدہ تعلیمات سے لوگوں کو متنبہ کیا ہے۔ تاکہ عوام الناس گمراہی و ضلالت سے محفوظ و مامون رہیں +

---

[۱] قالوا اتخذ اللہ ولدا سبحٰنہ ہ بل لہ ما فی السموات والارض کل لہ قانتون
ترجمہ۔ کہتے ہیں۔ کہ خدا اولاد رکھتا ہے۔ حالانکہ وہ (اس بکھیڑے سے) پاک ہے۔ بلکہ اسی کا ہے جو کچھ آسمان و زمین میں ہے۔ اس کو معلوم ہے +

مذہب فطرت

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (**ترجمہ**) سو راست روی اختیار کرتا ہوا اپنی توجہ کو دین کے لئے قائم رکھ - اللہ کی (بنائی ہوئی) فطرت (پر قائم رہو) جس پر اس نے لوگوں کو اصل حالت میں پیدا کیا ہے - اللہ کی پیدا کی ہوئی حالت کو کوئی بدل نہیں سکتا - یہ قائم رکھنے والا دین ہے - لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

ان مقدس الفاظ میں فرقان حمید مذہب انسانی کا خلاصہ بیان کرتا ہے یہ مذہب کا ایک نیا نظریہ پیش کرتے ہیں - عبادت - نذر و قربانی کا ان میں کوئی ذکر نہیں - خدا کی رضا جوئی یا اسکی آتش غضب کو فرو کرنا یہ مذہب کی غایت نہیں بناتے - یہ کچھ اور بات کہتے ہیں - یہ ہماری توجہ فطرت انسانی اور اسکی مخفی استعدادوں کی جانب منعطف کر رہے ہیں - انہیں کار آمد بنانا اُن کے نزدیک غایت مذہب ہے - اور وہ طریق عمل جس پر چلکر انسان کی خوابیدہ استعدادیں بیدار اور برسر کار ہو جاتی ہیں - مذہب ہے - جس کا انکشاف خدائے عزوجل ہی ضعیف انسان پر کرتا ہے +

کل نظام عالم ایک ہی احکم الحاکمین کے ماتحت ہے - ہر جگہ اس مالک واحد کا ایک ہی ضابطہ قوانین دائر و سائر ہے - عالم نیبولا ہو یا عالم مادیات - مادیات ہو یا انسان سب کے سب ایک ہی زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں - مادہ گوناگوں شکلوں میں ہر مرحلہ ارتقاء میں نئے نئے خصائص سے بہرہ ور ہوتا ہے - ایک ہیئت پہلی منزل کی مسافت قطع کرنے میں مصروف ہے تو دوسری آخری مرحلہ کا رنج و تعب اُٹھا رہی ہے - ارتقا کی ہر نئی

منزل یا فرد دگاہ پر مادہ نئی نئی خصوصیتوں سے متمتع ہو جاتا ہے۔ تاوقتیکہ مساعدت ماحول اُن مخفی جواہر کو بے نقاب نہ کرے۔ جنہیں وہ مستور رہتے ہیں۔ اور موافق حالات میسر آنے پر مادہ حیرت خیز انکشافات کا موجب ہو جاتا ہے۔ مثلاً جگنو کی چمک برقی شعاع میں متشکل ہو جاتی ہے۔ جھینگر کا محو نما خوش آیند سرود میں تغیر پا لیتا ہے۔ ایک خشک دانہ سرسبز و میوہ دار درخت بن جاتا ہے۔ یوں خیال کیجئے کہ عالم کائنات کی ہر چیز ادنے ہو یا اعلےٰ۔ بیش بہا جواہر کا ایک گنجینہ و فینہ ہے سائنس علم اشیاء کے مبداء ان کا کوئی نہ کوئی قلعہ روز سر کرتی ہے۔ دن بدن حدِ علم ہمارے لئے کشادہ ہو رہی ہے۔ وسعت علم کے پہلو بہ پہلو ہماری زندگی بھی برو برگ آسائش سے سرمایہ دار ہوتی جا رہی ہے۔ بیش پا اُفتادہ چیزوں کی حقیقت آشکار ہونے سے زندگی کے متاع عیش میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جب یہ حالت ادنےٰ طبقہ کے کائنات کی ہے۔ تو انسان کو بھی اس خوبی سے بہرہ مند ہونا چاہئے وہ کیوں نہ ہوتا۔ جبکہ اشرف المخلوقات کے خطاب سے ممتاز کیا گیا ہے۔ جو بزرگی اُسے عطا ہوئی ہے۔ انہیں اور کوئی حصہ دار نہیں۔ ذرا غور تو کرو۔ کہ نطفہ جس سے انسان کا پیکر بعدیل تیار ہوا ہے۔ ایک قطرۂ آب کے سوا کیا ہے۔ پھر اسمیں ہی احسن الخالقین نے گوشت۔ ہڈیاں۔ اعضا۔ دماغ۔ ادراک۔ شعور۔ دل و روح یہ سب کی سب چیزیں مستور کر رکھی ہیں۔ یہی پانی کا ایک قطرہ ارتقا کی دشوار گذار گھاٹیاں طے کر کے ایک ایسے پیکر میں متشکل ہو جاتا ہے۔ جو عالم جسمانیات میں اپنی نظیر آپ ہے۔ تو ضرور ہے۔ کہ روحانیات کے میدان میں بھی یہ سب سے گوئے سبقت لیجائے۔ اس دوڑ میں سب اس سے مات کھا جائیں۔ کیونکہ پیکر انسانی کو ایسا دل و دماغ ودیعت کیا گیا ہے۔ جو ترقی پذیر ہے۔ اور جبکہ عالم کائنات کی ہر چیز رو بہ ترقی ہے۔ اپنی خوابیدہ استعدادوں کو بیدار کرنے میں ہمہ تن کوشاں ہے تو انسان بھی اسی کارواں کا ایک فرد ہے۔ جو ایک حاکم اور ایک قانون کے رو برو سر جھکاتا ہے۔ مزید براں اگر ایک قطرۂ خون پیکر انسانی جیسی بعدیل صورت قبول کر سکتا ہے۔ اور

وہ صورت جو جسمانیات میں سب سے ممتاز ہے تو نوع ہی ہے۔ اخلاقی اور روحانی تکمیل اُسی قطرہ کی دسترس سے ہرگز بالا نہیں ہے +

جسمانی نشو و نما میں ہر ذی جان کسی بیرونی اعانت کا محتاج نہیں ہوتا۔ قدرت کاملہ نے ہر ذی جان میں قوت تعمیری ودیعت کر رکھی ہے۔ کہ اُن اشیاء سے جو اس کی بالیدگی میں ممد ہوں اتصال اور ان سے جو مضر ثابت ہوں انفصال اختیار کرے۔ ہر ایک کے لئے ذخیرۂ خوراک موجود ہے۔ وہی چیز جو ایک کیلئے ہلاہل کا اثر رکھتی ہے۔ دوسرے کے لئے تریاق ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ ہر ایک ذی جان اپنی صلاحیت قبول کے مطابق دسترخوان قدرت سے بہرہ اندوز ہو رہا ہے۔ ایک باغ کو لیاو۔ اسمیں انواع و اقسام کے درخت شامل ہیں۔ ایک ہی آفتاب کی روشنی اُنھیں پہنچتی ہے۔ ایک ہی پانی سے اُن کی آبیاری کی جاتی ہے۔ ایک ہی ماحول میں وہ پرورش پاتے ہیں ایک ہی قطعۂ زمین سے وہ پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن شکل و شباہت۔ برو برگ میں مختلف ہیں۔ ایکدوسرے میں کوئی آثار یگانگت نہیں۔ یونہی ہر ایک کے پھل کا ذائقہ علیحدہ بُو الگ۔ خواص و خصائص جداگانہ ہیں۔ یہی مذاق نمو ہے۔ جو دوست سے دشمن۔ بیگانہ سے آشنا کو ممیز کرتا ہے۔ ایک ہی دسترخوان سب کے لئے بچھا ہے ہر ایک موافق حال اور مفید چیز کو قبول اور مضر رساں سے حذر کرتا ہے۔ انسان بھی جسمانی نشو و نما میں اسی قاعدے و قانون کا پابند ہے۔ معدۂ انسانی منافع جزو خوراک کو قبول اور ایسے جزو کو جو سبب آزار ہوسکے رد کر دیتا ہے۔ چنانچہ ان اشغال سے معدہ کا تعطل اختیار کرنا بیماری کی علامت ہے۔ بیماری فطرتِ انسانی کا اُس ناموافق و مضر چیز کے خلاف جو بدن میں دخل پا چکی ہو۔ اظہار تمرد ہے۔ طبی اعانت معدہ کی جاذوب کشی کے لئے آتی ہے۔ جلاب یا عمل جراحی سے اس ناموافق چیز کو جسم سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح مذاق نمو جسمانیات میں ایک ترتیب و تنظیم کے ساتھ ہر وقت سرگرم فرائض رہتا ہے۔ جسمانی نشو و نما میں تو سب متساوی ہیں۔

متمول و مفلس - مہذب و غیر مہذب سب کی پرورش اس اصول کے ماتحت ہو رہی ہے۔ مگر ذہنی اخلاقی اور روحانی ترقی کی حالت بالکل جدا گانہ ہے - اس کیلئے ہم اُستاد و تدریس - طریقت و رہنما کے محتاج ہیں - خون کا ایک قطرہ عورت کے اندام نہانی میں ایک جہانگیر قانون کے ماتحت پرورش پاتا ہوا شعور سے متمتع ہو جاتا ہے - دُنیا اُس جوہر شعور کی تربیت گاہ ہے مگر فطرتاً شعور کسی ایسی قابلیت سے محروم ہے۔ کہ وہ جادہ حیات کے ہموار و ناہموار مقامات میں تمیز کر سکے - حضور ختمیت مآب کو جب مشیت ایزدی نے اپنے تقرب کیلئے انتخاب کیا - تو ان پر جو سب سے پہلا پیغام پہنچا - وہ اسی حقیقت کا انکشاف تھا - کہ اگر ایک قطرہ خون انسانی شکل و شباہت میں جلوہ نما ہو سکتا ہے - اور کہ قانونِ قدرت کے اتباع سے جسمانیات کا پایۂ تکمیل حاصل کر سکتا ہے - تو ذہنی و روحانی ترقی کی راہ کیوں مسدود و متصور کی جائے - روحانی کمال بھی کمند مساعی کی زد میں ہے - مگر اس باب میں انسان سخت لاپروا ہے - تمرد شعار ہے ہاں وہ رہنمائی کا محتاج ہے - تو اس کا رب استعانت کے لئے مستعد ہے وہ پہلا پیغام ربی ان الفاظ میں تھا +

اقرا باسم ربک الذی خلق ○ خلق الانسان من علق ○ اقرا وربک الاکرم ○ اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا - انسان کو ایک لوتھڑے سے پیدا کیا - پڑھ اور تیرا رب سب سے بڑھ کر عزت والا ہے

شعور انسانی قدرتِ کاملہ کا ایک عجیب و غریب کرشمہ ہے - ایک محیر العقول منظر ہے - کتاب حمید بھی اس امر کی توثیق کرتی ہے +

الذی علم بالقلم ○ علم الانسان ما لم یعلم ○ ان الانسان لیطغیٰ ان راہ استغنیٰ ○ جس نے قلم سے لکھنا سکھایا - اور انسان کو وہ سکھایا جس کا اُسے علم نہ تھا - یقیناً انسان بڑا ہی سرکش ہے - کیونکہ وہ اپنے آپ کو ضروریات سے مستغنی سمجھتا ہے

ولقد خلقنا الانسان من سللۃ من طین ○ ثم جعلنٰہ نطفۃ فی قرار مکین ○ ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظماً فکسونا العظم لحماً ○ ثم انشانٰہ خلقاً اٰخر فتبٰرک اللہ احسن الخالقین ○

ترجمہ: اور ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کرتے ہیں پھر ہم اسے ایک مضبوط ٹھہرنے کی جگہ میں نطفہ بناتے ہیں۔ پھر ہم نطفہ کو لوتھڑا بناتے ہیں۔ اور لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا بناتے ہیں اور گوشت کے ٹکڑے میں ہڈیاں بناتے ہیں۔ اور ہڈیوں پر گوشت چڑھاتے ہیں۔ پھر ہم اُسے ایک اور پیدائش دے کر اٹھا کھڑا کرتے ہیں۔ پس اللہ بابرکت ہے (جو) سب بنانیوالوں سے بہتر ہے +

شعورِ انسانی کی مثال روشنی کی سی ہے۔ جو گوناگوں الوان سے مرکب ہے یہ کُل حیوانات کے شعور کا مجموعہ ہے۔ اسکی ترکیب میں سب کے سب حیوانی شعور شامل ہیں کُتا بلی بھیڑیا۔ چیتا۔ شیر بھیڑ پرند۔ پانی کے جانور یہ سب انسان کے عصار شعور میں محبُوس ہیں۔ یہی انسان میں اخلاق ردّیہ کا مُوجب بھی ہیں۔ چنانچہ جس جانور کا شعور انسان پر غلبہ پالیتا ہے وہ انسان اس جانور کے مماثل ہوجاتا ہے۔ ویسے ہی افعال اُس سے سرزد ہونے لگ جاتے ہیں۔ یہ ایک چلتا پھرتا بیت الطیُور ہے مگر ساتھ ہی اس کا نگاہبان بھی یہی مقرر کیا گیا ہے۔ صرف اسے ایک نسخۂ اکسیر درکار ہے۔ جس کی مدد سے یہ اُن جانوروں کو تسخیر کرکے ان پر اپنا تسلّط قائم کر سکے۔ صفات حیوانیہ کو تادیب و تعدیل کے ساتھ کام میں لائے۔ ہماری یہ ضرورتِ مذہب حقہ پُوری کر سکتا ہے۔ احکاماتِ ربّی کی پیروی ہماری کامیابی کا راز ہے۔ قُوّتِ تسخیر بھی اُسی کے فیض سے نصیب ہو سکتی ہے کہ انسان مخالف قوتوں پر اقتدار پائے۔ اور انھیں مہذّب بنا کر جائز مصرف پر لگائے +

شعُورِ انسانی کی کئی ایک فروع ہیں۔ یہ ایک سرسبز درخت کی مانند ہے جسکی شاخیں جذباتی۔ ذہنی۔ مجلسی۔ اخلاقی۔ رُوحانی کے ناموں سے موسوم ہیں انسان کا کیریکٹر ایک درخت سے مماثل اِن شاخوں پر مشتمل ہے۔ وہ رُوح جو تکمیل نفس حاصل کرچکی ہے۔ اس کی مثال ایک سلطنت کی سی ہے۔ جہاں سیکڑوں شعبے بلانت اقص و تصادم کام کر رہے ہیں تنظیم و ترتیب میں کبھی کمی رُونما نہیں ہوتی۔ ہر کام حسنِ اسلوُب سے انجام کو پہنچتا ہے اس سلطنت میں مذہب کی حیثیّت مشیرِ اعلےٰ کی ہے۔ خدا نے فطرت

انسانی کو ایک گنجینہ جواہر بنایا ہے۔ یہ انواع و اقسام کے حسنات سے معمور ہے۔ اس میں کی ہر چیز پایۂ تکمیل کو پہنچنے کی قابلیت رکھتی ہے۔ لیکن اگر ہم اس خزانے کے در و جواہر کو بازار میں نہ لائیں۔ اور وہ کسی بادشاہ کی زینت تاج نہ بنیں تو بے کار و بیسود ہیں۔ اپنے دل و دماغ کے خزائن کو دیکھو۔ کہ وہ کن کن جواہر سے مالامال ہیں۔ کیا انھیں بے نقاب کرنے کا کوئی طریق نہیں۔ ایسا خیال تک بھی دل میں لانا گناہ سے کچھ کم نہیں۔ سائنس کی جد و جہد پر غور کرو۔ چیزوں کے نئے نئے صفات آشکارا ہوتے جا رہے ہیں۔ جو ہمارے لئے سبب بیش بن رہے ہیں۔ ان انکشافات سے پہلے ان منکشفہ صفات اور ہمارے درمیان ایک چلمن حائل تھی علم و کوشش کی طفیل وہ پردہ ہماری آنکھوں سے اٹھ گیا۔ مغرب میں گذشتہ چند سال سے اوکلٹ سائنس میں ہماری معلومات وسیع ہوتی جا رہی ہیں۔ لوگ وہمیات ورسمیات کے مذاہب سے بیزار دکھائی دیتے ہیں۔ گرجے خالی اور بے رونق پڑے ہیں۔ اہل مغرب تکمیل نفس کی جستجو میں سرگردان پھر رہے ہیں ان پر یہ راز کھل جائیگا۔ کہ انوار الٰہیہ کی ضیا پاشی کے بغیر رہروحیات یا سانی لقمۂ بے اعتدالی بن جاتا ہے۔ تہذیب و تمدن حاضرہ کا سرچشمہ بھی سائنس نہیں ہے یہ بھی نخل اسلام کا ایک ثمر ہے۔ قرآن ہی اس کا استاد ہے۔ وہ انسان کو خدا کا نائب اور خلیفۃ اللہ علے الارض قرار دیتا ہے۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ (۲-۳۰)

عالم کائنات کی ہر چیز انسان کی سہولت و آرام کو مد نظر رکھ کر بنائی گئی ہے۔ اسکی ضروریات کو پورے کرنے میں وہ ممد ہوتی ہے۔ اور وہ طریق بھی قرآن نے بتا دیا ہے۔ کہ جس کے ذریعہ انسان عالم کائنات پر اقتدار حاصل کر سکتا ہے۔ اسے زیر نگین بنا سکتا ہے۔ اگر ہم ان اخلاقی و مجلسی قوانین

کا جو موجودہ وقت میں رائج ہیں۔سرچشمہ تلاش کریں ۔ تو قرآن ہی نکلیگا الغرض مذہب حقہ کی غرض وغایت فطرت انسانی کی تکمیل ہے ۔ فاقم وجهك للدين حنيفا ط فطرت الله التي فطر الناس عليها ط لا تبديل لخلق الله ذالك الدين القيم ولكن اكثر الناس لا يعلمون ٥ سو راست روی اختیار کرتا ہوا اپنی توجہ کو دین کے لیئے قائم رکھ (اللہ کی بنائی ہوئی فطرت پر قائم رہو) جس پر اس نے لوگوں کو اصل حالت میں پیدا کیا ہے - اللہ کی پیدا کی ہوئی حالت کو کوئی بدل نہیں سکتا ۔ یہ قائم رکھنے والا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۔ اور وہ مذہب جو اس مقصد کو پورا نہیں کرتا ۔مذہب حقہ کے طغرائے امتیاز سے معرا ہے ۔ وہ مذہب حقہ نہیں کہلا سکتا +

محاسن اسلام

(از قلم عالیجناب سید فضل الرحمان صاحب وکیل کانپور)

ذیل کا مضمون جناب سید فضل الرحمان صاحب وکیل کانپور نے کانپور کی مذہبی کانفرنس میں پڑھا جسمیں مختلف مذاہب کے احباب شامل تھے ۔ سامعین نے اس مضمون کو از حد پسند کیا ۔مترجم

حضرات! اسلام کا یہ عقیدہ ہے ۔ کہ انسان کی روح بیشمار قوتوں کا خزانہ ہے ۔ ان تمام قوتوں کو ترقی دینا اور انہیں اوج کمال تک پہنچانا انسانی روح کا اصلی مقصد ہے ۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیئے وہ ایک طویل سفر کر رہی ہے ۔ دنیاوی زندگی اس سفر کی ایک اہم منزل ہے ۔ انسان کو دنیا میں اس طرح رہنا چاہئے کہ نہ تو بالکل اس کا ہو رہے ۔۔ اور نہ اپنی روحانی ترقی کو بھولجائے اور نہ اس زندگی کو ہیچ اور بیکار سمجھ کر بری طرح بسر کرے ۔ یا اسے جلد سے جلد ختم کرنے کی کوشش کرے ۔ بلکہ اس چندروزہ فرصت سے اس طرح کام لے کہ وہ

بہ آسانی منزل مقصود تک پہنچ سکے۔ بالفاظ دیگر دنیاوی زندگی کی پوری قدر اور اس کا صحیح استعمال اسلامی تعلیم کی بنیاد ہے +

اسلام چونکہ نظریہ (تھیوری) اور عمل (پریکٹس) کو ساتھ ساتھ لے چلنا چاہتا ہے۔ اس لئے وہ اس اہم نکتہ کی طرف توجہ دلانے پر قناعت نہیں کرتا بلکہ اسکے لئے ایک مکمل دستور العمل پیش کرتا ہے۔ اسی دستور العمل کو وہ اپنی زبان میں ختم رسالت اور تکمیل دین کہتا ہے +

حضرات! روح اور مادہ میں ایسا گہرا اور باریک تعلق ہے۔ کہ اس کی الفاظ میں تشریح تو ممکن نہیں۔ مگر قدم قدم پر اس کے نتائج صاف نظر آتے ہیں۔ اسلئے اسلام اس معمہ کو حل کرنیکے بدلے اس پر اپنے دستور العمل کی بنیاد رکھتا ہے۔ چنانچہ وہ جسم و روح دونوں کی حفاظت و ذہنی اصلاح اور دونوں کی ترقی پر یکساں زور دیتا ہے۔ وہ اگر اخلاق کے ایسے اصول و فروع بتاتا ہے۔ جو انسان کے ہر منزل کیلئے مشعل راہ ہیں تو صفائی اور تندرستی کے متعلق ایسی ہدایتیں بھی کرتا ہے۔ جو حفظان صحت کی بنیاد ہیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتا ہے۔ کہ جس طرح مادی دنیا میں مقررہ اصول پر چلکر انسان ترقی کے قدم آگے بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ اسیطرح روحانی دنیا میں مقرر قواعد جاری ہیں۔ جن قواعد پر عمل کر کے انسان روحانی ترقی کر سکتا ہے۔ ان روحانی قواعد کا نام اسلام کی اصطلاح میں حدود اللہ ہیں۔ اسی لئے قرآن مجید میں بار بار حدود اللہ کے لحاظ رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ حدود اللہ کا پورا لحاظ ہی دنیاوی زندگی کے استعمال کا صحیح طریقہ ہے۔ اور یہی عبادت کی جان ہے۔ اس بنا پر اگر ہم اسلام کے نقطۂ نظر سے عبادت کی تعریف کرنا چاہیں۔ تو یہ کہنا چاہئے۔ کہ دنیا میں زندگی کا اس طرح بسر کرنا جس سے انسان کی تمام قوتیں اوج کمال تک پہنچ سکیں۔ اس مختصر گزارش سے آپ نے اندازہ کیا ہو گا۔ کہ اسلام میں عبادت کا مفہوم کتنا بلند کتنا وسیع اور کتنا اہم ہے +

حضرات! اسلام کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ سچا مذہب انسان کے مجوزہ عقائد و اعمال کا

مجموعہ نہیں - بلکہ وہ ان اصول کی عملی تشریح ہے - جن پر انسان کی اخلاقی اور روحانی زندگی کا دار و مدار ہے - لفظ اسلام کے ابتدائی معنی سرکشی سے باز آنا اور اپنے خالق کی اطاعت کرنا اور صلح اور امن سے زندگی بسر کرنا ہیں - یہ تینوں باتیں اصول و احکام اسلام پر عمل کرنے کا لازمی نتیجہ ہیں ایک پابند اصول و احکام اسلامی روحانی اصول سے سرکشی چھوڑ دیتا ہے - اپنے خالق کی اطاعت کرنے لگتا ہے - اور رفتہ رفتہ وہ حقیقی اطمینان حاصل کر لیتا ہے - جس کی طلب میں اسکی رُوح بے چین ہو رہی تھی ؛

حضرات ! اصل مقصد کے شروع کرنے سے پہلے میں اسلام کی ایک اہم خصوصیت کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں - اسلام نے دُنیا کے مذہبی خیالات میں جو بیش قیمت اضافے کئے ہیں - ان میں سے ایک مذہبی رواداری ہے - قرآن مجید میں مذہبی رواداری کیلئے پورا ایک باب (سُورۃ) وقف کر دیا گیا ہے - اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ حق کسی خاص قوم یا ملک کا حصّہ نہیں جس طرح کہ مادی نعمتیں عام ہیں - اسی طرح اسکی رُوحانی نعمتیں عام ہیں - روئے زمین کا کوئی ایسا خطہ نہیں جہاں رُوحانی پیشوا نہ پیدا ہوئے ہوں - اسی لئے وہ اپنے پیروؤں کو دوسرے مذاہب کی تعظیم اور اُن کے ماننے والوں کے جذبات کے لحاظ رکھنے کی تعلیم دیتا ہے - قرآن مجید کی آیات ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور آپ کے واقعات زندگی میں اس رواداری کی اس کثرت سے مثالیں موجود ہیں - کہ اگر اُن کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل مضمون بن جائے +

حضرات ! اسلام کے خاص اصول قرآن مجید کی ابتدا ہی میں دے دیئے گئے ہیں :-

ذٰلك الكتٰب لا ريب فيه ؛	یہ کتاب ہمیں کوئی شک نہیں - ان لوگوں کیلئے
هُدًى للمتقين ۝ الذين يؤمنون	ہدایت ہے - جو بدی سے حفاظت کرتے ہیں جو غیب پر
بالغيب ويقيمون الصلوٰة ومما	ایمان لاتے ہیں - نماز قائم کرتے ہیں - اور جو کچھ

رزقنٰھم ینفقون ۰ والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاٰخرۃ ھم یوقنون ۵

ہم نے اُن کو دیا ہے اُس کو ہماری راہ میں لگا دیتے ہیں - اور جو اس سب پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ پر الہام ہوا اور جو آپ سے پہلے اَور لوگوں کو الہام کے ذریعہ سے پہنچا تھا - اور جو آخرت کا یقین رکھتے ہیں +

ان آیات کے اندر تین باتیں اعتقاد سے تعلق رکھتی ہیں اور دو عمل سے قبل اس کے کہ میں ان اصُول پر علیحدہ علیحدہ بحث کروں - اس بات کو واضح کر دینا چاہتا ہوں - کہ اسلام میں محض اعتقاد کوئی وقعت نہیں رکھتا - قرآن میں ہر جگہ عمل پر زور دیا گیا ہے - ایمان اور اعمال صالحہ کی تاکید قرآن پاک میں ہر جگہ موجود ہے - دوسری بات جو ان پانچ اصُول کی خصوصیت ہے - وہ یہ ہے کہ یہ اصول کسی نہ کسی شکل میں تمام عالم میں مانے جاتے ہیں - یہ پانچ اصُول جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے یہ ہیں :-

خدا کا ماننا - الہام کا ماننا - آخرت پر ایمان لانا -

اور عملی رنگ میں عبادتِ خدا جو خدا کی عشق و محبت کا سرچشمہ ہے - اور وسیع ترین معنوں میں دوسرے سے بھلائی کرنا - آخر کے ان دونوں عملی اصول میں دراصل یہ دو اصُول شامل ہیں +

(۱) ہمارا فرض جو خدا کے متعلق ہمارے ذمہ ہے -

(۲) ہمارے وہ فرائض جو خدا کی مخلوق کے متعلق ہمارے ذمہ عائد ہیں -

یہ پانچوں اصُول جن کا تعلق اعتقاد و عمل سے ہے دنیا کی تمام قومیں مانتی ہیں اور یہ وہ اصول مشترکہ ہیں جن پر تمام مذاہب کا دارمدار ہے - اور جو انسان کے دل پر منقش ہیں +

اسلام میں خدا کا خیال

تین مذکورہ بالا اعتقادی اصُولوں میں پہلا عقیدہ خدا کے وجود کے متعلق ہر انسان کا اپنے سے

ایک اَن دیکھی بالاتر ہستی پر اعتقاد رکھنا قدیم ترین زمانہ سے چلا آتا ہے۔ مگر مختلف زمانہ میں مختلف قوموں نے اسی ہستی کے متعلق مختلف خیالات قائم کئے۔ اسلام خدا کو کسی خاص قوم یا کسی خاص فرقہ کا خدا نہیں کہتا ہے۔ بلکہ قرآن مجید میں خدا کو سب سے پہلی سورت میں رب العالمین کہا گیا ہے۔ یعنی تمام جہانوں کا نشوونما دینے والا یہاں تک کہ وہ اپنے کمال کو پہنچ جائیں +

اس سے ایک طرف تو خدا کا تصوّر وسیع ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف تمام دُنیا کے انسانوں میں اخوت یا برادری قائم ہو جاتی ہے +

دوسری بات قابل توجہ یہ ہے۔ کہ اسلام خدا کو وحدہٗ لاشریک ان معنوں میں کہتا ہے۔ کہ اُس کی ذات وصفات میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے۔ وہ سب سے زیادہ محبت کرنیوالا ہے۔ اس لئے اس کا نام وُدود ہے۔ وہ ہر شئے کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس لئے اس کا نام خالق کل شئ ہے۔ اُس کی ذات جہت و مکان سے بالاتر ہے۔ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ وہ زمین و آسمان کے ہر شئے کی روشنی ہے۔ اللہ نُورُ السمٰوات والارض۔ وہ ہر ذرّہ ذرّہ میں ظاہر و پوشیدہ ہے۔ ھو الاوّل والاخر والظاھر والباطن۔ وہ خُود زندہ ہے اور ہر زندگی اُس سے ہے۔ اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیّوم ؂

جانِ عالم گویمش گر ربط جاں دانم بہ تن
در رگِ ہر ذرّہ ہم پنہاں و ہم پیداستے

الہام

دوسرا عقیدہ جو اسلام میں ضروری ہے۔ وہ الہام کا ماننا ہے۔ اور نہ صرف اسی الہام کا بلکہ ان تمام الہامات کا بھی جو کسی وقت کسی قوم تک پہنچے ہوں یہاں بھی اسلام اور دیگر مذاہب میں عقیدۂ الہام ایک جزو مشترک ہے۔ مگر اسلام اس کو کسی خاص قوم یا کسی خاص وقت کیلئے محدود نہیں کرتا۔ اس کے سوا ایک اور خصوصیت اسلام کی یہ ہے۔ کہ چونکہ بغیر الہام کی مدد کے انسان خدا کی حضوری کو حاصل نہیں کر سکتا

اور چونکہ مذہب کا مقصد اعلیٰ خدا کی قربت اور حضوری ہے۔ اس لئے خود انسان روحانی ترقی کر کے اور اپنی زندگی کو ہر قسم کی بدی سے پاک کر کے خدا سے قرب حاصل کر سکتا ہے +

تیسرا عقیدہ بعث بعد الموت

اِنسان کا اس زندگی کے علاوہ ایک دوسری زندگی میں عقیدہ رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنے اُن اعمال کے نتائج کا ذمہ وار ہے۔ جو وہ اس زندگی میں کرتا ہے۔ اسلام میں دوسری زندگی کو اس زندگی کا ایک سلسلہ بتلاتا ہے۔ موت زندگی کو ختم نہیں کرتی بلکہ وہ دونوں زندگیوں کو ملانے کی ایک کڑی ہے۔ اس زندگی کے بعد جو زندگی شروع ہوتی ہے وہ غیر محدود ترقیات کی زندگی ہے۔ اس زندگی کے بعد جن لوگوں کو بہشت نصیب ہوتی ہے۔ وہ خود یہ دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار تو ہمارے لئے نور کو تکمیل کو پہنچا دے +

عملی اصول

اسلام نہ محض اعتقادات پر زور دیتا ہے۔ اور نہ صرف اعمال پر بلکہ اسلام کے رُو سے اعتقادات اور اعمال دونوں ضروری ہیں۔ جو آیتیں کہ تین اعتقادات مُتذکرہ بالا کی صراحت کرتی ہیں۔ اُنہی میں ہر قسم کے اعمال کی بھی ہدایات درج ہیں۔ پہلی قسم اعمال کی عبادت خداوندی ہے۔ اور دوسری مخلوق خدا کی فلاح بہبود۔ پہلے اصول عملی کو حقوق اللہ کہتے ہیں۔ اور دوسرے کو حقوق العباد۔ یعنی جو کچھ خدا نے ہم کو دیا ہے۔ اس کو خدا کی راہ میں لگا دینا خواہ وہ مال ہو یا گویائی یا کچھ اور۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ اسلامی اصطلاح حقوق اللہ اور حقوق العباد کے اندر ہر قسم کی نیکیاں شامل ہیں۔ لیکن اگرچہ یہ دونوں اصول جداگانہ معلوم ہوتے ہیں۔ مگر حقیقت میں ایک ہی اصول ہیں جو دونوں پر حاوی ہیں۔ یعنی حقوق اللہ۔ یا اس فرض کا ادا کرنا جو خدا کا ہم پر ہے۔ خدا کے بندوں کی خدمت کرنا دراصل خدا کی خدمت کرنا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید نے جہاں بھی معمولی فرائض انسانی کا ذکر کیا ہے ساتھ ہی ساتھ تاکید کی ہے

کہ خدا کے حقوق کو نہ بھولنا۔ یہ ہی معنی ہیں ہمارے نبی کریمؐ کے اس قول کے ہیں۔ جس کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے :۔
"جو شخص اپنے بھائی کا حق پامال کرتا ہے۔ وہ اللہ کی وحدانیت کا منکر ہے" +

تعلیمات اسلامی

چونکہ قرآن مجید کسی ایک قوم یا کسی ایک زمانہ کیلئے نہیں نازل ہوا تھا۔ بلکہ ہر زمانہ اور ہر قوم کے لئے اور ہر شخص کے لئے خواہ وہ وحشی ہو یا جاہل ہو۔ عالم ہو۔ یا عابد ہو۔ کاروباری ہو یا گوشہ نشین ہو۔ مالدار ہو یا محتاج ہو۔ اس لئے اسکی تعلیم اس قدر وسیع ہے۔ جس قدر خود انسانوں کی تعداد +

اسلام اگر ایک طرف وہ ہدایات بتاتا ہے۔ جو تہذیب کے ادنےٰ ترین طبقہ کے انسانوں کے لئے ضروری ہیں۔ تو دوسری طرف اپنے اندر وہ ہدایات بھی رکھتا ہے۔ جن پر چل کر اعلیٰ اخلاق اور روحانیت والا انسان بھی ترقی کی شاہراہ کو پالیتا ہے۔ انسان کو جن ابتدائی مراحل سے گذر کر جس اعلیٰ درجہ تک پہنچنا ہے۔ ان سب کیلئے اسلام کے اندر ہدایات موجود ہیں +

انسانی استعدادوں کا دائرہ ایک وسیع دائرہ ہے جسمیں معاشرتی۔ اخلاقی۔ اقتصادی۔ سیاسی۔ ذہنی۔ تمدنی وغیرہ صدہا باتیں آجاتی ہیں یہاں دعوےٰ ہے کہ قرآن مجید ان سب امور پر روشنی ڈالتا ہے۔ میں اس وقت اسلام کے صرف وہی پہلو لیتا ہوں۔ جن کا تعلق فطرت انسانی کے ساتھ علمی۔ عقلی۔ اخلاقی اور روحانی شعبوں سے ہے۔ اور یہ شعبہ جات بھی اس قدر شرح و بسط کے ساتھ قرآنی تعلیم میں آجاتے ہیں۔ کہ اُس کا ادنےٰ جزو بھی یہاں بیان نہیں ہوسکیگا اس لئے میں اس موقع پر محض چند عنوانات یعنی Headings کے بیانات پر قناعت کرونگا۔ خدا کی طرف سے پہلی آواز جو ہمارے نبی کریمؐ سُنتے ہیں۔ اسمیں اس امر کی طرف صاف اشارہ موجود ہے۔ کہ آپ کے ذریعہ سے نسل انسانی کو

عزت و حکومت دی جائیگی۔ اور اس غرض کیلئے اُسے لکھنے پڑھنے اور نئے نئے
علوم کے سیکھنے کی طرف متوجہ کیا جائے گا۔ چنانچہ یہ حکم ہوتا ہے +

اقرأ باسم ربك الذی خلق ۝ خلق الانسان من علق ۝ اقرأ وربك الاكرم ۝ الذی علم بالقلم ۝ علم الانسان ما لم يعلم +

اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا۔ انسان کو ایک علق (لوتھڑے) سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب سب سے بڑھ کر عزت والا ہے جس نے قلم کے ذریعے سے علم دیا انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا +

اس آیت میں انسان کی ساری ترقیوں کی جڑ پڑھنے اور لکھنے کو قرار دیا ساتھ
ہی ساتھ یہ بھی توجہ دلائی کہ اعلیٰ زندگی کی ابتدا اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے
سے ہوتی ہے۔ اور اسی سے انسان کو عزت ملتی ہے۔ حواس خمسہ میں سے آنکھ اور
کان ہی ہمارے علم کا بڑا ذریعہ ہیں۔ ان دو حواس کے ذریعہ جو بات ہم حاصل
کرتے ہیں۔ اس پر ہمارے قوئے ذہنی محاکمہ کرتے ہیں۔ پھر جو بات ہمارے دل و
دماغ کو پسند آتی ہے آیندہ کی ہدایت کے لئے وہی ہمارا علم ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم
نے آنکھ۔ کان اور دل کو نہ برتنے والے کا نام چارپایہ رکھا ہے۔ لھم قلوب
لا یفقھون بھا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ فرمایا۔ کہ جو انسان یا قوم انسانی
قوتوں کو استعمال نہیں کرتی۔ اور ان کے ذریعہ صحیح نتائج اخذ کرنے کی قابلیت
نہیں پیدا کرتی۔ وہ قوم دنیا میں نہیں رہ سکتی اور اس کی ہستی معدوم ہو جائیگی۔
قرآن کریم نے صحیح نتائج اخذ کرنے اور اپنی صداقتوں کو منوانے کو علم
عقل۔ تجربہ۔ مشاہدہ۔ سماعت۔ تفکر۔ تاریخ۔ یعنی گذشتہ قوموں کے
حالات پر غور کرنے کا حکم دیا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ بتلایا۔ کہ تم ہر صداقت کا
معیار صحیفۂ قدرت کو ٹھیراؤ۔ تعلیم عقائد مثلاً خدا کی ہستی مرنے کے بعد
دوبارہ زندگی۔ اپنے کاموں کی آخرت میں ذمہ داری۔ الہام وغیرہ کو
قرآن مجید نے تحکمانہ رنگ میں نہیں منوایا۔ بلکہ جو بات منوائی اس کے لئے

دلائل عقلی دیئے۔ اور جن عقائد کو غلط کہا۔ اس کے لئے بھی عقلی دلائل دیئے۔ غرضکہ جو بات منوائی یا جس سے انکار کرایا۔ وہ علم عقل۔ مشاہدہ اور مطالعہ صحیفہ قدرت کی بناء پر منوایا۔ جو کچھ میں کہ رہا ہوں شاید اسے دعوے بے دلیل سمجھا جائے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ امور قرآن میں ہیں جن کی تشریح تنگی وقت کے باعث بیان نہیں ہو سکتی۔ بہر حال میں مجملاً ایک امر کی طرف آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ خدا کا ایک نام قرآن نے رحمٰن بتایا۔ اس کی تشریح خود قرآن مجید نے یوں کی ہے۔ کہ

رحمانیت

خدا کے اس شفقت اور اس کے اس فضل و کرم کا نام ہے۔ جس کے تقاضے سے بیشمار نعمتیں خدا تعالیٰ نے ہمارے کسی عمل کے معاوضہ میں نہیں بلکہ از روئے رحم ہماری ضروریات کے رفع کرنے کے لئے پیدا کر رکھی ہیں۔ مثلاً آسمان میں جو کچھ ہے۔ یہ سب ہماری ضروریات کے پیدا ہونے سے پہلے ہی پیدا کردی گئی ہیں۔ کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس فضل رحمانیت کی شہادت دے رہا ہے۔ جس چیز کی ہمیں ضرورت ہو جو نئی ایجاد ہم کریں۔ اس کے اسباب از روئے تحقیق جدید اس وقت سے دنیا میں موجود ہیں۔ جب انسان پیدا نہیں ہوا تھا۔ یعنی باریتعالیٰ کے ثبوت میں جو بڑی سے بڑی دلیل آج دی گئی ہے وہ Design Theory ہے۔ یعنی کسی امر کی تجویز پہلے کرنا۔ اور پھر اس تجویز کے رُوبراہ کرنے کے اسباب پیدا کرنا۔ یا ہر ایک چیز کا کسی تجویز غرض یا ارادہ سے پیدا ہونا + اگر ہماری ضروریات کے پیدا ہونے سے پہلے ہماری ضروریات کے مطابق کائنات میں چیزیں موجود ہیں۔ تو یہ نظارہ ہمیں ایک ذی عقل ہستی کے ماننے پر مجبور کرتا ہے۔ جس نے ہماری پیدائش سے پہلے ہماری ضروریات کا اندازہ کیا۔ اور ان کو پورا کرنے کے اسباب مہیا کیئے۔ یہ لفظ رحمان گویا دلیل ہے۔ کہ خدا کا فضل اور اس کے فضل و کرم کے لئے کسی معاوضہ کی ضرورت نہیں۔ انسان کے جو اسباب راحت ہیں۔ وہ اس

میٹریل سے نکلتے ہیں جن کی پیدائش میں انسان کا ہاتھ کام نہیں کرتا قرآن مجید نے سورۂ یٰسین میں فرمایا ہے۔ کہ تمہاری راحت کے اسباب تمہاری پیدائش سے پہلے کے ہیں۔ اسی طرح قرآن کہتا ہے۔ کہ الہام کا دنیا میں آنا خدا کی صفت رحمانیت کا تقاضا ہے۔ خدا نے انسان کی ہر طبعی خواہش کو اپنی رحمانیت سے پورا کیا۔ پیاس کے لئے پانی پیدا کیا ہر قسم کی اشتہاؤں کے لئے دفع اشتہا کے سامان مہیا کئے۔ اگر کانوں میں خوش آواز سننے کی طلب رکھی ہے۔ تو دوسری طرف خوش گلوئی پیدا کی۔ اسی طرح کُل خواہشات کا اندازہ کرلو۔ اب خدا کے عرفان حاصل کرنے کی طبعی خواہش انسان میں ہے۔ اور خدا سے بولنے اور اس کی آواز سننے کی بھی طبعی خواہش انسان میں ہے۔ تو پھر وہ خدا جو رحمٰن ہے کیوں اس طبعی خواہش کو پورا نہ کرے۔ اسی لئے قرآن نے فرمایا:-

الرحمٰن علم القرآن یعنی اللہ نے باطنی نعمتوں کا سامان قرآن کے ذریعہ مہیا کر دیا ہے +

علوم حاصل کرنے کیلئے قرآن نے چند اصولوں کی بناء پر ہمارا نصب العین بلند کردیا۔ اور پھر ہم کو ہدایت کردی۔ کہ اس نصب العین کے حصول کیلئے علوم پیدا کرو۔ اور تحصیل کرو وہ اصول یہ ہیں:-

(۱) انسان زمین پر خدا کا نائب ہے۔ اور بحیثیت نائب اُسے وہ اخلاق حاصل کرنا چاہیئے جو خدا میں ہیں +

(۲) انسان میں ہر کام کیلئے استعداد ہے۔ زمین پر مخلوقات میں فرداً فرداً جو استعدادیں ہیں۔ وہ سب اس میں یکجا پائی جاتی ہیں۔

(۳) انسان زمین و آسمان کی چیزوں کو مسخر کرسکتا ہے۔ یہ سب چیزیں اس کی خادم ہیں +

(۴) دُنیا میں کوئی چیز نہیں جو بیصرف ہو یا بیکار ہو۔ ہر چیز انسان کے فائدے کیلئے ہے

(۵) مذکورہ بالا چیزیں انسان کو حاصل ہو سکتی ہیں - اگر کائنات کی ہر چیز پر غور کرے - اُنھیں اپنے امتحان میں لائے - اور اُن کے استعمال کی راہ تلاش کرے - کیا ان پانچ باتوں کے لئے جب تک انسان کے علمی، عقلی، ذہنی قوے کام نہ کریں یہ امر حاصل ہو سکتے ہیں - ان پانچ امور نے انسان کے خوابیدہ قوے کو حرکت دی - تنگیٔ وقت نے مجھے اس مختصر مضمون کو ختم کرنے پر مجبور کر دی ہے - اور میں اس حصہ کے متعلق صرف اس قدر اور کہنا چاہتا ہوں - کہ اسلام نے یہ باتیں سکھائیں - اور ان سب کے حصول کو علم تجربہ مشاہدہ اور عقل سے وابستہ کر دیا +

اخلاقی پہلو

اب میں قرآن کریم کی تعلیم کے اخلاقی پہلو کو لیتا ہوں - یہ خیال کہ اسلام انسانی مطالبہ جات اخلاق کو پورا نہیں کرتا علم اخلاق سے ناواقفیت پر مبنی ہے - چند نرم فقروں کا بول دینا یا اخلاقیات پر نرم نرم باتیں کر دینا اخلاق کی تعلیم نہیں ہو سکتی - قرآن کریم نے اخلاق کا جو نظام ترتیب دیا ہے اس کے قریب قریب آج کے علم الاخلاق Ethics اور علم النفس و القوے Psychology کی تحقیقات پہنچی ہیں +

قرآن کریم نے ادنےٰ جذبات یا ادنےٰ اخلاق کی ہلاکت تجویز نہیں کی بلکہ اس نے اخلاق حیوانی کو اس اخلاقی عمارت کے کنکر پتھر ٹھیرائے ہیں جس کی تعمیر پر انسان اعلےٰ اخلاق کا مالک ہو جاتا ہے - قرآن نے قوت غضب و طمع کو سر چشمہ اخلاق اور بد اخلاقی ٹھیرایا ہے - پھر وہ راہیں تجویز کی ہیں جن سے غضب و طمع اخلاق حسنہ بن جاتے ہیں - اور ان راہوں سے روکا ہے - جن سے یہ قوتیں بد اخلاقیاں بن جاتی ہیں قوت غضبی کو لوگ بُرا کہا کریں - اور اسمیں شک نہیں - کہ غصّہ - کینہ - حسد - نفرت بد زبانی - ظلم غضب کی ہی شکلیں ہیں - لیکن کیا کبھی آپ نے یہ بھی غور کیا

کہ ہمارا غضب یا کرودھ ہی اصلاح پا کر شجاعت - جرأت عدالت - حمایت جائز استقامت وغیرہ جیسے اخلاق فاضلہ بن جاتے ہیں - اسی طرح اگر طمع سے ہی حرص - حرامکاری - بددیانتی - بیحیائی اور دیوثی پیدا ہوتی ہے - تو یہی طمع انسانی اعتدال پر آکر محبت - عشق الٰہی - توکل - شفقت اور خوش مزاجی بن جاتی ہے +

اور یہ بات ہم کو قرآن کی تعلیم سے معلوم ہوتی ہے - ہماری تمام روحانیات اور اخلاقیات اور ایسا ہی تمام بدیوں اور بداخلاقیوں کی بنیاد قرآن نے انہیں قوتوں کو ٹھیرایا ہے - جن کا غلط استعمال ہم کو جہنم تک پہنچا دیتا ہے - پھر وہ راہیں بتائی ہیں - جن سے یہ جذبات بہیمیہ اور اخلاق حیوانیہ اصلاح اور تہذیب پاکر اعلےٰ اخلاق بن جائیں - اور پھر اخلاق حمیدہ میں سے روحانیات کے ثمرات پیدا ہوں - یہی طمع اور غضب وہ کھاد اور ردی مٹی ہے جسمیں سے اخلاق کا درخت نکل کر روحانیات کے پھل اور پھول پیدا کرتا ہے لیکن اس پھل کے حاصل کرنے کے لئے درخت کے لگانے کی ترکیب اس کا سینچنا اُس کی کاٹ چھانٹ اور اسکی باغبانی کا طریقہ قرآن کریم میں درج ہے - قرآن کریم میں صرف یہی تعلیم نہیں ہے - کہ فلاں باتیں اچھی نہیں - فلاں فلاں بُری ہیں - فلاں بات کرو - فلاں بات نہ کرو - بلکہ اخلاق کے مضمون کو علمی اور عقلی طریقے سے تعلیم کیا ہے - اب میں قرآن کریم کے اس حصہ کو بیان کرتا ہوں جسے علم الاخلاق Ethics کہتے ہیں - یعنی متمدنی زندگی کے اخلاق - اس امر میں ہمیں اسلام نے حکم دیا ہے کہ ہم اپنے میں اخلاق خداوندی پیدا کریں - یعنی مخلوق الٰہی سے اُن اخلاق کا برتاؤ کریں - جن اخلاق کے ساتھ خدا تعالےٰ اپنی مخلوق سے سلوک کرتا ہے :-

احسن کما احسن اللہ الیک

دراصل یہ بھی ایک بڑی غرض خدا کے الہام کی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے سوا اس کے اخلاق کا ہمیں کون پتہ دے سکتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے خدا تعالیٰ کے ننانویں اخلاق بتائے ہیں۔ لیکن یہ سب اخلاق خدا کے چار ناموں کے اندر آجاتے ہیں۔ چنانچہ نماز اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ ہم میں خدا کا رنگ پیدا ہو جائے۔ اسی غرض کیلئے نماز میں ہم خدا کے سامنے کھڑے ہو کر سب سے اوّل اس کے یہ چار نام لے کر غور کرتے ہیں۔ ربّ رحمٰن۔ رحیم۔ مالک یوم الدین۔ ہم میں کہاں تک ان چار ناموں کا رنگ ہے۔ پھر اپنی عاجزی کا اقرار کرتے ہیں۔ اور اس سے وہ راہ پوچھتے ہیں۔ جس پر چل کر ہم میں اس کے اخلاق پیدا ہو جائیں۔ پھر رکوع اور سجدہ میں گر کر اس کی تسبیح یعنی اس کے نام کو سامنے رکھ کر ان غلط کاریوں سے پاک ہونے کی دعا کرتے ہیں۔ جو ان اخلاق ربانی کے پیدا ہونے میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔ گویا ہماری نماز کا خلاصہ اخلاق خداوندی کو اپنی ذات میں پیدا کرنا ہے۔ اور یہ جو بار بار ہم نماز پڑھتے ہیں۔ اس کا مقصد یہی ہے۔ کہ ہر روز کچھ وقفہ کے بعد ہم اپنے اعمال و اخلاق کا امتحان لیں۔ کہ ہم کہاں تک ربانی اخلاق کے پیمانہ میں پورے اترتے ہیں۔

پہلا خلق خداوندی رب العالمین کی صفت ہے۔ یعنی کل مخلوقات کا کل قوموں کا کل ممالک کا کل جنتوں کا پیدا کرنے والا اور اپنی ربوبیت میں کسی قوم زبان رنگ یا ملک کی تمیز نہ کرنے والا ہے۔ اور ہر ایک سے ایک ہی قسم کا سلوک کرنے والا ہے۔

دوسرا خلق خداوندی۔ الرحمٰن کی صفت ہے۔ یعنی ہر ایک کی ضروریات کو اس کے کسی استحقاق کے بغیر پورا کرنیوالا اور ہر ایک کی ضرورت کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اس کا تہیہ اور انتظام کرنیوالا +

تیسری صفت خداوندی الرحیم ہے۔ یعنی اگر ہم ایک نیک کام کریں

تو اُس کا کئی گُنا بدلہ دینے والا ہے +

چوتھی صفت - مالک یوم الدین - یعنی ہمیں نیک کاموں کی جزا دینے والا اور ہمارے گناہوں پر کبھی سزا اور کبھی معافی دینے والا - یعنی ہماری اصلاح کے لئے جو مناسب ہو سزا یا بخشش دہی کرنے والا - ایک منٹ کے لئے غور کیجئے کہ اگر انسان میں اُن اخلاق خداوندی کا رنگ پیدا ہو جائے تو دُنیا میں جو آج ہو رہا ہے - تو اُس کا کیوں نہ خاتمہ ہو جائے +

ہمیں رب العالمین کے رنگ میں ہر ایک انسان کی پرورش کی فکر کرنا ہے - عام اس سے کہ وہ ہماری قوم سے ہے یا نہیں ہے - ہمارے ملک کا ہے یا نہیں ہے - ہمارا اہل مذہب ہے یا نہیں ہے - ہمیں ہر ایک کی ضرورت کو پورا کرنا ہے - بلا لحاظ تعلق کوئی ہو - اگر وہ حاجتمند ہے تو ہمیں اس کی حاجت کو رفع کرنا ہے - اور جو کوئی ہمارا کام کرے یا خدمت کرے تو اُس کا معاوضہ ایک نہیں بلکہ کئی گُنا ادا کرنا ہے - کیونکہ ہم رحمٰن اور رحیم خدا کے پرستار ہیں - دُنیا میں لوگ ہمیں تکلیف بھی دیتے ہیں - اور ہم سے غلطیاں اور جرم بھی سرزد ہوتے ہیں - ہمیں اُنھیں معاف کرنا ہے - لیکن اگر معافی کا نتیجہ یہ ہو کہ وہ اور سر پر چڑھ جائیں اور ہماری نرمی سے فائدہ اُٹھا کر بدکرداری پر اُتر آئیں تو اُنھیں سزا بھی دینی ہے - لیکن یہ سزا اُسی حد تک ہو گی جس حد تک ایک غلط کار کی اصلاح ہو سکے - اور یہ سزا غصہ میں آکر بدلے کی غرض سے نہ ہو - اسلامی جنگوں کا یہی فلسفہ ہے - کہ یہ ایک علمی رنگ ہے جو حقیقت نماز سے وابستہ ہے - لیکن اُسے عمل کا جامہ پہنانے کے لئے مسلمانوں کو جُمعہ کا خُطبہ دیا جاتا ہے - کاش اس فتوے کے خاص کر اُس حصہ پر دنیا عمل کرے - جس میں قرآن پاک کی ایک آیت ہر جمعہ میں پڑھی جاتی ہے - اور وہ آیت یہ ہے - ان اللہ یامرکم بالعدل والاحسان وایتاءِ

ذی القربیٰ و ینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون
اللہ تعالیٰ تمھیں عدل کا حکم دیتا ہے۔ یعنی کسی کا حق نہ مارو۔ جو تمہارا حق ہو اسقدر
لیلو۔ اور جو کسی کا حق تم پر ہو وہ دے دو۔ مگر یہ تو اخلاق کی پہلی منزل
ہے۔ اس سے بڑھکر یہ حکم ہے۔ کہ تم تو احسان کرو۔ یعنی اگر کسی کا
تھوڑا سا بھی حق تمہارے ذمہ ہو یا کچھ بھی نہ ہو تو مروّت اور احسان
کرو۔ پھر اس سے بھی بڑھکر یہ کہ تم اپنے بیگانے کے ساتھ وہ اخلاق برتو
کہ جو اپنے اہل و عیال اور اقربا سے برتتے ہو۔ جہاں کوئی عوض معاوضہ نہیں
ہوتا ہر ایک بچہ سے اپنی اولاد کا سا سلوک کرو۔ ہر ایک ہمعمر کو اپنا بھائی یا
بہن سمجھو۔ ہر ایک معمّر کو اپنا بزرگ سمجھو۔ حُسن سلوک کے یہ تین مدارج ہیں
جو ہمیں دنیا میں ملے کرنے ہیں۔ ایسا ہی ہم کو بُرائیوں سے بھی بچنا ہے +
(۱) کوئی ایسی بات نہ کرنی چاہئے۔ جو بُری اور گندی ہو۔ اس کے منکر یعنی
ایسے اعمال سے بچنا جن سے کسی سے حقوق کا انکار ہو۔ اور یاد رکھئے کہ سب سے
پہلے آپ کے نفس کا حق آپ پر ہے۔ اس کے بعد آپ کے ہمسایہ کا ہمسایہ
سے مراد ہر وہ انسان ہے کہ جو آپ کے سوا ہے۔ خواہ کسی قومیت کا ہو لہٰذا
ایسا کوئی فعل نہ کرنا چاہئے۔ جس سے ان حقوق میں فرق آئے۔ یعنی جس سے
آپ کے یا آپ کے ہمسایہ کی شہرت مال یا جان کو نقصان پہنچے۔ فحشاء
اور منکر کے بعد جس تیسری بدی سے روکا ہے۔ وہ بغاوت ہے جس
لفظ کے اندر قانونِ الٰہی اور قانون نافذ الوقت دونوں کی خلاف ورزی
آجاتی ہے +

رُوحانی پہلو

اب مجھ کو ترقی انسانی کے مدارج میں سے آخری منزل یعنی روحانی ترقی کا ذکر
کرنا ہے۔ اسی منزل پر پہنچ کر انسان خدا کے عشق میں اپنے آپ کو بالکل فراموش
کر دیتا ہے۔ اور اس کی زندگی تمام تر اپنے مالک اور محبوب کے لئے وقف ہوجاتی ہے

لفظ اسلام اپنے اصلی معنوں میں اسی منزل کی طرف اشارہ کرتا ہے ۔ زندگی کی اس منزل کو قرآن کی منجملہ اور آیتوں کے وہ آیت واضح کر دیتی ہے ۔ جس کا ترجمہ یہ ہے "اے وہ رُوح جو شانت و مطمئن ہے ۔ اور اپنے رب کی کامل محبت کے ساتھ مطمئن ہے اُس کی طرف لوٹ آ ۔ وہ تجھ سے خوش اور تُو اس میں خوش ہے ۔ پس میرے بندوں میں اور میری جنت میں داخل ہو جا" +

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے ۔ کہ انسان جب اعلیٰ ترین رُوحانی منزل پر پہنچنے کی اس دُنیا میں خواہش رکھتا ہے ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ خدا میں محو ہو جائے اور اپنا اطمینانِ قلب اپنی مسرت اور اپنی خوشی صرف خُدا ہی میں پائے ۔ یہی وہ درجہ ہے ۔ جس کو ہم اس دنیا میں بھی جنت کہہ سکتے ہیں ۔ اس منزل پر پہنچ کر انسان محسُوس کرتا ہے ۔ کہ اُس کی وہ تمام عبادتیں جو ابتدا میں ایک بار معلوم ہوتی تھیں ۔ درحقیقت وہ غذائے رُوحانی ہیں ۔ جن سے اُن کی رُوح نشوونما پاتی ہیں ۔ اس منزل پر پہنچ کر انسان بھٹکتا نہیں ۔ بلکہ خدا کی تائید سے وہ جنگ جو ہَوا وہوس سے کرنی پڑتی ہے ۔ اس میں اس کو فتح حاصل ہو جاتی ہے ۔ خدا اُسکے دل میں نیکی کی محبت پیدا کر دیتا ہے ۔ اور نجاست اور گندگی سے اس کے دل کو پاک کر دیتا ہے ۔ میں جس آیت کی طرف اشارہ کر رہا ہوں ۔ اس کا ترجمہ یہ ہے :-

خدا اُن کے دلوں میں ایمان کی محبت نقش کر دیتا ہے ۔ اور اُن کو اپنی رُوح القدس کی تائید سے مستحکم کر دیتا ہے ۔ لیکن سوال یہ ہے ۔ کہ یہ رستہ ہم کو کس طرح ملے ۔ اور اس روشنی تک ہم کس طرح پہنچیں ۔ کیا عقل انسانی کی کمزور کوششیں ہم کو اس منزل تک پہنچا سکتی ہیں ۔ اور کیا ہم کامیابی کے ساتھ اپنے دماغی طاقت کو کام میں لا کر خدا کا قرب اور اس کا وصل حاصل کر سکتے ہیں ۔ یاد رکھئے کہ محض انسانی تدابیر اس زندہ اور زندہ رکھنے والے خدا کا نورانی چہرہ ہم کو نہیں دکھلا سکتیں ۔ قرآن پاک میں جو

طریقہ اس منزل تک پہنچنے کا بتایا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ سب سے پہلے انسان اپنی تمام استعدادوں اور طاقتوں کو تمام تر اُس کی مرضی کے تابع کر دے۔ اور پھر لگاتار اس کے قرب کے حاصل کرنے کے لئے دُعا کرتا رہے۔ اس غرض کے لئے جو بہترین دُعا قرآن نے بتائی ہے وہ یہ ہے "دُعا"۔ اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ تمام پاکیزہ تعریفیں اُسی اللہ کو شایاں ہیں۔ جو تمام عالموں کا پیدا کرنیوالا اور اُن کو نشو و نما دے کر تمام کمال تک پہنچانیوالا ہے۔ وہ رحمٰن خدا جس نے محض اپنے رحم سے قبل اس کے ہم کسی کام کے عوض میں اس کے مستحق ہوں۔ ہماری راحت کے سامان مُہیّا کر دیئے ہیں وہ رحیم خدا جو ہمارے نیک اعمال کا ہم کو کئی گنا اجر دیتا ہے۔ وہ خدا جو یوم جزا کا تنہا حاکم ہے۔ اے خدا جس کو یہ تعریفیں سزاوار ہیں۔ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اور تمام معاملات میں ہم تیری ہی امداد چاہتے ہیں"۔ یہ لفظ "ہُم" جو ان آیات میں آتا ہے۔ اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ انسان کے جملہ قوا اسے خدا تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت میں مصروف ہیں۔ اور اسی کا نام اسلام ہے"۔ اے خدا ہم کو وہ راستہ دکھلا دے جو تیری طرف جاتا ہے۔ تاکہ ہم اس راستہ پر مضبوطی سے قائم رہ کر اُن لوگوں کے نقش قدم پر چلنے لگیں۔ جن پر تُو نے اپنی نعمتیں اور برکتیں نازل کی ہیں۔ اے خدا ہم کو اُن لوگوں کے راستہ پر چلنے سے بچا جن سے تُو ناراض ہے۔ اور اُن لوگوں کے راستہ سے بھی جو بھٹک گئے ہیں۔ اور تجھ تک نہیں پہنچے"۔ غرض کہ قرآن مجید نے رُوحانیات کی اس منزل پر پہنچنے کے لئے دو طریقے بتائے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم اپنے کو اپنے مالک اور محبوب کی مرضی کے پُورا پُورا تابع کر دیں۔ دوسرے یہ کہ متواتر نماز و دُعا جو قرآن مجید کی ابتدائی سُورۂ فاتحہ میں درج ہے کرتے رہیں۔ یہ ہی وہ دو نہریں ہیں جو نجات کے سرچشمہ تک پہنچا ہیں یعنی یہی وہ محفوظ راستے ہیں۔ جو خدا تک پہنچا دیتے ہیں +

اسلام دراصل وہ جلتی ہوئی آگ ہے۔ کہ جو تمام کمینہ خواہشات کو نیست و نابود کردیتی ہے۔ اور ہماری عزت اور شہرت ہمارا مال و متاع یہاں تک کہ ہمارا جسم اور ہماری رُوح سب کا سب ہمارے مطلوب اور مقصود حقیقی کی نذر ہو جاتا ہے۔ اس چشمہ میں داخل ہوکر ہم ایک قسم کا آبحیات پی لیتے ہیں ہمارے روحانی قوائے ایک زنجیر کی کڑیوں کی طرح مضبوطی کے ساتھ ایکدوسرے سے جُڑ جاتے ہیں۔ ہمارے اندر سے بجلی کی طرح کی ایک آگ نکلتی ہے۔ اور شعلہ اُوپر سے آتا ہے۔ یہ دونوں مل کر تمام بُری خواہشات اور کمینی حرص و ہوا کو جلاکر خاک و سیاہ کردیتے ہیں۔ پہلی زندگی پر ایک قسم کی موت طاری ہوجاتی ہے۔ اور ایک نئی اور روشن ترین زندگی شروع ہو جاتی ہے۔ جس میں خُدا اور صرف خدا ہی نظر آتا ہے۔ وہاں پہنچ کر کسی سائنس یا فلسفہ کسی منطق یا معقول کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ انسان قیاس و گمان اور شک سے گذر کر اُس منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ جس کو قرآن مجید نے لفظ یقین سے موسوم کیا ہے +

نہ دماغ صرف رہ نظر نہ دلیل باعث درد سر
وہی جوش لذت دید ہے نہ قیاس ہے نہ گمان ہے
نہ وہاں حدوں کا نشاں کہیں نہ محل حرف بیاں کہیں
میرا عشق ہے تیرا حُسن ہو وہی آنکھ ہے تیری شان ہے

ذٰلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون +

اُسوۂ حسنہ

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

سید انامؐ کی ہستی مبارک کو کسی اعتبار سے دیکھو - آپؐ کی شان عدیم النظیر پاؤ گے - آج تک جتنے پیغامبر ہوئے ہیں - آپؐ سب سے برگزیدہ ہیں - دنیا میں جس قدر مصلح پیدا ہوئے ہیں کسی کا پایہ آپؐ کے برابر نہیں اور جو آیندہ پیدا ہونگے - وہ بھی آپؐ کے نخل تعلیم سے خوشہ چین ہونگے - ابھی تک تو آپؐ کی تصویر زندگی کا ایک ہی رُخ بے نقاب کیا گیا ہے - کہ آپؐ سے بہتر راز حیات کا کوئی معقد کُشا نہیں ہوا - نبرد حیات میں کامرانی کے جو اسالیب آپؐ نے قائم کئے - وہ عمل کی کسوٹی پر کبھی خطا ثابت نہیں ہوئے - تصویر کا دوسرا رُخ آپ کی عملی زندگی ہے میدان عمل میں بھی آپؐ کا توسن باد پا سب نبیوں سے آگے ہے - جن پیغام حقہ کے آپؐ منّاد تھے - آپؐ ہی عملی زندگی میں اُسکے امام بھی تھے - آپؐ کا ہر فعل آیات قرآن کی زندہ تفسیر ہے - یہ خصوصیت بھی آپؐ ہی کی ذات تک محدود ہے - تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے قطعاً عاجز ہے +

زبان کی ایک جنبش ستارہ سے آسمان کا ورق اُلٹ دینا بھی دشوار نہیں - اسی طرح اخلاق کے اعلےٰ سے اعلےٰ قوانین مرتب کر دینا سہل کام ہے اُنھیں تعلیم کرنا بھی ایسا دقت طلب نہیں - لیکن کسی ایک قانون اخلاق کو ہوا و ہوس کے پیہم حملوں کے روبرو جامۂ عمل سے زینت دینا سرشت ملک کو چاہتا ہے - مثلاً کوئی شخص عفو و حلم کی تعلیم کرتا ہے - ان اخلاق فاضلہ کی توصیف میں رطب اللسان ہے - لیکن تا وقتیکہ اس معلم کی اپنی زندگی اُن اوصاف سے متصف نہیں - جب تک اس کے دائرہ عمل میں اُن کی

چہرہ دنیا کو دیکھنا نصیب نہ ہوتا ۔ جب مخالفین کی نشۂ کفر سے مخمور آنکھیں آپؐ کے قدموں میں واشگاف ۔ تو آپؐ نہایت التفات آمیز لہجہ میں اُن سے سوال کرتے ہیں

"تم مجھ سے کیسے برتاؤ کی توقع رکھتے ہو؟"+

اگرچہ وہ لوگ اپنی ستم زا طبیعت کے کرشموں کو نہ بھولے تھے لیکن رسول اکرمؐ کی حسنِ طبیعت سے بھی خوب آشنا تھے ۔ سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا ۔ "تم ہمارے اچھے بھائی ہو" آپؐ نے خندہ پیشانی سے جواب میں فرمایا[۱] "تمہیں کوئی ایذا نہ پہنچیگی ۔ تم بالکل آزاد ہو"۔ ان اسیروں کی جماعت میں ہندہ عرب کے ایک سردار عتبہ کی لڑکی بھی شامل تھی ۔ عتبہ آپؐ اور آپؐ کے رفقاء پر تیرہ سال تک جو ظلم و استہزاء کی ژالہ باری ہوتی رہی تھی اس کا بڑا سبب تھا ۔ وہ آپؐ کے مخالفین کی جماعت کا سردار تھا ۔ ہندہ میں باپ کی وراثت میں اُس کا بُغض و عناد بھی منتقل ہو گیا تھا ۔ وہ آپؐ کی جان کے درپے تھی ۔ اس کی سیہ باطنی انتہا تو پہنچ چکی تھی حضرت امیر حمزہؓ کی شہادت پر ان کے دل کو اس نے دانتوں میں چبایا تھا ۔ ان واقعات کا نقشہ اُس کی آنکھوں میں موجود تھا ۔ شہِ یثرب کے دربار میں حاضر ہونے کے خیال سے سہم زدہ ہو گئی ۔ خوف و خجالت سے قدم نہ اٹھتا تھا

شناخت سے محفوظ رہنے کے لئے اپنے چہرہ کو نقاب پوش کر لیا ۔ آپؐ نے جونہی کہ وہ پیش ہوئی ۔ اُسے فوراً پہچان لیا ۔ لیکن اس درد انگیز واقعہ کا اشارہ تک نہ کیا[۲] آپؐ کا ایک اَور بڑا بدخواہ ابوسفیان تھا ۔ جو آپؐ کے خلاف ہر مہم میں حصہ لیتا تھا ۔ ہرقل کے دربار میں اسی نے آپؐ کی شان میں اپنا دہن ناپاک کیا تھا ۔ رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہونے سے وہ بھی خوف زدہ تھا ۔ کسی سفارشی کیلئے بغلیں جھانک رہا تھا ۔ کہ حضرت عباسؓ نے دستیاری کا ہاتھ بڑھایا ۔ اور دونوں سید انامؐ کے حضور میں حاضر ہوئے ۔ اُس بارگاہ رحمت میں تو کسی سفارش کی ضرورت نہ تھی ۔ چنانچہ ابوسفیان کو معافی عطا ہو گئی +

(۱) بخاری فتح مکہ (۲) بخاری +

آپ کی زندگی قرآن پاک کی مکمل تفسیر ہے ۔ چنانچہ جب کوئی حضرت عائشہ سے کتاب حمید کی کسی آیت کی تفسیر پوچھتا ۔ تو وہ رسول کریمؐ کی زندگی کا کوئی واقعہ جو اس آیت کے مفہوم کے مطابق ہوتا بیان کر دیتی تھیں اور جب کبھی کوئی حضورؐ کے کسی فعل کی غایت دریافت کرتا ۔ تو آپ فرقان حمید کی وہ آیت پڑھتیں جس میں اُس فعل کا اشارہ ہوتا +

پاس عہد

قد افلح المومنون ۔ مومن یقیناً کامیاب ہیں ۔ الذین ھم لامنتھم و عھدھم راعون ۔ اور جو اپنی امانتوں کو اور اپنے عہد کو نگاہ میں رکھتے ہیں ۔ اوفوا بعھدکم ۔ اپنے عہدوں کو پورا کرو +

رسول اکرمؐ نے ایک تاجر اور ایک امیر جماعت کی حیثیت سے کئی عہد و پیمان باندھے ۔ اور بسا اوقات ایسا ہوا ۔ کہ آپ سے وہ شرائط منظور کرائے گئے ۔ جو آپ کی اغراض و مفاد کے متناقض تھے ۔ مگر ہمیشہ آپ اس آزمائش میں پورے اُترے ۔ ایفائے عہد کے شمار نے آپ کو امین کے لقب سے ملقب کیا ۔ آجکل ہم دیکھتے ہیں ۔ کہ یورپ میں عیسائی حکومتیں آئے دن نئے عہد باندھتی ہیں ۔ اُن عہد ناموں کے شرائط بھی مقرر ہوتے ہیں لیکن جو ان معاہدات کا حشر ہوتا ہے ۔ وہ بھی اظہر من الشمس ہے ۔ عہد شکنی اس قدر مبتذل ہے ۔ کہ اب اس کا شمار فیشن میں ہونے لگا ہے ۔ اور بعض تو اسے عقل و حکمت کا مترادف متصور کرتے ہیں ۔ ایسا کیوں نہ ہو ۔ ان کے معتقدات انھیں کب پاس پیمان کی تعلیم دیتی ۔ بائبل زندگی کے اعلےٰ مدارج میں راہنمائی سے عاجز ہے ۔ یورپ کو چاہئے ۔ کہ اپنا آئیڈیل محمد عربیؐ کو بنائے اور حرمت عہد و پیمان کا سبق اُن سے سیکھے +

جنگ بدر کا موقع ہے ۔ سرفروشانِ اسلام کی تعداد مخالفین سے کئی گنا کم ہے ۔ دو صحابہ لشکر سے علیحدہ ہو کر پیچھے رہ گئے ہیں ۔ راہ میں مخالف لشکر سے ان کا سامنا ہو جاتا

ہے۔ وہ گرفتار کرلئے جاتے ہیں۔ بہت کشمکش کے بعد انھیں رہائی ملتی ہے۔ بشرطیکہ وہ جنگ میں حصہ نہ لیں۔ دونوں اصحاب حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر سارا قصہ آپ کے گوش گذار کرتے ہیں۔ جواب یہ ملتا ہے۔ کہ تم واپس چلے جاؤ۔ اور جو شرط اپنی رہائی کے لئے تم نے قبول کی تھی۔ اس سے سرِ مو تجاوز نہ کرنا ہمیں صرف خدا کی اعانت درکار ہے +

نصفت شعاری

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ اللہ تمہیں عدل کا حکم دیتا ہے۔

وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی۔ اور لوگوں کی عداوت تم کو اس جرم (کے ارتکاب) کی باعث نہ ہو۔ کہ (معاملات میں) انصاف نہ کرو (نہیں ہر حال میں) انصاف کرو کہ (شیوۂ انصاف) پرہیزگاری ہے۔

قبیلۂ مخزوم کی ایک عورت سرقہ کا ارتکاب کرتی گرفتار ہوئی۔ اس کے اقرباء نے اسامہ بن زیدؓ سے جو آپ کے بہت مقرب تھے عرض کی کہ وہ آپ سے اس کی رہائی کی استدعا کریں۔ حضرت اسامہ راضی ہو گئے۔ لیکن جو دنداں شکن جواب پایا۔ وہ نہایت سبق آموز ہے "اے اسامہ کیا تم قوانین ربی کے خلاف سفارش کرنی چاہتے ہو" پھر آپ نے ایک مجلس قائم کی۔ اور یہ تقریر فرمائی "تم سے قبل جو قومیں دُنیا میں آباد تھیں۔ ان کا نام و نشان دُنیا سے اس لئے مٹ گیا۔ کہ وہ غریبوں کو پاداش جرم کی سزا دیتی تھیں مگر امیروں کے لئے زنجیر قانون کو ڈھیلا کر دیتی تھیں۔ بخدا اگر میری لڑکی فاطمہؓ سرقہ کی مجرم ہو۔ تو میں اس کے ہاتھ بھی قلم کرادوں" +

وصال سے کچھ عرصہ پہلے آپ نے اعلان کیا۔ کہ اگر کسی کی کوئی رقم آپ کے ذمہ ہو۔ تو وہ اس کا مطالبہ کرے۔ اگر آپ کی ذات سے کسی شخص کی جائداد یا وجود کو بھی صدمہ پہنچا ہے۔ تو آپ کا وجود اور جائداد مکافات

کیلئے حاضر ہے۔ حاضرین مجلس عالم سکوت میں تھے۔ کہ ایک شخص اُٹھا۔ اور چند دینار کا مطالبہ کیا۔ جو اسی وقت ادا کر دیئے گئے +

رسُول اکرم صلعم سب کو ایک نظر سے دیکھتے تھے۔ امیر کو غریب پر آقا کو غلام پر آپ کی نگاہ میں کوئی تفوق حاصل نہ تھا۔ بلاتفریق مرتبت آپ کا حسن سلوک سب کے ساتھ متساوی تھا۔ سلمان و بلال کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ تھا۔ جیسا کہ قریش کے کسی معزز ممبر کے ساتھ۔ ایکدفعہ کا ذکر ہے۔ کہ کسی جگہ بلال و سلمان اکٹھے تھے۔ اور ابوسفیان قبیلہ قریش کے سردار کا وہاں سے گذر ہوا۔ بلالؓ اور سلمانؓ نے اُسے دیکھ کر کہا۔ کہ خدا کے اس دشمن کی گردن پر تلوار نے اپنا جوہر ابھی تک نہیں دکھایا۔" ابوبکر ایک اہل قریش کے قریب کھڑا تھا۔ بولا "تمہیں ایسے الفاظ قریش کے سردار کے لئے استعمال کرنے کی کیا مجال ہے۔" بعدازاں وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔" میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ کہ کہیں تم نے ان دو معزز آدمیوں کے جذبات کو صدمہ تو نہیں پہنچایا۔ اگر تمہارے الفاظ سے ان کے جذبات کو ٹھیس لگی ہے۔ تو تم نے غضب خدا خرید لیا ہے۔ ابوبکر فی الفور ان کے پاس گیا۔ اور عرض کی۔ بھائیو میرے الفاظ سے تم ناراض تو نہیں ہو گئے۔ انہوں نے جواب دیا۔ خدا تمہیں معاف کرے +

جذبۂ ایثار

والذین تبوءو الدار والایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ۔ اور وہ جنہوں نے ان سے پہلے ہجرت کے گھر اور ایمان میں جگہ بنائی۔ وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔ جو ہجرت کرتے ہیں۔ اُن کی طرف آتا ہے۔ اور اپنے سینوں میں اس کی کوئی حاجت نہیں پاتے جو انھیں دیا جاتا ہے۔ اور وہ اپنے آپ پر (انھیں) ترجیح دیتے ہیں۔ گو انھیں

تنگی ہی ہو +

ویطعمون الطعام علی حبہ مسکیناً و یتیماً و اسیرا۔ اور اس کی محبت کی وجہ سے مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں +

رسُول اکرمؐ کے کیریکٹر میں جذبۂ ایثار بہت نمایاں عنصر تھا۔ آپ کو اولاد سے نہایت دلبستگی تھی ۔حضرت فاطمہؓ اکثر آپ کی خدمت میں آیا کرتی تھیں ۔ جب آپ انھیں آتے دیکھتے فرطِ محبت میں کھڑے ہو جاتے ۔اور اپنی جگہ پر انھیں بٹھاتے۔ حضرت فاطمہؓ کے ہاں کوئی خادمہ نہ تھی ۔ وہ چکی اپنے ہاتھ سے پیستی تھیں اور پانی خود لاتیں ۔ بسا اوقات اس دستی مشقت سے اُن ہاتھوں میں درد پیدا ہو جاتا تھا ۔ انہوں نے بارہا چاہا ۔کہ اپنی تکلیف کا حضورؐ پر اظہار کریں لیکن کبھی ہمت نہ پڑی ۔حضرت علیؓ اُن کے شوہر نے ایک دفعہ موقع پاکر آپ کی خدمت میں اپنی بیوی کی تکلیف کا حال بیان کیا ۔اور درخواست کی ۔کہ فلاں فلاں جنگ کے اسیروں میں سے ایک خادمہ انھیں عطا کر دیجئے آپ نے جواب میں فرمایا ۔"کہ ابھی تک اصحابِ صفّہ کی ضروریات کا تسلی بخش انصرام نہیں ہو سکا ۔اور جب تک اُن کی حالت مطمئن نہ ہو جائے ۔میں توجہ کسی اور جانب مبذول نہیں کر سکتا" +

ایک دفعہ کسی عورت نے ایک چادر آپ کی خدمت میں پیشکش کی ۔آپ کو اُس کی ضرورت تھی ۔سو وہ قبول کر لی گئی ۔کوئی شخص آپ کے قریب کھڑا تھا ۔ بولا "کیا عُمدہ چادر ہے"۔ آپ نے جُونہی یہ الفاظ سُنے ۔چادر اس کے حوالے کر دی ۔جب آپ تشریف لے گئے ۔تو لوگوں نے اس شخص کو بہت مطعون کیا ۔"تم جانتے تھے ۔کہ آپ کو چادر کی ضرورت تھی ۔پھر یہ بھی تمھیں معلوم تھا کہ آپ کسی کی درخواست مسترد نہیں کیا کرتے"۔ اس شخص نے جواب دیا "ہاں یہ سب کچھ مجھے معلوم تھا ۔میں اس چادر سے اشتراف کا جویا ہوں ۔یہ میری تکفین میں کام آئیگی" +

عرب میں اراضی جائداد باغ کی شکل میں بہت پسندیدہ متصور ہوتی ہے۔ ایک شخص مسمی مخیرق نے اپنے سات قطعہ باغ آپؐ کو پیشکش کئے۔ وہ باغات مندرجہ ذیل ناموں سے موسوم ہیں۔ ماشب۔ شیبنقا۔ ولدل حیسنی۔ برقا۔ آواف شربا۔ ام۔ ابراہیم۔ آپ نے انھیں خیراتی استعمال کے سپرد کر دیا۔ یعنی وہ وقف کر دیئے گئے۔ چنانچہ ان کی پیداوار محتاجوں میں تقسیم کر دی جاتی تھی۔

(ماخوذ از فتح الباری)

آپؐ کے اصحاب میں سے ایک کا عقد ہوا۔ وہ نہایت افلاس زدہ تھا۔ دوست احباب کی دعوت کا بھی اسمیں مقدور ناپید تھا۔ آپ نے اُسے فرمایا۔ کہ حضرت عائشہ کے پاس جائے۔ اور ایک بوری آٹے کے لئے درخواست کرے۔ چنانچہ وہ شخص آپؐ کے ہاں سے بوری آٹے کی لے آیا۔ اسمیں سبق آموز یہ امر ہے۔ کہ آپؐ کے گھر میں سامان خورش اُسی بوری تک محدود تھا (ماخوذ از ابن حنبل) +

ایک دفعہ کوئی شخص قبیلہ غفار سے آپ کے ہاں مہمان تھا۔ گھر میں شام کے دسترخوان کیلئے سوا قلیل مقدار بکری کے دودھ کے کوئی چیز موجود نہ تھی۔ دودھ مہمان کی تواضع کے کام آگیا۔ اور خود بن کھائے آپ نے رات گزار دی۔

تدین شعاری

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ۔ ترجمہ۔ اور جب تم ماپو تو ماپ پورا کرو (بنی اسرائیل)

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا	ترجمہ۔ اللہ تم کو حکم دیتا ہے۔ کہ امانتیں ان کے اہل کو ادا کر دو (سورۃ النساء آیت ۵۸)
وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ	ترجمہ۔ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کو نگاہ رکھنے والے ہیں (سورۃ المؤمنون آیت ۸)

آپؐ اگرچہ اپنی سخاپروری کے ہاتھوں ہمیشہ مقروض رہے۔ کہ وصال سے کچھ عرصہ پہلے آپؐ کی زرہ ایک من غلہ کے عوض گروی پڑی ہوئی تھی۔ لیکن آپؐ کا سب لین دین سخت تدین کے ماتحت رہتا تھا۔ دینہ

میں متمول لوگ یہودی تھے۔ اور جب کبھی آپؐ کو روپے کی ضرورت نمودار ہوتی۔ آپؐ اُن ہی سے قرض اُٹھاتے۔ اور لین دین میں آپؐ کی دیانتداری کے سبب لوگ آپؐ کو امینؐ کے لقب سے مُلقّب کرتے تھے۔ یہ لقب آپؐ سے پہلے عرب میں کبھی کسی شخص کے ساتھ منسوب نہ تھا۔ صائب نام ایک تاجر قبول اسلام کے لئے حاضر ہُوا۔ لوگوں نے اس کا نہایت معظم الفاظ میں آپؐ سے تعارف کرایا۔ آپؐ نے جواباً فرمایا۔ "میں اسے تُم سے زیادہ جانتا ہوں"۔ صائب بولا۔ "میری جان جناب پیغمبرؐ پر قربان۔ آپؐ میرے شریک کار رہے ہیں۔ آپؐ کا لین دین راستبازی پر مبنی اور الزام سے پاک ہوتا تھا" (ماخوذ از ابو داؤد) +

ایک دفعہ آپؐ نے کسی سے اُونٹ مستعار لیا۔ جب اُونٹ واپس دینے گئے۔ تو آپؐ نے اس کے اُونٹ سے بہتر اُونٹ واپس کیا۔ اور فرمایا۔ "بہترین آدمی وہ ہیں۔ جو قرض کی ادائیگی میں راستبازی اور بہترین اختیار کرتے ہیں"۔

ایک دفعہ کوئی بدّو جس کے آپؐ مقروض تھے۔ زرِ قرض کے مطالبہ کے لئے آیا۔ بدّو فطرتاً نہایت اکھڑ اور اُجڈ ہوتے ہیں۔ نہایت اکھڑپن سے آپؐ سے گفتگو کرنے لگا۔ صحابہ کرام اس کے گستاخانہ انداز پر غُصہ سے بھر گئے۔ اور تنبیہہً اس سے کہا۔ "تم جانتے ہو۔ کہ تمہارا مخاطب کون ہے۔ بدّو نے نہایت متانت سے جواب دیا۔ "ہاں لیکن میں اپنے حقوق کا مطالبہ کر رہا ہوں"۔ آپؐ نے صحابہؓ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا۔ "تمہیں تو اسکا ساتھ دینا چاہیئے۔ کیونکہ وہ راستی پر ہے" +

ایکدفعہ کوئی بدّو لحم شتر بیچ رہا تھا۔ آپؐ نے اس خیال سے کہ گھر میں کھجوریں پڑی ہیں۔ کھجوروں پر ایک پارۂ گوشت کا سودا کر لیا۔ گھر پہنچنے پر اُن کا خیال غلط ثابت ہُوا۔ کھجوریں گھر میں موجود نہ تھیں۔ آپؐ فوراً

باہر آئے اور قصاب سے کہا۔ میں نے کھجوروں سے گوشت کا سودا کیا تھا میرا خیال غلط نکلا۔ گھر میں کھجوریں موجود نہیں ہیں۔" قصاب بہت چیخا چلایا اور بولا "اسے بددیانت آدمی" لوگوں نے اس سے کہا۔ تمہارے حواس درست بھی ہیں۔ جناب پیغمبر اور بددیانتی"۔ آپ نے اسی وقت فرمایا۔ "نہیں اسے کچھ مت کہو۔ وہ ایسا ہی کہنے میں حق بجانب ہے"۔ آپؐ نے دوبارہ معذرت چاہی۔ مگر قصاب کا وہی بھلا جواب تھا "اے بددیانت آدمی" صحابہؓ کرام نے چاہا۔ کہ اُسے خاموش کردیا جائے۔ لیکن آپؐ نے مزاحمت کی۔ اور فرمایا۔ نہیں۔ اُسے کچھ مت کہو۔ جو اس کے جی میں آتا ہے وہ کہے۔ وہ راستی پر ہے"۔ پھر آپؐ نے اُسے کسی عورت کے پاس بھیجا کہ وہ معہود مقدار کھجوریں اُسے دے دیوے۔ جب وہ بدّو واپس آیا تو آپؐ صحابہؓ کے درمیاں جلوہ افروز تھے۔ اُس کا دل آپؐ کی راستبازی سے خوب مُؤثر ہوچکا تھا۔ جُونہی کہ اُس کی نگاہ آپؐ پر پڑی۔ اس کی زبان سے یہ لفظ نکلے "محمدؐ خدا تجھے اجر نیک مرحمت فرمائے۔ تُو نے پوری قیمت ادا کردی"+

ایکدفعہ مدینہ کے قریب کوئی قافلہ قیام پذیر ہُوا۔ اتفاقاً آپؐ کا وہاں سے گذر ہوا۔ قافلہ کے اُونٹوں میں ایک سُرخی مائل اُونٹ تھا آپؐ کے دل کو وہ بہت بھایا۔ آپؐ نے اس کی قیمت دریافت کی۔ قیمت بتادیگئی۔ جو آپؐ نے بلا تامّل قبول کرلی۔ اور مہار تھام کر چل پڑے جب آپؐ تشریف لے گئے۔ تو قافلہ والوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہُوا۔ کہ بلا جان پہچان اُونٹ خریدار کے حوالے کردینا قرینِ مصلحت نہ تھا اپنی غلطی پر پشیمانی کا اظہار کرتے تھے۔ کہ اُن میں سے ایک عورت بولی "تم پریشان مت ہو۔ ہمنے پہلے کبھی ایسا مُنور چہرہ نہیں دیکھا۔ یعنی آپؐ سا مُنور رُو والا شخص کبھی دھوکا نہ دیگا۔ شام کے قریب آپؐ نے کچھ سامانِ خورش اور کچھ کھجوریں

قیمت میں بھیج دیں +
جنگ حنین کے موقعہ پر آپ چند آلات حرب خریدنا چاہتے تھے۔
کفار میں سے ایک شخص صفوان کے پاس آلات حرب کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔
آپ نے اُس سے اپنا منشا بیان کیا۔ جس پر صفوان بولا۔ محمدؐ کیا تم میرے آلات
حرب چوری کرنا چاہتے ہو۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں۔ میں مستعار لینا چاہتا ہوں
اگر ان میں سے کسی ایک کو بھی کوئی صدمہ پہنچا۔ تو اس کی قیمت ادا کر دی جائیگی
چنانچہ صفوان راضی ہو گیا۔ اور تیس چالیس عدد چار آئینہ مستعار دیدیئے۔
اختتام جنگ پر جب وہ اکٹھے کئے گئے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ان میں سے
چند گم ہو گئے ہیں۔ آپ نے صفوان سے ان گمشدہ ہتھیاروں کی قیمت
کے متعلق استفسار کیا۔ اور جو قیمت اُس نے بتائی فوراً پیش کر دی۔
صفوان نے عرض کی۔ یا رسول اللہ میرے دل کی پہلی حالت
نہیں رہی۔ اب میں مسلمان ہوتا ہوں +

تحقیر تشخص

انما انا بشر مثلکم۔ میں صرف تمہاری طرح بشر ہوں +
آپ کا دستور تھا۔ کہ دستی ریاضت میں صحابہ کرام کے ساتھ ضرور
شامل ہو جاتے تھے۔ مدینہ میں ہجرت کے بعد جو سب سے اہم بےچینی آپکے
دل میں تھی۔ وہ ایک مسجد کی تعمیر کے لئے تھی۔ تعمیر کا کام جب شروع ہوا۔
تو آپ نے اپنی اعانت ایک مزدور کی حیثیت میں پیش کی۔ آپ نے اینٹیں
ڈھونے کا کام اپنے ذمہ لیا۔ صحابہ کرام نے بہت چاہا۔ کہ آپ زحمت نہ اُٹھائیں۔
لیکن آپ اپنے کام میں مصروف رہے۔ وہ شوق محبت سے آپ کے اردگرد
کھڑے ہو گئے۔ اور عرض کی "ہماری جانیں آپ پر قربان۔ آپ ہماری موجودگی
میں کیوں زحمت اُٹھاتے ہیں"۔ جنگ احزاب میں خندقیں کھد رہی
ہیں۔ آپ بھی معمولی سپاہیوں کی طرح تیشہ و کدال سے برسر پیکار ہیں۔ یہانتک

چہرہ مبارک گرد آلود ہو گیا (بخاری) +

ایک دفعہ آپؐ چند صحابہ کرام کے ہمراہ سفر میں تھے۔ کھانے کو کچھ موجود نہ تھا۔ تاہم صحابہ کھانا پکانے کے انتظام میں مصروف ہوئے۔ یہ کام انھوں نے آپسمیں تقسیم کرلیا۔ آپ نے ہیزم چین کیخدمت اپنے ذمہ لی۔ صحابہؓ نے نہایت ادب کے ساتھ عرض کی۔ یارسول اللہ آپ تکلیف نہ کریں۔ ہیزم بھی ہم خود فراہم کرلینگے۔ آپؐ نے جواب دیا" یہ ٹھیک ہے۔ لیکن میں اپنے آپ کو تم سے برتر نہیں سمجھتا" +

جنگ بدر کے موقعہ پر عسکر اسلام کے پاس اونٹوں کی بہت قلیل تعداد تھی۔ اونٹ جب فوج پر تقسیم کئے گئے۔ تو ایک اونٹ تین سپاہیوں کے حصہ میں آیا۔ سو سپاہی باری باری سے سوار ہوتے تھے۔ رسول اکرمؐ کے پاس بھی دو اور احباب کے ساتھ مشترک ایک اونٹ تھا۔ وہ محمدؐ کے شیدائی چاہتے تھے۔ کہ اپنی باری سے دست بردار ہو جائیں۔ اور رسول خدا سے ملتجی ہوتے۔ کہ آپؐ سوار ہی رہیں۔ ہم پا پیادہ چلینگے۔ مگر آپؐ یہ جواب دیتے "میں خیال کرتا ہوں۔ کہ میں تم سے پاؤں پیدل چلنے میں زیادہ مشاق ہوں۔ علاوہ ازیں انعام ربی کا میں تم سے زیادہ خواہاں ہوں" +

شرک عموماً زاہدوں کے احترام میں زیادتی اور اُن کی مبالغہ آمیز ستائش کا نتیجہ ہوتا ہے۔ رسول اکرم کو اس امر کا خوب احساس تھا۔ آپؐ کہا کرتے تھے "میری تعریف و توصیف میں تم ایسے مبالغہ آمیز الفاظ ہرگز استعمال نہ کرو۔ جیسے کہ عیسائی ابن مریم کے لئے زبان سے نکالتے ہیں۔ میں صرف خدا کا ایک بندہ ہوں۔ اور اس کا بھیجا ہوا رسول ہوں" (بخاری)

قیس بن سعد سے مروی ہے۔ کہ ایکدفعہ اتفاقاً وہ حیرا گئے۔ وہاں انھوں نے دیکھا۔ کہ امیر کے احترام میں لوگ سر زمین پر رکھتے ہیں۔ مدینہ واپس آئے

تو اپنا مشاہدہ آپؐ کے گوشگزار کیا۔ اور عرض کی کہ آپ تو اس امیر سے ہزار ہا درجہ زیادہ بزرگ ہیں۔ واقعی سزاوار سجود ہیں۔ آپؐ نے فرمایا "کیا تم میرے بعد میری مرقد کے سامنے سر جھکاؤ گے"۔ قیس نے عرض کیا "نہیں"۔ تو حضورؐ نے فرمایا "پھر تم زندگی میں میرے سامنے سر کیوں جھکاؤ" (ابوداؤد)

حیا۔ شرم۔ رحمدلی اور فروتنی

فبما رحمۃٍ من اللہ لنت لھم۔ ترجمہ۔ سو اللہ کی رحمت سے تُو ان کیلئے نرم ہے (آل عمران۔ آیت ۱۵۸)

ولا تمش فی الارض مرحاً۔ ترجمہ۔ اور زمین میں اکڑتا ہوا نہ چل (سورہ بنی اسرائیل آیت ۳۷)

قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم۔ ترجمہ مومنوں کو کہدو اپنی نظریں نیچی رکھا کریں (النور آیت ۳۰)

قل انما حرم ربی الفواحش۔ ترجمہ۔ کہو میرے رب نے صرف بیحیائی کی باتوں کو حرام کیا ہے۔ سورۂ الاعراف آیت ۳۳

وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا۔ ترجمہ۔ اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر انکسار سے چلتے ہیں (سورہ فرقان آیت ۶۳)

احادیث کی کتب مستند سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ شرم و حیا میں آپؐ ایک باکرہ سے بھی سبقت لیگئے تھے۔ جو حرکت و فعل آپؐ سے سرزد ہُوا۔ آپؐ کی معمورہ حیا و شرم طبیعت کا پتہ دیتا ہے۔ دُرشت کلامی سے آپؐ کے لب ناآشنا تھے۔ چلتے ہوئے آپؐ کے پاؤں کی آہٹ کان میں نہ آتی تھی۔ قہقہہ لگانا آپؐ کو ناپسندیدہ تھا۔ اگرچہ مسکراہٹ سے آپؐ کا غنچۂ دہن ہمیشہ کھلا رہتا تھا۔ آپؐ کبھی کسی چیز پر ناراضگی یا نفرت کا اظہار نہ کرتے تھے۔ مبادا کہ کسی کے جذبات کو صدمہ پہنچے۔ بشرہ آپؐ کی باطنی کیفیات کا معتبر ترجمان تھا۔ اس سے بآسانی اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ آیا آپؐ اس چیز کو پسند کرتے ہیں یا ناپسند +

آپؐ کی بعثت کے وقت اہل عرب میں حیا و شرم بالکل ناپید تھی۔ برہنہ غسل اُنکے ہاں ایک مقدس دستور تھا۔ کعبہ کا طواف بھی عریاں تن کیا جاتا تھا۔ اس فقدان حیا و شرم پر آپؐ کا جی بہت ہی کڑھتا تھا۔ برہنہ غسل یا طوافِ کعبہ کو آپؐ نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ایکدفعہ آپؐنے اپنے احباورفقا سے پوچھا۔ کیا تم پبلک غسل گاہ کو جایا کرتے ہو؟ لوگوں نے جوابدیا" پبلک غسل گاہ میں نہانا کئی امراض کیلئے مفید ثابت ہوتا ہے۔ اور بدن سی میل مٹی بھی دُور ہو جاتی ہے"۔ آپ نے فرمایا" تم کبھی برہنہ تن غسل مت کرو"۔ عرب میں تو پبلک غسل گاہیں نہ تھیں۔ لیکن حدودِ عرب سے متصل شہروں میں اُن کا عام رواج تھا۔ انھیں مدنظر رکھکر آپ نے فرمایا" جب تم ایران یا اور ممالک غیر میں جاؤ گے تو ایسی بہت سی غسل گاہیں تمہارے دیکھنے میں آئینگی۔ تم وہاں ہرگز عُریاں تن غسل نہ کرنا۔ بلکہ اپنے بدن کو پہلے چادر میں چھپالینا پھر غسل کا قصد کرنا" +

حمص سے چند خواتین ام سلمہ کے پاس آئیں۔ اُس نے ان کا شہر دریافت کیا۔ انہوں نے جوابدیا۔ حمص۔ ام سلمہ بولیں" کیا تم ان خواتین میں سی ہو۔ جو پبلک غسلگاہوں میں جاتی ہیں"۔ انہوں نے جواباً استفسار کیا" کیوں۔ کیا پبلک غسل گاہوں میں نہانا کوئی مذموم فعل ہے۔ جسکے جواب میں اُمّ سلمہ بولیں" میں نے جناب محمدؐ سے سنا ہے۔ کہ جو عورت اپنا بدن سوا گھر کی چاردیواری سے کہیں عریاں کرتی ہے۔ وہ خدا کی نگاہ میں بے حرمت ہے"۔ ابوداؤد سے مروی ہے۔ کہ آپ نے اپنے متبعین کے لئے پبلک غسل گاہوں میں جانا ممنوع قرار دیا تھا۔ بعدازاں اسمیں مرد کے لئے ترمیم کردی گئی۔ بشرطیکہ وہ برہنہ تن نہ نہائے۔ مگر عورت کے لئے یہ حکم برقرار رہا۔

معاذ بن جبل شہر کے کسی حصہ میں امامت پر معین تھے۔ وہ نماز میں طویل سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ کسی شخص نے آپؐ سے آکر شکایت کی۔ کہ معاذ اس قدر طویل سُورتیں نماز میں پڑھتے ہیں۔ کہ اُن کی امامت میں نماز ادا کرنی ایک زحمت شدید ہے ابو مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہ اس نے کبھی آپؐ کو اسقدر غصہ میں سے مشتعل نہ دیکھا تھا جس قدر اس شکایت کے سننے پر آپؐ سے ظاہر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا" بعض ایسے

لوگ ہیں۔ جو مسلمانوں کے دلوں کو نماز سے متنفّر بناتے ہیں۔ تم میں سے کوئی جب امامت پر مامور ہو۔ تو وہ ہمیشہ مختصر سورتیں پڑھے کیونکہ جماعت میں ناتوان ضعیف۔ لاغر سب ہی قسم کے لوگ شامل ہوتے ہیں +

عقوبت و انتقام میں آپ بہت محتاط اور تامل پسند تھے۔ مجرم کو سزا دینے میں حتے الامکان پرہیز کرتے تھے۔ اور معافی کو اس پر ترجیح دیتے تھے۔ ایک دفعہ کوئی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنے جرم کا اقرار بجا لاکر اجب سزا کی درخواست کی۔ آپ لب بستہ رہے۔ اور کوئی جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ پہنچا۔ بعد نماز اُس شخص نے اپنا قصہ دُہرایا۔ آپ نے جواب میں فرمایا "کیا تم نے ظہر کی نماز ادا کر لی ہے"۔ اس شخص نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا۔ "خدا نے تمہارا گناہ بخش دیا" +

بیجا تشدّد و سختی کو آپ ناروا سمجھتے تھے۔ یہانتک کہ آپ کی سزا میں بھی رحم و نرمی کا رنگ غالب رہتا تھا۔ روایت ہے۔ کہ کسی شخص سے خلاف قانون کوئی فعل سرزد ہوگیا۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اقرار گناہ بجا لایا۔ آپ نے فرمایا "ایک غلام آزاد کردو"۔ اس نے عرض کی "میرے لئے ایسا کرنا محال ہے"۔ آپ نے اس پر فرمایا "دو ماہ کے روزے رکھو"۔ پھر اس نے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا "اچھا ساٹھ بھوکوں کو کھانا کھلادو"۔ اس نے عرض کی "مجھ میں ایسی استطاعت نہیں"۔ آپ تھوڑے سے وقفہ کیلئے خاموش رہے۔ کہ یکایک کسی نے کھجوریں ایک ٹوکری آپ کی خدمت میں پیش کی۔ پھر اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا "یہ ٹوکری لیجاؤ اور کھجوریں غربا میں تقسیم کردو"۔ اس نے عرض کی "یا رسول اللہ مجھ سے زیادہ مفلس تنگ میں کون ہے"؟ مسکراہٹ سے آپ کا چہرہ کھل گیا۔ اور فرمایا۔ "اچھا جاؤ۔ اور یہ کھجوریں اپنے اہل و عیال میں تقسیم کردو" +

ناسازگاری ستائش

لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا و یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا تحسبنھم۔

ترجمہ۔ ہرگز خیال نہ کرو۔ کہ جو لوگ اس سے خوش ہوتے ہیں۔ جو انہوں نے کیا۔ اور پسند کرتے ہیں۔ کہ اس کے لئے اُن کی تعریف کی جائے۔ جو انہوں نے کیا۔ سورۂ آل عمران آیت ۱۸۷۔ مدحت وستائش آپ کو بہت ناخوش آتی تھی۔ اپنی توصیف کی بھی آپ کی بلند طبعی متحمل نہ ہو سکتی تھی۔ ایک دفعہ لوگ کسی کی مدحت سرائی میں مصروف تھے۔ لن ترانی میں ایک سے ایک سبقت لیجا رہا تھا۔ محفل پوری رونق میں تھی۔ کہ آپ نے اُن لوگوں کو زبان بندی کا حکم دیا۔ اور فرمایا "تم اپنے دوست کی گردن پر چھری پھیر رہے ہو"۔ یہ الفاظ آپ نے کئی بار دُہرائے۔ ایکدفعہ اسود بن سناری آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ عرض کی کہ اس نے خدائیتعالیٰ کی تعریف اور اس کے رسول کی توصیف میں چند اشعار نظم کئے ہیں۔ آپ نے جواب دیا "باریتعالیٰ کو حمد بہت پسند ہے"۔ اسود نے اپنے اشعار پڑھنے شروع کئے۔ اس دوران میں کوئی ملاقات کیلئے آ گیا۔ آپ نے اسود کو روک دیا۔ اور جب وہ شخص چلا گیا۔ تو اسود دوبارہ پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ وہ شخص پھر آ گیا۔ اور آپ نے اسود کو بند کر دیا۔ یونہی تین چار بار واقع ہُوا۔ اسود نے دریافت کیا۔ وہ شخص کون تھا۔ کہ آپ اس کے رُوبرو مجھے پڑھنے سے روک دیتے تھے۔ آپ نے فرمایا "اس شخص کو عبث باتیں خوش نہیں آتیں"۔

رفعت اخلاق

وانّك لعلیٰ خلق عظیم۔ ترجمہ۔ اور تو یقیناً عظیم الشان اخلاق پر (قائم) ہے۔ سورۃ القلم آیت ۴ +

ملک قحط سالی سے تباہ حال تھا۔ مدینہ کا ایک باشندہ مسمی عباس بن شورہبل بھوک سے بیتاب ایک باغ میں گھس گیا۔ درختوں سے میوہ توڑا۔ کچھ کھایا۔ کچھ جیب میں بھر لیا۔ ابھی وہ اس کام سے فارغ نہ ہُوا تھا۔ کہ باغ کا مالک نمودار ہو گیا۔ اُسے پکڑ لیا۔ اس کا لباس اُتروا۔ برہنہ تن اُسے خوب زدوکوب کیا۔ عباس

دادخواہی کے لئے آپ کے حضور میں حاضر ہوا۔ باغبان فوراً مواخذہ کیلئے طلب کیا گیا۔ باغبان کی طرف رُوئے سخن آپ نے فرمایا۔ وہ بچہ بیخبر تھا۔ تمہیں واجب تھا۔ کہ اسے خبردار کرتے۔ وہ بھوکا تھا۔ تمہارا فرض تھا۔ کہ اُسے کھانا کھلاتے" پھر آپ نے حکم دیا کہ اس کا لباس واپس کردیا جائے۔ اور اس لڑکے کو تیس سیر اناج اپنے پاس سے عطا فرمایا +

ایک دفعہ کوئی شخص آپ سے ملاقات کا آرزومند تھا۔ خدمت میں حاضر ہونے کیلئے اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا" اُسے اندر لے آؤ اگرچہ وہ اچھا آدمی نہیں ہے" جب وہ شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ تو آپ نہایت خوش خلاقی سے پیش آئے۔ حضرت عائشہ اس بات پر بہت متعجب ہوئی۔ اور آپ سے استفسار کیا۔ کہ باوجودیکہ وہ شخص آپ کے نزدیک پسندیدہ نہ تھا۔ پھر بھی آپ ایسی محبت سے پیش آئے۔ آپ نے جواب دیا" خداتعالےٰ کے نزدیک بدترین وہ شخص ہے۔ جسکے درشت الفاظ کسی کے دل کو مجروح کریں"

روایت ہے۔ کہ ایک دن آپ صحابہ کرامؓ کے درمیان جلوہ افروز تھے۔ کہ آپ کی اتا کا خاوند آپ کی ملاقات کو آیا۔ آپ نے اپنی چادر کا ایک کونہ بچھا دیا۔ اور اُس پر اُسے جگہ دی۔ اتنے میں آپ کی اُتا کی ماں آگئی۔ آپ نے اُس کے لئے اپنی چادر کا دوسرا کونہ فرش کردیا۔ پھر اُس کا بھائی آیا۔ آپ اُٹھے اور اُسے اپنے مقابل بٹھایا +

ایک دفعہ آپ گوشت تقسیم کر رہے تھے۔ کہ ایک عورت ملاقات کو آئی۔ آپ اُس سے نہایت ادب کے ساتھ پیش آئے۔ اپنی چادر پر اُسے جگہ دی وہ آپ کی اتا تھی +

توسیع اشاعت! توسیع اشاعت!! توسیع اشاعت!!!

احباب ہاتھ اٹھائیں اور میری صحت کیلئے صدق دل سے دعا کریں

عنوان بالا آخری سطر خواجہ صاحب کے ایک خط کی ہے جو مجھے آج ہی ملا ہے۔ یہ خط بہت سے ایسے استفسارات کا جواب ہوسکتا ہے جو خواجہ صاحب کے متعلق گذشتہ تین ماہ میں موصول ہوئے۔ اگرچہ ان استفسارات کا مختصر جواب بھی دیا گیا ہے لیکن میں نے یہ مناسب خیال کیا کہ اس خط کو درج رسالہ کردوں۔ اور جو خواہش دعا خواجہ صاحب سلمہ نے چند احباب کی ہے اس کے دائرے کو وسیع کردیا جائے + ______ خواجہ عبدالغنی مورخہ ۲۶ جون سنہ ۱۹۲۷ء

از گاندربل - کشمیر
۲۲ جون سنہ ۱۹۲۷ء

حامداً و مصلیاً

عزیزی خواجہ عبدالغنی صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آج کئی ہفتوں کے بعد کسیقدر تفصیلی خط لکھنے کی ہمت پاتا ہوں۔ صحت کے متعلق اتنا ہی لکھتا ہوں کہ بیماری کی خطرناک حالت گذر گئی۔ انشاء اللہ دن بدن افاقہ کی صورت نظر آرہی ہے۔ چنانچہ بیماری کے دوروں میں بھی لمبا وقفہ ہو رہا ہے لیکن اعصاب کسیقدر ماندہ ہوچکے ہیں کہ آرام کا ایک بہت لمبا عرصہ چاہتے ہیں۔ اگر آیندہ برسات تک بھی میں کام کے قابل ہو جاؤں تو بس غنیمت ہے لیکن بہ از ماست کہ بر ماست آج آٹھ سال ہوئے جب طبی مشورہ بصد تاکید یہی تھا کہ ایکسال کیلئے میں کام چھوڑ دوں۔ اس عرصہ میں کئی دفعہ صحت کی حالت نازک ہوگئی لیکن جب ذرا بھی افاقہ ہوا آرام کرنے کی بجائے میں نے کام شروع کردیا اور پہلے سے زیادہ محنت کیا۔ چنانچہ جسقدر کتابیں میں نے تصنیف کیں ان میں سے زیادہ اسی عرصہ میں تصنیف ہوئیں۔ افریقہ سے واپس آکر مجھے چند ماہ آرام کرلینا تھا۔ یہی ڈاکٹر صاحبان نے مشورہ دیا لیکن نئی تصنیف[1] کے شوق نے آرام کی اجازت نہ دی۔ بڑی شدومد کے ساتھ کام شروع کیا گیا لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں میں صاحب فراش ہوگیا۔ اور یہ عجیب بات نہ تھی یہی ہونا تھا۔ ولنفسک علیک حق[2] والی حدیث کب اس غیر طبعی جدوجہد کی اجازت دیتی تھی۔ جو میں نے ان سالوں میں کی۔ دراصل یہ تو اکسیر اور دوسری ادویات کی طفیل ہے۔ کہ میں آج تک کام کرتا رہا لیکن مکان سہاروں سے کب تک ٹھیر سکتا ہے سنہ ۱۹۲۳ء میں مجھے ڈاکٹر ہبل وائٹ[3] نے کہا تھا۔ کہ جس گھوڑے پر تمہارا دل و دماغ سواری اسکی طاقت سے بہت بڑھ کر سوار کام لے رہا ہے جبتک گھوڑے کو آرام نہ ملیگا۔ یہ بہت جلد چلنے سے رہ جائیگا۔ آج اس گھوڑے اعصاب دماغ نے حوصلہ ہار دیا۔ چلتے چلتے یکدم بیٹھ گیا۔ اب لاکھ ہنٹر مارو جگہ سے ملتا ہی نہیں۔ خدا تعالیٰ اپنا رحم کرے۔ ان اعصاب میں کچھ ایسی ذکاوت حس ہے۔ کہ میں بعض وقت چنگا بھلا ہوتا ہوں ہر قسم کی باتیں کرتا ہوں۔ لیکن ذرا بھی کسی مذہبی امر پر غور کیا۔ تو جھٹ اعصاب میں ایک قسم کا اشتعال و التہاب پیدا ہو جاتا ہے۔ اور سارا جسم شل ہو جاتا ہے۔ مرضی مولا از ہمہ اولیٰ۔ جس قدر اللہ تعالیٰ نے پسند کیا کام لیا۔ اور حق تو یہ ہے۔ کہ جسقدر ذات باری کا شکریہ ادا ہو تھوڑا ہے اس نے محض اپنے فضل سے میرے ناقص ہاتھوں سے وہ کام کرائے جو وہم و گمان یا تخیل و تصور سے بھی

[1] مقدمۃ القرآن (آسمانی بادشاہت اور اسکا چارٹر) [2] تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے [3] ہارلے سٹریٹ لندن کا ایک مشہور ڈاکٹر +

بالاتر تھے ۔ میرے ہاتھ سے ایک امر ناممکن ممکن ہو گیا ۔ اس زمانہ میں جب ہماری قومی ہستی کی کوئی صورت نہیں رہی مسلم بھائیوں کو ان کے بچنے کا ایک صحیح رستہ مل گیا ۔ دیکھ لو ان گذشتہ دس بارہ سالوں میں قوم مختلف راہوں پر قدم زن ہوئی ۔ اور نیک نیتی سے ہوئی ۔ لیکن ہر بات میں ناکامی ہوئی ۔ اور اسلئے میں جس قدر بھی ذات باری کا شکر گذار ہوں تھوڑا ہے خدا کے فضل نے اُسی راہ کو صحیح اور کامیاب ثابت کیا جس پر اس نے مجھے چلایا ۔ اب اگر اس کی مشیت مجھے واپس بلوا لے تو مجھے کوئی حسرت نہیں میں نے وہ دیکھا جس کی تمنا بڑے بڑے بزرگوں کو ہو گی ۔ ہاں دل چاہتا ہے کہ ابھی جتنا ہے صحت کے ساتھ کچھ اور سال اور وہ بھی اسی کی خدمت کے لئے عطا ہو جائیں ۔ دراصل کام کرنے کا وقت بھی اب آیا ہے ۔ راستہ سے خس و خاشاک ۔ پتھر کنکر سب دُور ہو گئے ۔ کوئی رکاوٹ راستہ میں نہ رہی ۔ جس چٹان پر مضبوط قلعوں (کلیسیا کو میں نے مغرب میں ۱۹۱۲ء میں دیکھا وہ میرے دیکھتے ہی دیکھتے چکنا چور ہو گئے ۔ گرجے جو اس وقت معمور تھے اور جن میں تل رکھنے کی جگہ نہ ہوتی تھی وہ خالی ہو گئے ۔ آج گرجوں میں عبادت کی طرف لوگوں کو بلانے کیلئے گنجفہ ۔ تاش اور ناچ گانے کا سامان کیا جاتا ہے ۔ لوگ عیسائیت سے بیزار ہو چکے ۔ عموماً طلباء نے آیندہ پادری بننے سے انکار کر دیا ۔ اور سب سے زیادہ حیرت افزا بات یہ ہوئی کہ گذشتہ دو سال کے اندر خود انگلستان میں بائبل کی بکری ایک تہائی کم ہو گئی ۔ اسکے مقابل اسلام کے متعلق بہت حد تک غلط فہمیاں دور ہو چکیں ۔ مغرب میں مذہبی نکتہ خیال اسلامی زاویہ نگاہ آ ٹھیرا ۔ جس مذہب کی اس وقت ان کو تلاش ہے وہ اسلام ہے ۔ اسلامی لٹریچر کی طلب ہے ۔ ان گذشتہ پانچ سالوں میں جس قدر فضلائے مغرب نے حمایت اسلام میں لکھا ۔ وہ گذشتہ سو سال میں وہاں نظر نہیں آتا ۔ مخالفین کے حملوں نے دبے الفاظ اختیار کر لئے ۔ انہوں نے پہلی سی بدلگامی چھوڑ دی ۔ اسلامی تعلیم نے انھیں مرعوب کر دیا ۔ یہی وجہ تھی ۔ کہ مجھے مقدمۃ القرآن لکھنے کا خیال ہوا ۔ لیکن کیا کروں صحت اجازت نہیں دیتی ۔ جو کچھ ہوتا ہے توفیق ربی سے ہوتا ہے خصوصاً ایسی راہ میں جس کا نام اشاعت کلمہ حق ہے ۔ خدا کی شان ہے ارادہ کامل ہے ۔ رستہ میں کوئی روک نہیں جو کچھ اس موضوع پر لکھنا ہے ۔ وہ سر میں آ چکا ہے ۔ اور وہ کوئی پتہ فلسفی نکات نہیں نہ علوم یا فلسفہ جدید کی تحقیق کو قرآن کے ساتھ تطبیق کرنا ہے ۔ یہ بے مصرف باتیں ہیں ۔ اور وقتی دماغی ضیافت سے زیادہ انکی کچھ حقیقت نہیں دکھلانا تو یہ ہے کہ جس مصیبت میں اس وقت زمانہ اور خصوصاً مغرب ہے ۔ اس کا علاج قرآن ہے (میں اس موضوع پر پھر کبھی لکھونگا) اس کتاب کے چھاپنے کیلئے ایک حد تک سرمایہ بھی ہے ۔ اخراجات کیلئے کسی خاص فکر کی ضرورت بھی نہیں لیکن جو سر میں ہے اسکو کاغذ پر لانے کیلئے کافی صحت نہیں ۔ میرے لئے یہ ایک سبق ہے کہ انسان کے ارادے ایک لحاظ سے حقیقت چیز ہیں ۔ ہاں خدا کے فضل سے کیا مشکل ہے ۔ کہ پھر صحت کامل عطا ہو جائے ۔ کیا عجب ہے کہ اس مشکل کام کیواسطے مجھے تازہ دم بنانے کے لئے مسبب الاسباب نے یہ راہ پسند کی ہو ۔ بہر حال میں ہر حالت پر راضی ہوں ۔ ہاں احباب ہاتھ اُٹھائیں ۔ اور میری صحت کے لئے صدق سے دُعا کریں +

خواجہ کمال الدین

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون (قرآن حکیم)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت للعہ سالانہ — قیمت چہ سالانہ ممالک غیر کیلئے

اشتہارات و درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)

مُسلم مشن ووکنگ انگلستان

یہ مشن گزشتہ چودہ سال سے حضرت خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام کی زیرنگرانی مسجد ووکنگ انگلستان سے یورپ میں اشاعت اسلام کا کام کر رہا ہے۔ ایک ہزار کے لگ بھگ یورپین احباب و خواتین حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں اسلامی انگریزی کتب و رسائل اس مشن کے ذریعہ مفت نشر و اشاعت ہو چکی ہیں۔ اس مشن نے انگریزی اسلامی ادبیات کا بیشمار ذخیرہ پیدا کر دیا ہے۔ اس مشن کی ماہواری یا یکمشت امداد بہترین اسلامی خدمت ہے

اسلامک ریویو انگریزی

یہ رسالہ ہر ماہ انگریزی زبان میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی زیرادارت شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) سے شائع ہوتا ہے۔ اسکی کئی ہزار کاپیاں دنیا کے غیر مسلم طبقہ میں اور لائبریریوں میں مفت تقسیم ہوتی ہیں۔ اسمیں تعلیم اسلام کو نہایت ہی فلسفیانہ اور فاضلانہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ مسلم مصنفین کے علاوہ نومسلم احباب کے بھی اس میں مضامین درج ہوتے ہیں مخالفین کے اعتراضات کا جواب نہایت متانت و سنجیدگی سے دیا جاتا ہے۔ ہر ماہ کے رسالہ میں ایک نومسلم کی فوٹو شائع ہوتی ہے جو مشن ووکنگ کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہتے ہیں۔ سالانہ چندہ مع محصول ہندوستان میں ہے +

ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ

یہ ایک ٹرسٹ ہے جو ووکنگ میں قائم ہوا ہے۔ جس کے ٹرسٹیز جناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ نومسلم جناب سر عباس علی بیگ صاحب سابق ممبر انڈیا کونسل و حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد ووکنگ (انگلستان) ہیں۔ اس ٹرسٹ کی غرض و غایت انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر پیدا کرنا۔ اسکی طباعت اور پھر اسکی وسیع پیمانے پر مفت و قیمتاً نشر و اشاعت کرنی ہے۔ اور جہاں جہاں لیکچر یا تقریروں کی رسائی نہیں ہو سکتی ان گوشوں تک اسلام کی دعوت کو لٹریچر کے ذریعہ پہنچانا ہے۔ اس وقت یہ ٹرسٹ نصف درجن سے زیادہ انگریزی کتب شائع کر چکا ہے جو از حد مقبول ہوئی ہیں۔ اس ٹرسٹ کی سنسنی خیز مطبوعات نے بہت ہی قلیل عرصہ میں یورپین توجہ کو جذب کر لیا ہے۔ اس ٹرسٹ کی کتب خریدنی اور اسکی امداد ہر مسلم کا فرض اولین ہے +

آجکل احادیث نبوی کا انگریزی ترجمہ ٹرسٹ کے زیر طباعت ہے۔ اس کے علاوہ شہرۂ آفاق کتاب آسمانی بادشاہت اور اس کا چارٹر مصنفہ حضرت خواجہ صاحب انگریزی میں ترتیب دیجا رہی ہے اس کا برانچ آفس عزیز منزل لاہور ہے +

تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)

فہرست مضامین

رسالۂ اشاعتِ اسلام

جلد (۱۳) بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۷ء مطابق ماہ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ نمبر ۹

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کے ساتھ عید الضحیٰ کا فوٹو شائع کیا جاتا ہے۔ جو بروز اتوار مورخہ ۱۲ جون ۱۹۲۷ء کو مسجد ووکنگ میں منائی گئی۔ اس تصویر میں جناب مولوی عبد المجید صاحب ایم۔اے۔بی۔ٹی قائممقام امام مسجد ووکنگ خطبہ عید فرما رہے ہیں۔ ذیل میں ایک مختصر سی روئداد عید پیشکش ہے +

مورخہ ۱۲ جون ۱۹۲۷ء بروز اتوار مسجد ووکنگ میں عید الضحیٰ کا اسلامی تہوار گرم و خوشگوار موسم کے اندر نہایت ہی جوش و مسرت سے منایا گیا۔ اس سعید تقریب میں دنیا کے دور دراز ممالک کے مسلم احباب شامل ہوئے۔ جو مختلف اقوام و طبقوں سے متعلق تھے۔ اور کہ جن کی تعداد چار صد سے امسال متجاوز کر گئی۔ یہ سب کے سب مسلم بھائی میموریل ہوس کے سامنے قدرت کے بچھائے ہوئے سبز مخملی فرش پر جمع ہوئے۔ جہاں مختلف اقسام کے پھولوں کی بوقلمونی اس قدرتی فرش کے منظر کو اور بھی دوبالا کر رہی تھی۔ اس اجتماع عظیم کے مسلم معیدین میں اسلامی اخوت و محبت کی روح جلوہ افگن تھی +

یہ مجمع عظیم ہندوستانیوں، افغانوں، ترکوں، ایرانیوں، مصریوں، عربوں، شامیوں، ملاباریوں، اہل جاوا، مشرقی افریقہ کے مسلمانوں، ہندوستانیوں، عراقیوں، اور برطانوی مسلمانوں پر مشتمل تھا +

ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے نماز ادا کی گئی - اس کے بعد جناب مولوی عبدالمجید صاحب ایم - اے قائم مقام امام مسجد ووکنگ نے خطبۂ عید پڑھا - جس کا لب لباب یہ تھا - کہ مروجہ عیسائیت اس مجبر العقول کامرانی کے حصول میں . . . کو جو اسلام کا مختص حصہ ہے کہ تمام نسل انسانی کو ایک مشترکہ پلیٹ پر جمع کیا جاوے ناکام رہی ہے - لیکن اس کے بالمقابل اسلام امن کا یقیناً ضامن ہے اور کوئی بھی مادی طاقت اسکی ترقی کو مسدود نہیں کر سکتی +

دوپہر کے بعد عصر تک کے درمیانی وقت میں بھی لیکچروں کا مشغلہ رہا - جسکے صدر جناب لارڈ ہیڈلے بالقابہم تھے - جناب پروفیسر ہارون - ایم لیون نے حضرت نبی کریم صلعم کے حجتہ الوداع والے خطبہ کے مفہوم پر ایک موثر تقریر فرمائی - جسمیں آپ کے مشن کی رواداری - اولوالعزمی - حسنات و خیرات پر روشنی ڈالکر سامعین کی اس کثیر تعداد کو جو ووکنگ مشن کی تاریخ میں بلحاظ تعداد کے عدیم النظیر تھی بہرہ ور فرمایا - معزز صاحب صدر نے لندن میں ایک ایسی مہتم بالشان و موزوں مسجد کی تعمیر کے . . . فراہمی سرمایہ کیلئے اپنی دلی خواہش کا اظہار فرمایا - جو مزکی و متقی ارواح کے لئے جو دنیا کے امن و اتحاد اقوام کیلئے کوشاں و بیچین ہیں - مشعل راہ کا کام دے سکے +

افغان اور مصری سفارتوں کے نمایندوں کے علاوہ ذیل کی نامور و درخشاں مسلم ہستیاں اس سعید تقریب میں شامل تھیں - الحاج جناب لارڈ ہیڈلے بالقابہم (الفاروق) صدر برٹش مسلم سوسائٹی - جناب سر آرچی بولڈ و لیڈی ہملٹن - یوچانن ہملٹن - آر - این ڈپٹی انسپکٹر جنرل اور مسس بوچانن ہملٹن (جنھوں نے جنوبی کنارہ سے اس میں شامل ہونے کے لئے ایک طویل مسافت طے کی - بھی موجود تھیں) ہز ایکسیلنسی عبد العلی صدری - ایرانی منسٹر بمع سکرٹری - جناب مسٹر اے - کے خان صاحب پرائیویٹ سکرٹری عالی جناب مہارانی صاحبہ کوچ بہار - کرنل - ڈی - مارلیکر - جناب مسٹر این - سی سین - او - بی - ای مشیر محکمہ تعلیم - دفتر ہائی کمشنر متعلقہ ہندوستان - جناب مسٹر اے - رؤف خان صاحب زائدہ صوبہ سرحدی جناب جی - ایچ عارف صاحب کلکتہ - جناب ڈاکٹر اور میڈیم لیون - جناب مسٹر جے - ڈبلیو حبیب اللہ لوگرو - سکرٹری برٹش مسلم سوسائٹی - اور جناب ڈاکٹر خالد شیلڈرک صاحب +

نگہداشت و تحفظ دندان۔ جناب مسٹر جارج الیٹ مین کی قلمی اعانت مسواک کے فوائد

(حضرت نبی کریم صلعم کے اقوال و افعال کی اتباع اخلاق و صحت کیلئے فائدہ مند ہے)

(۱) میرے متبعین کیلئے اگر ذرا تکلیف دہ نہ ہوتا۔ تو میں ہر نماز کے وقت مسواک کے استعمال کو ضروری قرار دیتا (بخاری کتاب الصوم) +

(۲) دانتوں کی صفائی و نگہداشت میں درازیٔ عمر کا راز پنہاں ہے (حضرت الحاج حکیم نورالدین صاحب)

ایک ایسے نقص اور ایک ایسی غفلت ولاپرواہی کیلئے کہ جو اعضاء و جوارح کے انحطاط کا موجب ہو۔ اور کہ جس سے قبل از وقت پیری و ناتوانی ڈیرے ڈال دے۔ دانشمندوں اور فرزانوں کے ایک گروہ کو اس امر کے لئے پند و نصائح کرنی یا تلقین و تنبیہ کرنی ایک حقیر اور مضحکہ خیز امر ہے۔ اوسط نوجوانوں کی تن آسان، سہل انگار، و ناقص طرز زندگی نے انھیں حفظان صحت کے بعض چھوٹے چھوٹے اصولوں کو نظر انداز کرنے کی عادت ان میں راسخ کردی ہوئی ہے۔ لیکن برعکس وہ اگر انہی اصولوں کی پابندی کرتے۔ تو ان کی صحت میں نمایاں ترقی و افزائش ہوتی۔ تجربہ جس کی طبی رائے تائید کررہی ہے۔ آج ہمیں سکھلاتا ہے۔ کہ تمام جسم انسانی کے ڈھانچ کا حصر بہت حد تک دانتوں پر ہی ہے۔ دانتوں کی غور و پرداخت سے بے اعتنائی ہی پیش از وقت پیری و انحطاط کا موجب ہو جاتی ہے۔ حفظان صحت کے ایک معمولی سے اصول کی عدم توجہی بہت سے عواقب بد کا موجب ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ دن بھر میں ہم کو کم از کم دو دفعہ دانتوں کو صاف و ستھرا رکھنے کی سادہ اور نہایت ہی مفید عادت کو کبھی بھی نظرانداز نہ کرنا چاہیئے +

نبی آخر زمان حضرت نبی کریم صلعم کی ایک سادہ زندگی تھی۔ اس زندگی میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آپ حفظ صحت کے اصولوں پر بڑی سختی سے کاربند رہے۔ مصلحان زمانہ میں سے آپ ہی سب سے اول مصلح ہیں جنھوں نے اپنے متبعین کو غسل۔ وضو کرنے اور دانتوں کو صاف ستھرا رکھنے کی تاکید فرمائی۔ یہ حسن عادت آپ نے انھیں سائنس کے کسی تجربہ یا انکشاف یا گراں قیمت منجن کے

استعمال سے پیدا نہیں کی۔ بلکہ محض ایک نباتاتی پیداوار مسواک کے ذریعے سے ڈالی تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ مسواک میں ایک ایسا قدرتی مادہ موجود ہے۔ جو میل بھرے دانتوں کی غلاظت کو آن واحد میں دور کر دیتا ہے اور دانتوں کو شیشہ کی طرح صاف کر دیتا ہے۔ مسواک مسوڑوں کو مضبوط کرتی ہے۔ اس کے استعمال بغیر مسوڑے پوپلے اور نرم پڑ جاتے ہیں۔ اور ان سے زہریلہ مواد بہنے لگتا ہے۔ جو غذا کے چبانے کے وقت غذا کے ساتھ ملکر سوء ہضمی کا باعث ہوتا ہے۔ اور پھر رفتہ رفتہ یہی زہریلا مادہ خون کے اندر سرایت کرکے خون کو زہریلا کر دیتا ہے جس سے تمام جسم انسانی خطرناک مصائب میں الجھ جاتا۔ اور مختلف قسم کی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے +

حضرت نبی کریمؐ نے اوائل عربوں کا دانتوں کو صاف کیئے بغیر مجلس میں آنا ناپسند فرمایا۔ آپ کی رائے عالی میں متعفن تنفس سے بڑھ کر کوئی بدبودار چیز نہیں۔ جو دانتوں کیطرف لاپرواہی برتنے سے پیدا ہوتی ہے آپؐ ہر نماز کے وقت۔ صبح اور سوتے وقت مسواک فرمایا کرتے۔ مسوڑوں سے پیسنے اور چبانیوالی سطح کی طرف اور پھر اسی طرح اس کے برعکس آپؐ مسواک کیا کرتے تھے۔ تاکہ جو چپکا ہوا مادہ دانتوں کے ساتھ لتھڑا ہوا ہو۔ وہ بالکل دور ہو جاوے۔ اور دانت صاف اور مصفیٰ نکل آئیں +

دانتوں کو مسواک کرنا انسان کو بہت سی بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ جراثیم کا قلع قمع کرتا ہے۔ مسوڑوں کی نسوں کو تقویت پہنچتی ہے۔ اور مسوڑوں میں ایک کھاری انتفاعی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو منہ اور حلق میں مضرت رساں پیدا ہونیوالے لیبڈوں کا مقابلہ کرکے انکے تاثرات کو زائل کر دیتی ہے۔ اور مسوڑوں میں اس انتفاعی طاقت کا پیدا ہونا مسواک کے مسلسل استعمال کی . . . . وجہ سے ہے +

بعض ماہران طب کے نزدیک پھیپھڑوں کی نالیوں۔ گلے اور حلق کی بیماریاں دانتوں کی نگہداشت نہ کرنے کی وجہ سے ہی لاحق ہوتی ہیں۔ اسباب کا تو ہمیں بھی کما حقہ علم ہے کہ پھیپھڑوں کی رگ شریان کے ذریعہ سے ہی دل کیطرف سے پھیپھڑوں کی طرف دوران خون ہوتا رہتا ہے۔ لیکن دانتوں کی طرف سے بے اعتنائی برتنے سے خون زہریلا ہو جاتا ہے۔ اور جب خون زہریلا ہو جاوے تو یہ امر لابدی ہے۔ کہ زہریلے جراثیم اعضائے تنفس کی طرف رخ کر لیتے ہیں۔ جن سے پیش از وقت تنزل۔ مقامی سوزش اور عضوی انحطاط لاحق ہوتا ہے۔ ریکٹس بھی دانتوں کی لاپرواہی سے ہی

پیدا ہوتی ہے۔ ہم ان تمام عوارض کا دو ہی طرح سے سد باب کر سکتے ہیں۔ اول تو یہ کہ بیماری کے پیدا ہونے سے پیشتر ہی اسکے اسباب کو روک لیا جاوے۔ اور دوسرا طریق علاج روگ ہے۔ لیکن سہل و مآل اندیشانہ فعل یہی ہے کہ ہم حفظ ماتقدم۔ علاج سے بہتر ہے" کے زرّیں اصول پر عمل پیرا ہوں +

ہم کوعناب مسٹر جارج الیٹ مین آف کوڈک کمپنی کی اس عظیم الشان قلمی معاونت کو جو انہوں نے انگلستان میں دانتوں کے انسٹیٹیوشن کی نگہداشت کیلئے مرحمت فرمائی ہے بنظر استحسان دیکھنا چاہیئے۔ اور اسی طرح سے ہم بنی نوع انسان کے محبوں کی بھی دل سے قدر کرتے ہیں۔ جن کے دل میں ہمدردی کے بنی نوع انسان کے خیالات موجزن ہیں۔ اور کہ جو دانتوں کی بیماری والے کسی مریض کو عمل جراحی کے آلات کے نیچے دیکھ کر مضطرب و بےچین ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس سے بدی کی جڑ نہیں کٹ سکتی۔ اصل تکلیف آغاز میں مضمر ہے۔ آغاز میں کسی چیز کو شروع کرنا اخیر میں شروع کرنے سے بہتر ہے +

تاثرات قبول کرنیوالے عمر کے بچے اور بچیوں کو جو پرائیویٹ اور سرکاری سکولوں میں تعلیم پاتے ہیں دانتوں کو صاف ستھرا رکھنے کی مستقل عادت ڈالنی چاہیئے کیونکہ اسی عادت سے انکی آیندہ کی صحت۔ خوشی اور زندگی وابستہ ہے۔

دانتوں کے صحیح استعمال و مناسب تحفظ سے صفائی کی عادت ترقی پذیر ہوتی ہے جو بلاشبہ پرہیزگاری و پارسائی کے دوسرے درجہ پر ہے۔ یہ عادت اپنے اندر اخلاقی و تندرستی کے دونوں پہلو لئے ... ہوئے ہے۔ ہر ایک سکول کے ضابطہ و قواعد میں اس اصول کو ایک اہم و نمایاں خصوصیت دینی چاہیئے۔ کیونکہ اخلاق و صحت کے مفاد کے لئے یہ اصول ازبس ضروری ہے۔ اور اگر اس زرّیں اصول کو ہاتھ میں لیا گیا۔ تو موجودہ مہذب سوسائٹی کے بالمقابل انسانوں کی ایک زبردست و تنومند جماعت پیدا ہوگی۔ جو ہمیشہ کارآمد و مفید ثابت ہوگی +

یہ کہنے کو ہم طیار نہیں کہ تمام کی تمام مسلم قوم شرعی احکام کی رو سے دانتوں کی نگہداشت کرنے سے دانتوں کے تمام عوارض سے بالکل بچی ہوئی ہے۔ لیکن ہم بادثوق کہہ سکتے ہیں۔ کہ ان میں سے ایک قلیل حصہ اثر پذیر ہوتا ہے۔ اور دانتوں کی ان تمام مہلک اور زہریلی بیماریوں سے ایک کثیر حصہ بچا ہوا ہے۔ جنکے روزمرہ شکار دیگر مذاہب کے

پیرو ہوتے رہتے ہیں۔ اور اسکی وجہ یہی ہے۔ کہ جاہل مسلم تو مذہبی جذبہ کو لئے ہوئے۔ اور لکھے پڑھے مسلم ذہنوں کی بے اعتنائی سے انکے کھوئے جانیکے احتمال کیخیال سے اور عامہ صحت کے مفاد اور چبانے کے وقت اصل ذائقہ حاصل کرنے کی خاطر نہایت حزم و احتیاط۔ پابندی و باقاعدگی کے ساتھ اس سادہ لیکن منفعت بخش عادت کی بڑی سختی سے پابندی کرتے ہیں +

مسواک کے استعمال سے صحت کے جن جن گوناگون فوائد سے دنیا متمتع ہو رہی ہے اس کا سہرا حضرت نبی کریم صلعم کے سر پر ہے۔ جنہوں نے کہ اپنے متبعین میں اس طبعی عادت کو ڈالا۔ جو انسان کیلئے مادی اور روحانی دونوں طرح سے مفید ہے۔ اللہ تعالےٰ کل مسلمانوں کو اس منفعت بخش سنت نبوی پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ جسکے گوناگوں فوائد مضمون بالا میں شمار کئے گئے ہیں +

کسوف عجوبہ پرستی۔ توہم پرستی اور اسلام

کسوف جیسے منظر قدرت کے ظہور کے وقت ہمارے آباؤ اجداد کے طریق عمل انکی متعلقہ کتب میں محفوظ ہیں جو ہمارے پیش نظر ہیں۔ تمام زمانوں میں کسوف و خسوف نے لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچے رکھا۔ عامۃ الناس اسکو مشاہدہ کرتے اور عین اس وقت مختلف قسم کے مراسم ادا کرنے کے عادی چلے آتے ہیں۔ اقوام سالقہ میں مرور زمانہ سے کسوف سے بڑھ کر کوئی چیز ہیبت و خوف پیدا کرنیوالی نہ تھی۔ اور یہ ایک اوہام پرستی کا زمانہ تھا۔ ایرانی اور اہل ہنود کسوف کے وقت خرید و فروخت بند کر دیا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کے عقائد کے مطابق کسوف دنیا کے آنیوالے اختتام کی ایک بدشگون علامت تھی۔ اہل چین اس سے خائف ہو کر سراسیمگی و دیوانگی میں پیتل کی دیگچیاں بجایا کرتے تھے۔ تاکہ وہ اپنے اس شور و شر سے فعل سے اس افعی (اژدھا) کو خائف کریں۔ جو روشنی و درخشندگی کے بخشنے والے (یعنی سورج) کو نگلنے لگا ہے۔ اور یہاں تک کہ وہ اب بھی اس پڑھے لکھے مہذب و متمدن زمانہ میں گھنٹیاں۔ ڈھول۔ گھنٹے اور تھالیاں بجاتے ہیں۔

اوائل اہل روما اور زمانۂ جاہلیت کے اہل عرب بادشاہوں اور شہنشاہوں کی اموات سلطنتوں کے زوال اور دیگر انقلابات کو کسوف کیطرف منسوب کیا کرتے تھے۔ والیٔ گنس ڈھال پر تلوار کو مارا کرتے تھے۔ کتوں کو اس وقت اسلئے مارا کرتے۔ تاکہ وہ بھونک کر تاریکی و ظلمت کے اس برے سحر کو دور کریں۔ نویں صدی میں سورج کے مکمل کسوف نے یورپ کو خوف و ہراس کی جانکنی میں ڈبو دیا۔ اور کہتے ہیں۔ کہ شہنشاہ فرانس کی موت کے دیگر اسباب میں سے یہ بھی ایک تھا +

اس قسم کے سماوی مناظر قدرت میں تو جو گل کھلائیں اس کیلئے تو ہم کچھ بھی کہنے کو تیار نہیں۔ لیکن جادہ حیات میں روزمرہ معمولی واقعات و حوادث کو اس پرشوکت منظر قدرت کی طرف منسوب کرنا

زمانۂ تاریک کی باقیات سے کم نہیں جبکہ اوہام پرستی پرہیزگاری کہلاتی تھی - اور جہالت و لاعلمی موجب مسرت و انبساط سمجھی جاتی تھی +

توہم پرستی کے دلدادہ احباب کے پاس اب بھی نیک فال گھوڑوں کی نعلیں ہیں - اور اوہام پرست طبائع اب بھی سیاہ بلی کو ملنے سے مسرور ہو جاتی ہیں - اور کسی ایسے گھر میں اپنی عجوبہ پرست طبیعت کیوجہ سے اپنے سے انکار کر دیتی ہیں - جس کا بدقسمتی سے گنتی میں تیرہ نمبر ہو - اور اسی طرح سیڑھیوں کے نیچے چلنے سے بھی انکار کرتی ہیں - ازیں قبیل بہت سی توہم پرستانہ رسوم کے شیدائیوں سے دنیا اب بھی معرا نہیں - ان حقائق و قرائن سے ثابت ہوتا ہے کہ توہم پرستی ابھی دنیا میں زندہ ہے +

اسموقع پر حضرت نبی کریمؐ کے بیشمار واقعات زندگی میں سے ایک دلچسپ و موزوں واقعہ کو دوہرانا خالی از دلچسپی نہ ہوگا - جس سے پتہ چلیگا - کہ آپ نے تمام اقوام سے بڑھ کر عجوبہ پرست و توہم پرست قوم کے اندر سے اوہام پرستی کے بت کو پاش پاش کرنے میں کمال کر دکھایا - اور اس طرح سے آپ نے اہل عرب کے اندر علم طبعیات و ہیئت کی بنیادیں قائم کیں +

صحیح بخاری میں مروی ہے کہ محض اتفاق سے حضرت نبی کریم صلعم کے بیٹے قاسم کی وفات اس دن واقع ہوئی جس دن سورج کو گرہن لگا ہوا تھا - چونکہ حضرت نبی کریم صلعم کی عظمت و علو مرتبت اہل عرب کے دلوں میں جاگزین تھا - ان عجوبہ پرستوں نے خیال کیا - کہ عناصر قدرت بھی آپکے بچہ کی فوتیدگی کے رنج والم میں آپکے شریک حال ہوتے ہیں - اور ان اجرام فلکی نے اپنی عزاداری ایک نمایاں و خصوصی رنگ میں ظاہر کی ہے +

اس وقت اگر حضرت نبی کریم صلعم کو اگر کوئی لالچ ہوتا - یا کوئی من مانی خواہشات کی تکمیل مقصود ہوتی یا اور کسی قسم کی ذاتی وجاہت و برتری کا خیال ہوتا - تو عوام الناس کی سادہ ذہنیت سے آپ ضرور استفادہ اٹھاتے - لیکن آپ کی ارفع و اعلےٰ ذات اس قسم کی ذلیل و کمینہ حرکات سے بالاتر تھی - آپ نے تمام متبعین کو مسجد میں جمع فرمایا - اور انہیں ایک خطبہ سنایا - جسمیں ایک فقرہ ایسا ہی جو نہ صرف مبالغہ آمیز و غیر مستحق توصیف و تعریف کے باب کو ہمیشہ کیلئے ہی مسدود نہیں کرتا بلکہ اسکے ساتھ ہی توہم پرستی کو بھی بیخ و بن سے اڑا دیتا ہے - اور وہ معنی خیز و تاریخی فقرہ یہ ہے - کہ :-

"سورج و چاند کے کسوف و خسوف آیات اللہ ہیں - ان کو کسی کی حیات و ممات سے کوئی واسطہ نہیں" +

اس طرح سے حضرت نبی کریم صلعم نے اہل عرب کے قلوب سے اس خوف و خطر کو نکال دیا - جس نے بروقت علم ہیئت و نجوم اور طبعیات کو بیخ و بن سے اڑا پھینکنا تھا - جو کہ محض اوائل اہل عرب کی کوششوں کے نتائج ہیں -

اگلی صحبت میں ہم انشاء اللہ ایک جرمن کی کتاب کالماس بزبان جرمن سے ایک اقتباس کا ترجمہ ہدیۂ ناظرین کرام کرینگے - جس نے ان عظیم الشان کارہائے نمایاں کا تذکرہ کیا ہے - جو اہل عرب نے علم ہیئت میں انجام دیئے +

صرف اتحاد و یکجہتی ہی اب ہمیں زندہ رکھ سکتی ہے

مقدمۂ ورتمان سنڈے ٹائمز مسلم آوٹ لک ، راجپال ہندو قوم مسٹر محمد اسمٰعیل

ہمارا احتجاج - اتحاد ملیہ - تکفیر

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

آج پانچ ماہ سے میں مختلف بیماریوں کا شکار ہو رہا ہوں - اور اس وقت بھی صاحبِ فرش ہوں - طبی ہدایت نے مجھے تین ماہ سے کشمیر لا بٹھایا ہے اب کچھ عرصہ سے ایک جنگل میں مقیم ہوں - میری صحت کے لئے طبی مشورہ یہی ہے - کہ خیر و عافیت کے مختصر سے مختصر خطوط کے سوا میرے پاس کوئی ڈاک نہ پہنچائی جائے - خدا کی شان ہے - میں ایسے وقت دُنیا سے بیخبر رکھا گیا ہوں جب معاصرین کا ظلم ہر مسلم دل کو خون کر رہا ہے دو تین دن ہوئے اتفاق سے مجھے گذشتہ ہفتے کا سنڈے ٹائمز یہاں مل گیا - جس کے بعض مضامین نے مجھے ان سطور کے لکھوانے کے لئے بیچین کر دیا - لیکن اس وقت تو میرے پاس کاغذ تک بھی نہ تھا - اتفاقاً آج ایک پارسل آگیا ہے - اس پر بے لکھا کاغذ بندھا ہوا تھا - اُسے میں نے غنیمت سمجھا - اور استعمال کیا - میں جانتا ہوں - کہ میں طبی مشورہ کے خلاف کر رہا ہوں - لیکن میں بہ رعایتِ اختصار ان چند الفاظ کے لکھانے پر مجبور ہوں - خواہ مقدمۂ ورتمان کا فیصلہ اس تحریر کے پہنچنے تک ہو جائے - اسے درج اخبار کر دیا جائے - یہ ایک دردمند دل کی صدا بستر بیماری سے آ رہی ہے +

مقدمۂ ورتمان اور سنڈے ٹائمز

مقدمۂ ورتمان کے انتقال پر سنڈے ٹائمز کے اڈیٹر نے ایک مقالہ لکھا ہے وہ شاکی ہے - کہ گورنمنٹ نے عدالت اوّل سے عدالت عالیہ میں مقدمہ کو انتقال کر کے

مُلزم کو عدالت اوّل اور عدالت اپیل کی رائے اور فیصلہ کے فائدہ سے محروم کردیا
یعنے ممکن ہے۔ کہ مُلزم پہلی یا دوسری عدالت میں بری ہی کیا جاتا۔ مُلزم کی
بےنرومی سنڈے ٹائمز کے نزدیک ایسی ہے۔ کہ جس کی نظیر پہلے نہیں۔ اس
مضمون کے لکھنے والے نے اگرچہ اپنے خیالات کو نہایت محفوظ الفاظ
میں ظاہر کیا ہے۔ لیکن اس کا نتیجہ ایک ہی ہے۔ کہ جہاں تک ممکن ہو۔
انصاف کو گھٹائی میں ڈالا جائے۔ اور مُسلم دل کا زخم جلدی سے اندمال نہ پائے
یہ امر ظاہر ہے۔ کہ کسی مُقدمہ کے فیصلہ کیلئے دو تین باتوں کا ہی ہونا ضروری
ہے۔ اول واقعات مُقدمہ اور شہادت متعلقہ کا مسل پر آجانا۔ دوسرا عدالت
اوّل کی تجویز۔ اس کے بعد اس تجویز کی اپیل یا نگرانی۔ مقدمہ ہذا میں شہادت
کو عدالت اوّل لکھتی یا عدالت عالیہ۔ اس سے مُلزم کو کوئی نقصان نہیں
پہنچ سکتا۔ رہا عدالت اوّل کی تجویز اور اسکی اپیل۔ سو کنور دلیپ سنگھ کے
فیصلہ کی موجودگی میں یہ دونوں عدالتیں اڈیٹر ورتمان کو بری کرنے پر ہی مجبور
تھیں۔ اِن حالات میں اگر گورنمنٹ پنجاب نے اس جوڈیشل تھٹیٹر کو جو مقدمہ
عدالت اوّل میں رہنے سے پیدا ہوتا بند کیا تو اچھا کیا۔ سنڈے ٹائمز نے اسبات
پر بھی گھبراہٹ ظاہر کی ہے۔ کہ جسٹس براڈوے نے اگر اولاً مقدمہ کو ڈویژن
بنچ میں لینے سے انکار کرکے مقدمہ کو کمرۂ واحد میں بھیجا۔ تو اب اپنے فیصلہ
کے خلاف پھر مُقدمہ کو ڈویژن بنچ کے سپرد کیوں کیا۔ سنڈے ٹائمز یہ نہیں
بتلا سکا۔ کہ جسٹس براڈوے کے ایسا کرنے نے ملزم کو کیا نقصان پہنچایا۔
دراصل جسٹس براڈوے کا پہلا فیصلہ ہی غلط تھا۔ جب ورتمان اور رنگیلا رسول
کے واقعات ایک ہی قسم کے ہیں۔ تو جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلہ کی موجودگی
میں کسی اور واحد جج کا فیصلہ ایک لاحاصل امر تھا۔ ممکن ہے کہ اس جج کی رائے
میں کنور صاحب کا فیصلہ غلط ہوتا۔ ایسی صورت میں مقدمہ ڈویژن بنچ میں ہی جاتا
چیف جسٹس نے اس صورت کو دیکھ کر اگر اپنے پہلے فیصلہ کی نگرانی کی تو

بالکل درست کیا۔ یہ تو کنور صاحب کا فرض تھا۔ کہ جب الہ آباد کا فیصلہ انکے سامنے تھا۔ اور وہ اس سے اتفاق نہ رکھتے تھے۔ تو اپنی رائے لکھ کر مقدمہ کو ڈویژن بنچ کے سپرد کرتے۔ میری رائے میں انھوں نے جو کچھ کیا غلط کیا۔ اور مسلمانان ہند اُن کے اس طرزعمل پر جسقدر چیخیں چلائیں درست ہے۔ اور مسلم اوٹ لک آخر مسلمانوں میں سے ہے۔ کنور صاحب مسلم قلوب کی کیفیت سے ناواقف نہ تھے ایسے نازک مقدمہ کو اس طرح اپنی رائے پر فیصلہ کر دینا اس حزم و احتیاط کے مخالف ہے۔ جو جج کو چاہیئے۔ سنڈے ٹائمز نے ورتمان کے متعلق جس محرومیٔ ملزم کا رونا رویا ہے۔ اس کا صحیح محل اگر تھا تو مسلم اوٹ لک کا مقدمہ تھا۔ جس میں ملزمان کو حقوق اپیل سے محروم کر دیا گیا۔ نہ معلوم سنڈے ٹائمز نے اس موقع پر کیا رائے ظاہر کی۔ اگر اس وقت وہ خاموش رہا تو پھر جرنلزم کے فرض پر قومی جذبات غالب آ گئے۔ سنڈے ٹائمز کی اسی اشاعت میں کوئی مسٹر محمد اسمٰعیل صاحب مسلمانوں کو سمجھاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہر ہندو بھائی راجپال نہیں۔ یہ بالکل سچ ہے۔ ہزاروں نہیں لاکھوں ایسے ہندو بھائی ہونگے جو راجپال کے الفاظ کو نفرت سے دیکھتے ہونگے۔ لیکن مسٹر اسمٰعیل کو ہی ان ہندو اصحاب کا بھی علم ہوگا۔ جنہوں نے پبلک میں اپنی نفرت کا اظہار کیا۔ خیر یہ بات تو دوسری ہے۔ وہ سوچیں کہ جب آرڈیننس کا مطالبہ ہم مسلمانوں نے کیا۔ اسکی مخالفت بھی آخر ہندو اخبارات نے ہی کی۔ کیا یہ اخبار یہ چاہتے ہیں۔ کہ جو چاہے کسی قوم کے مقدس مقتدا کی پگڑی اچھال دے اور اُسے گندے سے گندے الفاظ میں یاد کر کے کروڑہا نفوس کا دل خون کر دے اور گورنمنٹ اُسے روک نہ سکے۔ نہ معلوم یہ لوگ کس دھرم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اس دھرم میں کن اخلاق کی تعلیم ہے۔ کہ وہ اس آرڈیننس کے مخالف ہوئے۔ مجھے یہ خبر نہیں کہ مہاتما گاندھی نے اس موقع پر کن خیالات کا اظہار کیا۔ اگر وہ خاموش رہے ہیں۔ تو انھیں بھی اس ضابطۂ اخلاق کی نظر ثانی کر لی چاہیئے۔ جسکے کہ وہ پابند ہیں۔ اور جس پر وہ نازاں ہیں۔ بالمقابل اُن مسلمان بھائیوں کو بھی اپنے طریق عمل

میں تبدیلی کرنی چاہیئے۔ جو ہندو مُنہ زوری کے مقابل ہمیں خاموشی کی تعلیم دیتے رہے۔
مسٹر اسمٰعیل ہمیں اطلاع دیتے ہیں۔ کہ اگر راجپال نے ایسا لکھا ہے۔ تو بعض
ہندو صاحبان نے حضرت خاتم النبیین کی توہین میں کتابوں کی کتابیں لکھدی ہیں۔
اسی ضمن میں وہ کہتے ہیں۔ کہ انگلستان میں اگر پروفیسر مارگولیتھ اور مس
سائیبرج نے رسُول اکرمؐ کی شان میں بدگوئی کی ہے۔ تو دیگر یورپین نے مدح سرائی
بھی کی ہے۔ مسٹر اسمٰعیل کو یہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ بدزبان ہیزم کشوں کا وہ علاج نہیں جو وہ
تجویز کرتے ہیں۔ دروغگو را تا بخانہ باید رسانید ایک صحیح پالیسی ہے۔ ہمنے مارگولیتھ
اور مس سائیبرج کے ساتھ ایسا ہی کیا۔ آج ڈیڑھ سال ہوا۔ کہ جب انگریزی
صحائف نے آنحضرت صلعم کے متعلق ایک جھوٹے واقعہ کو لکھ کر ہمارے مطالبہ پر پروفیسر
مارگولیتھ کو اسلام کی بہترین سند قرار دیا۔ کیونکہ پروفیسر مذکور ہی اس جھوٹے واقعہ
کی روایت کا ذمہ وار تھا۔ آخر اسلامک ریویو نے صحت واقعہ کے متعلق اسے چیلنج دیا
اور لکھا۔ کہ یا تو وہ عربی زبان سے ناواقف ہے اور اس نے اصل عبارت کا غلط ترجمہ کیا ہے
اور اس لئے وہ اس قابل نہیں۔ کہ جامعہ اکسفورڈ میں عربی کا پروفیسر رہے۔ یا
اس نے ارادتاً خلاف واقعہ لکھا ہے۔ اس واقعہ کو آج سال سے زیادہ ہوا۔ اور
مارگولیتھ اس ہماری گولی کے مقابل اس وقت تک بے دم ہے۔ خدا مجھے صحت دے
تو اس کے باقی کے خرافات کا بھی علاج کرلوں گا۔ رہی مس سائبرج اسکی تحریر کے
متعلق جو لارڈ ہیڈلے نے مناسب علاج کیا۔ اس نے اس بدزبان عورت کے دانت
کھٹے کردیئے۔ مسلمانوں نے جسقدر آج تک مخالفین کی بدزبانیوں کے مقابل
صبر و تحمل کیا۔ اسکی بھی وہ آپ ہی نظیر ہیں۔ اور جو بالمقابل دوسروں نے ہمارے
ساتھ سلوک کیا۔ اسکی سند شرافت کیا کسی ضابطہ میں ہمیں نہیں ملتی۔ نہ معلوم وہ
لوگ کس اخلاق کے پابند ہیں۔ جو رنگیلا رسول کے فیصلہ کے بعد سے الفور اپنی
بدزبانی میں بڑھ جاتے ہیں۔ اور ہمارے مطالبہ آرڈیننس کے مخالف ہوتے ہیں۔
بقول مرشدنا حضرت مرزا صاحب جنگل کے بھیڑیوں سے ہماری صلح ہوسکتی ہے لیکن ان

بدزبانوں سے صلح ناممکن ہے +

یہ لوگ یاد رکھیں کہ ہندو لٹریچر سے ہم ناواقف نہیں - اور اگر کوئی چاہے تو ہندو کتب کی سند پر وہ کچھ لکھ سکتا ہے جس سے ان کے ہوش و حواس اُڑ جائینگے لیکن وہ یقین رکھیں کہ ہم ایسا نہ کرینگے - ہم تو ہر قوم کے بزرگ کی عزت کرتے ہیں - اور بروئے تعلیم قرآن اُن کو اپنا بزرگ جانتے ہیں - کیا وید یا کسی اور کتاب میں ایسی شریفانہ تعلیم ہے - لیکن جس بات نے ہمکو حیران اور رنجور کر دیا - اور ہمیں تذبذب دیجھلیم کا مصداق بنا رکھا ہے - وہ ہمارا اپنا ہی باہمی نفاق و فساد ہے - آج اگر ہمکو عزت رسول نے ایک مقام پر جمع کر دیا ہے - اور اس معاملہ میں ہم اپنے اتحاد کے باعث حسب دلخواہ نتائج کو قریب آتا دیکھ رہے ہیں تو یاد رکھو کہ اس امر کے سوا بھی عزت رسول مدت سے خطرہ میں آچکی ہے جب بعض لوگ ہمیں ہندوستان میں ہی دیکھنا ہی نہیں چاہتے - اور ہمارے متعلق واقعات اسپین کو دوبارہ دیکھنا چاہتے ہیں - اور اس کا ایک ہی باعث ہے - کہ ہم محمد عربی کے پیرو ہیں - تو پھر خود غور کرو - کہ یہ حملہ بھی عزتِ رسول پر ہے یا کچھ اور ہے - ایسا ہی بعض چاہتے ہیں - کہ اسلام دنیا سے ہی مٹ جائے یہ حملہ بھی عزتِ رسول پر ہے یا کسی اور پر - ایسی ہزاروں باتیں ہیں - خلاصہ یہ ہے - کہ ہم سے بڑھکر دنیا میں کوئی مصیبت زدہ نہیں - لیکن یہ مصیبت ہمارے اتحاد قومی کے مقابل یقیناً ھباءً منثورا ہو سکتی ہے - یاد رکھو کل دنیا میں صرف ایک مذہب اسلام ہے - جسکے ماتحت کسی فرقی اختلاف کی گنجائش نہیں - جن امور کو ہم نے بناء اختلاف بنا رکھا ہے - وہ اُن امور میں ہرگز شامل نہیں جو ہمارے اسلام و ایمان کیلئے کافی ہے - جو لوگ اہلِ قبلہ کی تکفیر کے شائق ہیں - وہ بھی اس وقت اپنے وجوہ اجتہاد کی نظر ثانی کریں - انہوں نے دیکھ لیا - کہ اُنھیں کن کن راہوں سے انھیں کلمہ گویوں کی کاسہ لیسی کرنی پڑی - جن کی تکفیر کا وہ وظیفہ کیا کرتے ہیں - وہ یہ بھی

سمجھ لیں ۔ کہ انسان کو وہی کام کرنا چاہیئے جو وہ ہمیشہ کر سکے ۔ ہنگامی اتفاقات و حادثات سے فائدہ اُٹھانا ۔ کوئی عمدہ پالیسی نہیں +

آخر میں میری عرض ہے ۔ کہ ہم لاکھ ریزولیوشن پاس کریں ۔ وہ سب بے سُود ہونگے ۔ لیکن اگر ہم ایک کام کر جائیں ۔ اور وہ یہ کہ فرقی تنازعات کو لاشئے قرار دیکر کُل اہل قبلہ کو متحد کریں ۔ تو ہر قسم کی کامیابی ہماری غُلام ہو جائیگی ۔ اس امر کا کم از کم مجھے ذاتی طور پر تجربہ ہے + والسلام

ننگ مرگ

مورخہ ۲۹ جولائی ۲۷ ۱۹۲۷ء

خواجہ کمال الدین

انبیائے ثلاثہ

جناب موسےٰ ـ جناب عیسےٰ ـ حضرت محمد صلعم

از قلم لارڈ ہیڈلے بالقابہم

جناب موسےٰ کے سامنے یہ کام تھا ۔ کہ بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات دیں ۔ اور ارضِ موعودہ کی طرف رہنمائی کریں ۔ اور اللہ کے منشاء کے موافق ان کو اس کام کے کرنے کی قابلیت دیگی ۔ چالیس سال کی بادیہ پیمائی اور صحرا نوردی میں موسیٰ کو طور سینا پر شریعت ملی ۔ جو دس احکام پر مشتمل تھی ۔ اور یہ احکام بنی اسرائیل کی ضرورتوں کے لحاظ سے کافی تھے +

لیکن یہ لوگ ایسی قوموں کے درمیان تھے ۔ جن میں بُت پرستی عام تھی ۔ اور اخلاقی حالت گری ہوئی تھی ۔ پس ان کو یہ کام دیا گیا کہ مخلُوق کو حق کی تبلیغ کریں ۔ اور توحید کا درس دُنیا کو دیں ۔ لیکن یہ لوگ خود حالات گردو پیش سے متاثر ہو گئے ۔ اور بجائے اوروں کو قعر مذلت سے نکالنے

کے خود بُت پرستی اور شرک کی جانب مائل ہو گئے۔ انھوں نے اپنے اخلاق خراب کر لئے۔ اور اپنے ہاتھوں ایسی مصیبت مول لی جس سے آج دن تک انھیں چھٹکارا نصیب نہیں ہوا۔ اس کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے۔ کہ بنی اسرائیل نے صحرا میں گوسالہ پرستی شروع کر دی تھی۔ اور ایک خدا کی عبادت سے مُنہ موڑ لیا تھا۔ حضرت موسیٰ نے کوہ پسگا پر وفات پائی۔ اور اس حالت میں کہ ارض موعود سامنے ہی تھی۔ ارض موعود کے معنی مجازی طور پر اس پاکیزہ زندگی کے بھی لئے جا سکتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ نے اس کی تعلیم دی۔ مگر بنی اسرائیل نے اس پر عمل نہ کیا ان کے ہادی نے ارض موعود کا نظارہ اس طرح دُور سے کیا۔ جس طرح رُوح انسانی الٰہی تجلّیات کا مشاہدہ دُور سے کرتی ہے۔ اور بنی اسرائیل کی تاریخ مابعد کا لُب لباب یہ ہے۔ کہ یہ لوگ کئی دفعہ شرک اور بت پرستی کا شکار ہوئے اور اس جُرم کی پاداش میں سزا پائی۔ مصائب جھیلے اور خستہ حال ہوئے۔ موسیٰ کے بعد بہت سے انبیا نے جو علاوہ مذہبی سیادت کے دنیاوی حکومت کے مالک بھی تھے۔ ان کی اصلاح کی۔ مگر یہ لوگ نہ سدھرنا تھے نہ سدھرے۔ ان لوگوں کا تکبّر اور غرور انھیں معبود برحق کی اطاعت اور عبادت سے باز رکھتا تھا۔ ہاں صراط مستقیم کے علاوہ اور خدائی احکام کے باوجود دیگر اقوام کے مشرکانہ خیالات کا تتبع خوب کرتے تھے۔ اہل کالڈیہ سے جادو وغیرہ سیکھا۔ اور اسنے عقائد اور رسوم حاصل کیئے۔ اور انھیں جزو ایمان بنایا۔ ان عقاید کا نشان توریت کی کتاب میں اب بھی پایا جاتا ہے۔ اور انھوں نے اپنے مذہب میں دیگر عقاید کی آمیزش کر کے اُسے مسخ کیا۔ اور مغز کو چھوڑ کر پوست کے پیرو بن گئے۔ صرف ظاہری رسوم پر اکتفا کیا۔ حقیقت سے کوئی واسطہ نہ رکھا۔ اور روحانیت سے بالکل کورے ہو گئے۔ خیالات کو پستی کی طرف مائل کیا۔ دُنیا کو دین پر مقدم رکھا۔ اور ایک ایسے مسیح کے انتظار میں لگ گئے جو

بزعم ایشاں دُنیاوی جاہ و حکومت قائم کریگا۔ اور مادی ترقی اور عروج کے متمنی ہو گئے +

حضرت عیسےٰ

حضرت مسیح ناصری اس قوم کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے۔ جنہوں نے موسوی شریعت کے ماتحت زندگی بسر کی تھی۔ اور چونکہ اُنھوں نے ظاہری رُخ پر زیادہ زور دیا۔ اسلئے مغز شریعت کو ہاتھ سے چھوڑ بیٹھے۔ اور محض پوست پر اکتفا کیا۔ یہ زمانہ بڑی سختی کا تھا۔ یورپ اور ایشیائے مغرب کے باشندے رومۃ الکُبریٰ کے محکوم تھے۔ اگرچہ یہ حکومت اپنی رعایا کی حفاظت کرتی تھی اور تمدن کی دعویدار بھی تھی۔ مگر طرزِ عمل جابرانہ تھا۔ قیاصرہ عموماً جور و تعدی کے مجسمے ہوتے تھے۔ یہودیا کے علاقہ پر ہیرودیس حکمرانی کرتا تھا۔ جو روما کا باجگذار تھا۔ لوگوں کی طبائع پرانے عقائد اور رسوم سے دلبرداشتہ نظر آتی تھیں۔ اور عموماً سب لوگ نئی ہدایت کے منتظر تھے۔ لوگ کسی آنیوالے کی راہ تک رہے تھے۔ خود رُومی لوگ بھی اس خیال سے آزاد نہ تھے۔ اور وہ قیصر آغسطس کو ایک پیشوائے دین خیال کرتے تھے۔ یہودی ایک شریعت آسمانی کے مالک اور توحید کے علمبردار تھے۔ مگر افسوس کہ یہ لوگ عجب کس مپرسی کی حالت میں دن گذار رہے تھے۔ انھوں نے اپنا فرض قطعاً بھلایا ہوا تھا۔ ایسے وقت پر مسیح مبعوث ہوئے۔ تاکہ یہود کو اس ظاہر پرستی اور رسوم کی غلامی سے نجات دیں۔ خیال کیا گیا ہے۔ کہ یسوع نے فرقہ ایسینی کے بعض علماء سے علم تحصیل کیا تھا۔ اور یہ یہود میں ایک فرقہ تھا۔ جس نے پوست کے بجائے مغز شریعت پر اپنا مدار کار رکھا تھا۔ یہود عموماً رسوم پرستی میں مُبتلا تھے۔ اور اور اُن کے عقاید میں فلسفہ کی آمیزش نے ایک تلاطم پیدا کر رکھا تھا۔ مسیح نے۔ حتے الوسع اُن میں پاکیزہ اخلاق مثلاً سخاوت، محبت، انکساری اور حُسن معاشرۃ کی تبلیغ شروع کی۔ اور ان کو آسمانی بادشاہت کی خوشخبری سُنائی۔

لیکن یہود اپنی پرانی طرز معاشرت اور پرانے عقاید میں مست تھے۔ اور قربانی کے مسئلہ میں انھیں بڑا شغف تھا۔ یعنی وہ خیال کرتے تھے۔ کہ خدا ہمارے گناہوں کے عوض ہم سے چاہتا ہے۔ کہ جانوروں کی قربانیاں برابر جاری رہیں۔ یہ قربانی کی رسم اُن یہودیوں نے کنعانی اور فونیشنی لوگوں سے سیکھی۔ کیونکہ یہ اقوام بعل اور ملاک کی قربانگاہوں پر قربانیاں کرتے تھے۔ اور انھیں لوگوں سے یہود میں یہ قربانی کی رسم آئی۔ چنانچہ یہود بھی صدقہ کا بکرا برابر صحرا میں بھیجا کرتے تھے۔ جو عزازیل کی بھینٹ سمجھا جاتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یسوع مسیح کے بارہ میں جو کفارہ کا خیال جاری ہوا اسکی ابتدا بھی یہیں سے شروع ہوئی ہے۔ کہ مسیح نے اپنے خون سے آدم کے گناہ کا کفارہ ادا کردیا۔ جیسا کہ لکھا ہے۔ یہ نئے عہد نامہ کا خون ہے۔ جو گناہوں کی معافی کے واسطے بہتیروں کے واسطے بہایا جاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر قوم میں یہ کفارہ کا خیال تاکہ خدا ہم سے خوش ہو جائیگا۔ اور گناہوں کا بدل جائیگا۔ قائم رہا ہے۔ لوگوں کا یہ خیال رہا ہے۔ کہ ہمیں اپنے گناہوں کے عوض ضرور کسی دوسرے جاندار کو خدا کی بھینٹ چڑھانا چاہئے۔

یسوع مسیح کی جو تصویر پولوس نے کھینچی ہے۔ وہ دیگر وقائع نگاروں کی تصویرات سے بالکل جدا گانہ ہے۔ پولوس سے عقاید متعلقہ گناہ موت کفارہ وغیرہ سے دیگر وقائع نگاروں کے عقاید کو کوئی نسبت نہیں۔ چاروں اناجیل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسیح کوئی نئی شریعت نہیں لائے تھے بلکہ مروجہ شریعت کی تطہیر اُن کی بعثت کی اصل غرض تھی۔ اور کہ جو خرابیاں موسوی شریعت میں فقیہوں کی نالائقی سے پڑ گئی تھیں۔ انکی اصلاح کردیں۔ اور شریعت میں اصل صورت میں پیش کریں۔ لوگوں کو اس طرف مائل کریں۔ کہ وہ بجائے ظاہر بینی کے حقیقت فہمی میں تقدم کریں۔ یہودی علماء توریت کے لفظی معنی کرتے تھے۔ اور اس طرح حقیقت سے بیخبر رہتے تھے۔ مسیح نے محبت کا پیغام دیا۔ اور قصاص

کی اسپرٹ کو کم کیا۔ آپ کی تعلیم یہود تک محدود تھی۔ تا کہ بنی اسرائیل کے گھرانے کی
کی منتشر بھیڑوں کو یکجا کریں +

یہودی لوگوں کی قوت ایمانی رسوم پرستی اور معابد کے پروہت کو
نجات کا ذریعہ سمجھنے کی وجہ سے قطعاً سلب ہو چکی تھی۔ اور ان باتوں کا جو
لازمی نتیجہ ہوتا ہے یعنی منافقت اور ریاکاری وہ ان میں پیدا ہو گئی تھی
اور رفتہ رفتہ رُوحانیت سے بے بہرہ ہو گئے۔ اور خود غرضی اور نفس پرستی کا چرچا
عام ہو گیا۔ چنانچہ یہ سب باتیں ہمیں انجیل کے مطالعہ سے بخوبی عیاں ہو جاتی ہیں
مثلاً نقودیمس نے دوبارہ رُوحانی زندگی حاصل کرنے پر کس قدر حیرت کا اظہار کیا ہے!
حالانکہ یہ یہود کا فرض تھا۔ کہ وہ مسیح کی تعلیم کے محافظ ہوتے۔ اور اسے لوگوں
تک پہنچاتے۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ ان کے بجائے پولوس نے مسیح کی تعلیم کو مسخ
کر کے ایک نئے قالب میں ڈھالکر پیش کیا۔ واضح ہو کہ مسیحؑ کا کام اصلاحی
نقطۂ خیال سے آنحضرت کے کام سے بہت کم اور ہلکا تھا۔ کیونکہ یہودی قوم مختلف
متمدن اقوام سے تعلقات رکھتی تھی۔ مثلاً مصری کالڈی اور بحیرہ کے ساحلی باشندوں
سے اور ان اقوام سے بہت کچھ علم و فن کی تحصیل کی تھی۔ چنانچہ حضرت سلیمانؑ کے
حالات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہود دنیا سے الگ تھلگ قوم نہ تھے۔ بلکہ انکے
تعلقات ہر قسم کے مختلف اقوام مثلاً ہایرم اف ٹایر اور ٹارشیش اور سبا
سے وابستہ تھے۔ یہود میں جو نقص تھا۔ وہ ان کی ریاکاری غرور مادہ پرستی
اور شرک کی طرف میلان طبع تھا۔ حالانکہ ان کے پاس ایک عمدہ اخلاقی اور
تمدنی قانون موجود تھا۔ جو الہام کی رو سے طیار ہوا تھا۔ مگر انہوں نے اس سے کچھ
فائدہ نہ اُٹھایا۔ مسیحؑ کا کام صرف یہ تھا۔ کہ انہیں ظاہر پرستی سے باطن پرستی کی طرف
مائل کریں۔ اور ان کی غلطیوں کی اصلاح کریں۔ اور ان کو صلح و آشتی پیار اور
محبت کا پیغام دیں۔ یہود کی حالت عربوں کی حالت سے بدرجہا بہتر تھی۔ یہی وجہ ہے
کہ مسیح کا کام اس قدر دشوار نہ تھا جس قدر آنحضرت صلعم کا موسیٰ کے متعلق بھی جانتے

ہیں۔ کہ انہوں نے مصریوں سے بہت کچھ سیکھا تھا۔ اور اُن کا قانون شریعت عربوں کے لئے مفید نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اسمیں اُن نقائص کا علاج نہ تھا جو مُلک عرب میں موجود تھے۔ اگر دونوں کے کام کا مقابلہ کیا جاوے۔ تو صاف ظاہر ہو گا۔ کہ آنحضرتؐ کا کام موسیٰ کے کام سے بدرجہا مشکل اور دشوار تھا۔ اب ہم آنحضرتؐ کے حالات زندگی کا مختصر خاکہ پیش کرتے ہیں +

حضرت محمد صلعم

جس وقت ہم انبیاء کی سوانح عمری کا مُطالعہ کریں تو لازم ہے کہ ہم اپنے دماغ سے وہ تمام اثرات اور خیالات نکال دیں جو کسی نبی کے پیروؤں سے اُسکی ذات کے متعلق رائج ہوتے ہیں۔ ہم مثل ایک غیر جانبدار مؤرخ کے محض مؤرخانہ حیثیت سے آنحضرتؐ کے کام پر ریویو کرنا چاہتے ہیں۔ اور ہمیں ان باتوں سے جو مسلمان یا قرآن کے صفحات بتاتے ہیں۔ کوئی سروکار نہ ہو گا۔ آنحضرتؐ کی بعثت دُنیا کی تاریخ میں سب سے زیادہ تاریک زمانے میں ہُوئی۔ رومتہ الکبریٰ کا زوال ہو چکا تھا۔ اور مختلف خونخوار اقوام مثلاً گاتھ وندال وغیرہ نے یورپ میں آگ لگا رکھی تھی۔ مسیح کی تعلیم مسخ ہو چکی تھی۔ توحید کی جگہ اجرام پرستی، ملایک پرستی، انسان پرستی جاری تھی۔ اور بُت پرستوں کے عقاید باطلہ اجزاے ملت ہو چکے تھے۔ آفتاب پرستی اور مریم پرستی بھی داخل عقاید ہو چکی تھی۔ اور اس زمانہ کے مسیحیوں میں اخلاق حسنہ کا نشان تو ڈھونڈنے پر بھی نہ ملتا تھا تمام یُورپ ایک شدید جہالت کی تاریکی میں گرفتار تھا۔ اور ستم ظریفی یہ کہ جہالت علم کی مُترادف تھی۔ جو شخص جس قدر زیادہ جاہل ہوتا۔ اس قدر عالم خیال کیا جاتا۔ تمام دُنیا کی بُرائیاں مجموعی طور پر عرب میں موجود تھیں مسیحی کلیسیائیں جو وہاں تھیں۔ اُن کی حالت بُت پرست عربوں سے بدتر تھی۔ اور عربوں کا تو کہنا کیا تھا۔ دُنیا کی وہ کونسی بُرائی تھی۔ جو اُن میں موجود نہ تھی۔ جو اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ مسیحیت بیچاری بجائے اُن کی اصلاح کے خود ان کی بُرائیوں کا شکار ہو گئی۔

عرب کے باشندے یہ جانتے ہی نہ تھے۔ کہ اخلاق کس چیز کا نام ہے؟ زناکاری اور قمار بازی، شراب خوری اور عیاشی اُن کی زندگی کے اجزا ئے لاینفک تھے جنکے بغیر گذارہ ناممکن تھا۔ بلکہ زناکاری تو ایک فخر و مباہات کا ذریعہ تھا جس کے واقعات منظوم شکل میں پبلک کے سامنے پیش کیے جاتے تھے۔ اور سوتیلی ماں، بہنوں، خالاؤں وغیرہ سے شادی کا عام رواج تھا۔ سُود خوری تو گویا کوئی بات ہی نہ تھی۔ لوگ دیوتوں کو اعلےٰ ہیشہ خیال کرتے تھے۔ لونڈیاں پالتے تھے۔ اُن سے زنا کرواتے تھے۔ اور آمدنی اپنے صرف میں لاتے تھے۔ لوٹ مار قتل و غارتگری ایک عام بات تھی۔ اور ہر شخص شرک و کفر گنڈے تعویذ، جادو ٹونا ٹوٹکہ اور دیگر ایسی ہی خرافات میں گرفتار رہتا قصاص کا مسئلہ خاص ایمان کی چیز تھا۔ اور خونخواری، بہیمیت اور وحشیانہ عادات مردوں سے گذر کر عورتوں تک میں سرایت کر گئی تھیں۔ چنانچہ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے حضرت حمزہؓ کا جگر نکالکر دانتوں سے کچا چاب لیا۔ اور اکثر عورتیں اپنے مقتول دشمنوں کے دل و جگر فخریہ بطور مالا یا حمایل کے زیب گلو کرتی تھیں۔ بُت پرستی اُن لوگوں کا مذہب تھا۔ کعبہ کے اندر حضرت ابراہیمؑ کا بُت موجود تھا۔ انکے برابر اسمعیلؑ کا۔ ان کے علاوہ ہر روز کی عبادت کیلئے ایک نیا بُت مقرر تھا۔ یعنی خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بُت رکھے ہوئے تھے۔ انسانی قربانی معمول تھا۔ بلکہ والدین اپنے بچّوں کو خود بھینٹ چڑھایا کرتے تھے۔ اور لڑکیاں اس عزت کے لائق نہ تھیں۔ اُنھیں زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ یہودی اور نصرانی دونوں نے اصلاح کی کوشش کی۔ مگر ایک کی دال نہ گلی۔ چنانچہ سر ولیم میور جیسے متعصب شخص نے بھی اس ناکامی کا اعتراف کیا ہے + الغرض ان لوگوں کی اخلاقی اور رُوحانی حالت ایسی گری ہوئی تھی۔ کہ اس سے بدتر ممکن نہیں۔ اور اُنھیں پر کیا موقوف ہے۔ تمام زمانہ کی حالت رُو بہ تنزل تھی +

اگرچہ ہندوستان، فارس اور یورپ سب کے سب جہالت کا شکار رہتے۔ مگر ملک عرب ان سب سے بدتر تھا۔ ان میں کہیں کہیں زندگی اور بہتری کے آثار نمودار تھے۔ مگر عرب مطلقاً تاریکی میں سر تا پا غرق تھا۔ نہ ان میں کوئی شریعت تھی نہ قانون، نہ تمدّن۔ نہ تہذیب نہ اخلاق نہ اطوار غرض یہ سب لوگ در اصل بہائم صفت تھے۔ محض شکل و صورت انسان کی سی تھی۔ نہ تجارت تھی نہ خلافت نہ کوئی آثار تھے کہ کبھی یہ قوم کسی طور پر ترقی کر سکتی ہے۔ نہ انفرادی حقوق کی نگہداشت نہ اجتماعی محافظت کا کوئی ذریعہ عجب طوفان بے تمیزی برپا تھا۔ ہاں قبیلہ دار کچھ پرانی روایات کے ماتحت چند ایک رسوم اور قواعد مروج تھے۔ مگر بالکل فضول اور بے فائدہ۔

آنحضرتؐ کا کام۔ ان لوگوں کی جبلّی مغرورانہ عادات کی بنا پر اور بھی مشکل ہو گیا تھا۔ آپؐ کے راستہ میں ایک دو نہیں بلکہ صدہا مشکلات حائل تھیں۔ اور کامیابی کا منہ دیکھنے سے پہلے آپؐ نے ان گنت تکالیف اٹھائیں۔ بے انتہا مصائب اٹھائے۔

جب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ یہ سب کچھ دس سال کے قلیل عرصہ میں ہو لیا تو ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ یہ سب کچھ آپؐ نے تن تنہا کیا۔ کوئی دوسرا اسمیں شریک نہ تھا۔ اور پھر کامیابی بھی عدیم المثال ہے تو ہمیں مجبوراً ماننا پڑتا ہے کہ آپؐ کو غیر معمولی قوّت اور طاقت حاصل تھی۔ اور آپؐ کا دل و دماغ ایک غیر معمولی لیاقت رکھتا تھا۔ اور جو کام آپؐ نے کر دکھایا۔ وہ نہ اگلوں سے ہو سکا نہ پچھلوں سے۔ اور زندگی کے ہر شعبے میں آپؐ کی قابلیت نمایاں ہے۔ بطور تاجر کے آپؐ نے نہایت دیانتداری سے کام کیا۔ بطور ایک جنگجو کے آپؐ نہایت دور اندیش دلیر اور مستقل مزاج رہے۔ بطور ایک مدبر ملک اور مقنّن کے آپؐ کا تدبّر اور فہم اور دانائی۔ آپؐ کی ذکاوت اور معاملہ فہمی قابلِ تعریف۔ آپؐ کا قانون ایسا جامع اور مکمل اور تمام ضروریات کو حاوی کہ آجتک

اُسی پر عمل ہوتا چلا آیا ہے۔ اور بحیثیت ایک نبی اور رسُول کے آپ کی دوربین نگاہ نے ان تمام قوتوں کو جو رُوحانیات کے عالم میں جاری ہیں بغور مطالعہ کیا۔ اور انسان کی ضرورتوں کے موافق ایسا قانون بنایا کہ انسان روحانیات میں اعلےٰ پرواز کر سکے اور آپ نے نہایت سادہ اور عام فہم طریق پر خدا تعالیٰ کی منشاء اور مرضی کو مخلوق کے سامنے رکھ دیا۔ اور بتا دیا کہ انسان کا اپنے خالق سے کیا رشتہ ہونا چاہئے۔ یہ چند خصوصیات جن کا ہم نے خاکہ ان چند الفاظ میں پیش کیا ہے۔ وہ حقائق ہیں۔ جن کا ابطال قطعی ناممکن ہے۔ اور دوست دشمن دونوں کو یکساں تسلیم ہیں آپؐ کا مشن مُختص بالزمان اور مختص بالقوم نہ تھا۔ بلکہ تمام اقوام کو آپؐ نے اسلام کی دعوت دی موسیٰؑ صرف یہود کی اصلاح کے واسطے آئے عیسیٰؑ نے بنی اسرائیل کی اصلاح کی مگر

محمد رسول اللہ

نے کُل بنی نوع آدم کی اصلاح کا بیڑہ اُٹھایا۔ اور سالوں کی مخالفت کے بعد آپؐ نے اپنی آنکھوں سے اپنی کامیابی کو ملاحظہ فرمالیا جبکہ تمام عرب آپؐ کی زندگی ہی میں بُتوں کی نجاست سے پاک ہو گیا تھا۔

مذہبی اصلاح کے ساتھ لازمی ہے۔ کہ لوگوں کی زندگی میں بھی تغیر پیدا ہو اور اصلاح اسی وقت مفید کہی جا سکتی ہے۔ جب زندگی میں پاکیزہ تغیر پیدا ہو۔ ورنہ ایک لفظ بمعنی سے زیادہ وقیع نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اس خیال سے بھی آنحضرتؐ کی کامیابی اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ اہل عرب کی زندگی میں وہ بڑا تغیر ہوا کہ گویا کایا ہی پلٹ گئی اور پھر یہی نہیں۔ بلکہ لوگ اس نئی رُوح کے ماتحت عملی طور پر زندگی بسر کرنے لگے۔

آنحضرتؐ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں حج کیا۔ اس کے بعد آپؐ نے خُطبہ دیا۔ جو جبل عرفات پر دیئے جانے کی وجہ سے آپؐ کا پہاڑی وعظ کہلا سکتا ہے، اگرچہ یہ خطبہ شاعرانہ خوبیاں تو نہیں رکھتا۔ لیکن مفید اور کارآمد ہونے کے لحاظ سے ایک عالم اور جاہل دونوں کیلئے یکساں قیمت رکھتا ہے۔ وہ ایسی نصائح پر مشتمل ہے جو شہری اور دیہاتی فلسفی اور عامی دونوں کے لئے ضروری اور ناگزیر ہیں۔ اور جان اور مال

کی حفاظت کے قوانین، قمار بازی اور خانہ جنگی سے ممانعت رحم و محبت کی تاکید مساوات بین المسلمین، ایکدوسرے کے ساتھ انصاف اور صلح کا برتاؤ کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ چند ایک اس عظیم الشان خطبہ کی خصوصیات ہیں ✦

الرسول

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

(ایک نومسلم انگریز شیدائی تبلیغ اسلام کے قلم سے)

"یہ ابن عبد اللہ ہے۔ جو کہتا ہے۔ کہ مجھ سے خدا ہمکلام ہوتا ہے" قول قریش

اگر ہم تاریخ ماضیہ پر نظر غائر ڈالیں تو ہمکو بعض ہستیاں انسانی حیات کے مختلف منازل میں سربرآوردہ اور ممتاز نظر پڑینگی۔ جو دیگر بنی نوع آدم پر ایک نمایاں تفوق اور مرتبہ رکھتی ہیں۔ اور ان میں خیالات و مشاغل جدید کی نئی روح پھونک دیتی ہیں۔ ان ممتاز لوگوں میں وہ اشخاص بدرجہ اولےٰ معزز و محترم ہیں۔ جو مذہبی مشن لے کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اور مخلوق کو اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور تزکیۂ نفوس کا مہتم بالشان کام انجام دیتے ہیں۔ اور زندگی کے مختلف شعبوں کی رہنمائی کے واسطے ایک مکمل اور سہل الوصول دستورالعمل طیار کرتے ہیں۔ اور نفوس انسانی کی ترقی اور علو مراتب کے واسطے معقول انتظام مہیا کرتے ہیں۔ ایسے لوگ مختلف اقوام مختلف نسلوں اور مختلف زمانوں میں ظاہر ہوتے رہے ہیں۔ اور جس وقت انسان نے اپنی فطرت طبعی کی اصلاح کی عین اسی موقع پر ایسے نفوس قدسی پیدا ہوا کئے ہیں۔ اور جس زمانہ میں اخلاق بگڑ گئے، طبائع بدی کی طرف مائل ہوگئیں۔ اور مذہبی اصول و عقائد حقہ خراب و برباد ہوگئے تو اس وقت ایسے زبردست انسان عین ضرورت کے لحاظ سے ظاہر ہوا کئے ہیں۔ جنہوں نے مذہب کو از سرنو ایک مضبوط چٹان پر قائم کیا اور خیالات میں اصلاح مناسب حال فرمائی۔ یہ لوگ عموماً بانیان مذاہب ہوتے ہیں۔

ان میں سے ممتاز ترین ہستیوں کے نام یہ ہیں :- لاؤزی، کنفیوشس، بدھ، زرتشت
مسیح، اور حضرت محمد صلعم عموماً یہ بات دیکھی جاتی ہے۔ کہ ان بزرگوں میں سے ہر ایک کے
متبعین اپنے پیشوا کو خدا کا خاص رسول یقین کرتے ہیں۔ اور دوسرے ہادیان و
بانیان مذاہب کے متعلق اُن کے خیالات باہمدگر مختلف ہوتے ہیں۔ مسیحیوں کا ادعا
الا باستثنائے معدودے سب سے بڑھا ہوا ہے یعنی عیسیٰ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ جو ایک کنواری
کے پیٹ سے پیدا ہوا اور باقیماندہ سب کے سب چور اور دغاباز ہیں۔ اس کے برعکس
مسلمانوں کا دعوےٰ نہایت ہی سلوک اور رواداری کے وسیع النظر اصول پر مبنی ہے یعنی
محمد ایک انسان تھا، مثل دیگر بنی نوع آدم کے ہاں وہ افضل الانبیاء اور خیر البشر
ضرور تھا۔ اور انبیائے ماسبق کے مشن کو مکمل کرنیوالا۔ اور اسی وجہ سے مسلمان
تمام جہان کے رسولوں کو بنظر عزت دیکھتے ہیں۔ اور ان کو ملہم و مامور من اللہ یقین
کرتے ہیں۔ جو حقائق عالیہ متعلق مذہب کی تعلیم و تلقین کیلئے مبعوث ہوئے ہیں
اور محمد نے سابقہ حقائق کو از سر نو زندہ کیا۔ اور ان میں مناسب ترمیم و اصلاح فرمائی قرآن مجید
اللہ کا آخری کلام ہے۔ جو انسان کی ہدایت کے واسطے دیا گیا۔ ناظرین سے پوشیدہ نہیں کہ
ہمارے اسلامک ریویو میں اڈیٹر صاحب اور دیگر اہل قلم نے اسلامی تعلیمات پر وقتاً فوقتاً
روشنی ڈالی ہے۔ اور یقین ہے۔ کہ وہ اس کو جاری رکھینگے۔ لہٰذا اس پر مجھے روشنی ڈالنے
کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ ہاں ایک بات بیشک ضروری ہے۔ وہ یہ کہ اسلامک ریویو
کے قارئین کرام کو اس مقدس شخص کی زندگی کے حالات سے واقفیت ہو جاوے
جس نے مذہب کے ایسے حقائق عالیہ کو اس طرح بنی نوع آدم کے واسطے ارزاں اور
عام کر دیا۔ اور ہر شخص کو روحانی ترقی کیلئے دعوت دی۔ مناسب ہے کہ اس مضمون میں
آنحضرت صلعم کی زندگی کے چند مشہور واقعات کو ناظرین کے فائدہ کی خاطر قلمبند کیا جاوے
اور اس مخالفت کا جو اس مقدس ذات نے اپنی قوم کے ہاتھوں برداشت کی۔ اور ان تکالیف
کا جو اس نے اس مقدس کام میں اٹھائیں، اس مستعدی اور استقامت کا جو اس نے
شروع سے آخر تک دکھائی۔ اور اس رستہ پر جا رہا جس کے متعلق اسے یہ یقین تھا۔ کہ یہ رستہ

خدا تک لیجانیوالا ہے مختصر لفظوں میں ذکر کیا جاوے ۔ یہ تمام امور اس جگہ شرح و بسط کے ساتھ بیان نہیں ہو سکتے ۔ بلکہ مجملاً ہی ذکر کئے جا سکتے ہیں ۔ تاکہ وہ لوگ جو نبی کریمؐ کی زندگی سے آشنا نہیں ہیں ۔ آپ کی شخصیت کے متعلق کچھ صحیح اندازہ لگا سکیں +
میرا روئے سخن مسلم طبقہ کی طرف نہیں ہے ۔ بلکہ میرے مخاطبین
وہ انگریز اور یورپین ہیں ۔ جنہوں نے آنحضرتؐ کی زندگی کا کبھی مطالعہ کیا ہی نہیں ۔ اور اب چونکہ انہوں نے اسلامی تعلیمات کے متعلق کچھ پڑھا ہے تو خواہ مخواہ ان کے دل میں معلم اور اُن تعلیمات کے بانی مبانی کی سوانحمری معلوم کرنے کا شوق ہو گا ۔ مسلمان لوگ جو کچھ اپنے مقدس رسول کے بارہ میں عقاید رکھتے ہیں ۔ ان کا ذکر وقتاً فوقتاً اسلامک ریویو کے اوراق میں ہوتا رہا ہے ۔ اس جگہ یہ لکھنا ضروری ہے کہ اس کے اجرا کا مقصد ہی یہ ہے ۔ یعنی میں صرف چند خاص واقعات کا ذکر کرونگا ۔ جو محمد رسول اللہ صلعم کی ذات سے وابستہ ہیں ۔ تاکہ میرے ناظرین خود اندازہ لگائیں ۔ اور آیندہ لگالیں ۔ اور آیندہ اگر اس مقدس ذات کے متعلق اشارات و حوالہ جات ان اوراق میں پائے جائیں تو اُن کو سمجھنے میں سہولت ہو ۔ اور اس کے علاوہ اس مختصر سے مضمون سے ایک اور مقصد بھی پورا ہو گا ۔ وہ یہ کہ قارئین کے دل میں اس مقدس ہستی کے متعلق مزید معلومات بہم پہنچانے کا اشتیاق پیدا ہو جائیگا ۔ اور وہ ان اوراق کو جن میں بادیہ عرب کے ایک سیاہ چشم انسان کی زندگی کا حال ہو گا ۔ جو تن تنہا اپنی قوم کے سامنے خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کا نام پاک لے کر اُٹھ کھڑا ہوا ۔ اور جس نے اپنی تعلیم کے ذریعہ کروڑوں انسانوں کی زندگی پر تبدیلی پیدا کر دی ۔ اور جس نے دُنیا کی تاریخ میں ایک انقلاب عظیم برپا کر دیا ۔ حتےٰ کہ جس نے خود عیسائیت کو متاثر کر دیا ۔ بڑے شوق کے ساتھ پڑھینگے ۔ حضورؐ کے والد کا نام عبداللہ تھا ۔ جو عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے فرزند تھے ۔ اور آپؐ کی والدہ کا نام آمنہ تھا

اور آپ وہب کی صاحبزادی تھیں جو قبیلہ زہری کے سردار تھے۔ جس طرح مسیح کی تاریخ پیدائش صحیح طور پر معلوم نہیں۔ اسی طرح آنحضرتؐ کی تاریخ پیدائش بھی صحیح طور پر معلوم نہیں۔ سید امیر علی نے ۲۹۔ اگست ۵۷۰ء قرار دی ہے۔ اور مسٹر کاسن ڈی پرسی ویل نے ۲۰۔ اگست ۵۷۰ء پروفیسر پامر نے ۲۰۔ اپریل ۵۷۱ء ڈاکٹر ای ڈوش کی بھی یہی رائے ہے ڈاکٹر ملر نے سید علی سے اتفاق کیا ہے۔ عربی طریق پر آپ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی دشواری یہ ہے۔ کہ یہ نہیں معلوم ہو سکتا۔ کہ اس وقت سنہ عیسوی کیا تھا؟ آپ اپنے والد کی وفات کے کچھ عرصہ بعد تولد ہوئے۔ پہلے پہل آپ کی پرورش ایک لونڈی ثعبہ نامی نے کی بعد ازاں دائی حلیمہ نے یہ عورت قبیلہ بنی سعد سے تھی۔ دستور تھا۔ کہ بچوں کو پہاڑوں پر لیجاتے تھے۔ اور وہاں کی پاکیزہ اور خوشگوار آب و ہوا میں پرورش کیجاتی تھی۔ عمر خانئے قریش میں یہی رسم جاری تھی۔ دو سال کے بعد حلیمہ نے آپ کا دودھ چھڑایا۔ اور واپس لے آئی۔ جب آمنہ نے یہ دیکھا کہ پہاڑ کی آب و ہوا نے بچے کو تنومند اور فربہ کر دیا ہے۔ تو انھوں نے دوبارہ لیجانے کی درخواست کی۔ چنانچہ آپ پانچ سال کی عمر تک پہاڑ پر ہی رہے اس کے بعد اپنی والدہ کے پاس آ گئے۔ سال بھر کے بعد آپ کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ تب آپ کی پرورش آپ کے دادا عبد المطلب نے کرنی شروع کی۔ عبد المطلب نے بڑے پیار اور محبت کے ساتھ پرورش کیا۔ اور سب لوگوں سے زیادہ آپ پر مہربانی کی نظر رکھی۔ چار سال کے بعد ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ اور اب اس دُرِ یتیم کی پرورش کا بار آپ کے چچا ابو طالب پر پڑا۔ یہ بزرگ خانۂ کعبہ اور زمزم کے بھی متولی اور انچارج تھے۔ ہمیں یقین ہے۔ کہ آپ کے چچا نے ضرور آپ کو بت پرستوں کے عقاید سے واقفیت دی ہو گی۔ اور مکہ تو بت پرستی کا مرکز تھا۔ بچپن ہی میں آپ کو ستیا

کا خیال پیدا ہوا اور آپ نے اپنے چچا سے ایک قافلہ کے ہمراہ شام کے سفر کی اجازت حاصل کر لی۔ اور اس طرح عرب کے علاوہ دیگر اقوام کے عادات و اطوار کو بغور مشاہدہ کرنے کا آپ کو پہلا موقعہ ہاتھ آیا۔ عرب مورخین نے ہم کو آپ کی اس قسم کی سیاحتوں کی تعداد نہیں بتائی لیکن ہمارا خیال ہے۔ کہ محمد صلعم جیسی طبیعت کے انسان نے اپنی عادت کے موافق چچا کی اجازت سے حتے الوسع فائدہ اٹھایا ہوگا۔ اور شام و ایران کا سفر بار بار کیا ہوگا۔ یقیناً زمانہ سفر اس ملک میں طول طویل ہوتا ہوگا۔ اور شام کو جس وقت پڑاؤ ہوتا ہوگا۔ تو وہ نوجوان سیاح کی زندگی کے بہترین گھنٹے ہوتے ہونگے۔ ضرورات کی تنہائی اور ایسے سہانے وقت میں آپ قدیمی عربوں کی کارگذاریاں ان کے کارنامے اور بڑے بڑے انبیائ مثلاً ابراہیم اسمعیل۔ موسیٰ و ہاروں وغیرہم کی زندگیوں کے مشہور اور مفید واقعات سننے ہونگے۔ اور عشق و محبت کی داستانیں بھی ضرور سننے میں آتی ہونگی اور قبایل بنو بکر اور بنو ہند کے کارزار اور محاربات بھی سننے کو ملتے ہونگے۔ اور اپنی قوم کے جذبات پر پورے طور سے وقوف حاصل ہوا کرتا ہوگا۔ کیونکہ عاشقانہ حکایات و شعر و شاعری یہ تو عربوں کی طبیعت ثانیہ ہوگئیں تھیں۔ اور ان کی زندگی کے اجزائے لاینفک بنگئی تھیں۔ جن کے بغیر عربوں کو اپنی زندگیاں قطعاً بدمزہ اور بیکار معلوم ہوتی تھیں۔ اور محمد رسول اللہ بھی اصلی عرب تھے۔ یقیناً انھیں بھی مغربی روایات کے سننے میں لطف آیا کرتا ہوگا +

تیئیس سال کی عمر میں آپ ایک شریف خاتون کے سربرآکار مقرر ہوگئے ان کا نام خدیجہ تھا۔ آپ اہل قریش سے تھیں۔ اور بڑی مالدار۔ آپ کی تمنا تھی کہ کوئی معتبر اور تجربہ کار آدمی ملجائے۔ جو مال و اسباب تجارت کا ذمہ دار و منتظم ہو۔ لہٰذا آپ کی نظر انتخاب نہایت مفید ثابت ہوئی۔ آنحضرت صلعم بحیثیت سالار قافلہ نہایت منتظم اور ہوشیار کارکن اور دیانتدار اور راستباز انسان ثابت ہوئے۔ کام کو خوش اسلوبی سے انجام کو پہنچایا۔ خدیجہ آپ کے اطوار اور چال و چلن اور حسن کارگذاری سے اسقدر خوش ہوئیں۔ کہ اگرچہ

آپ آنحضرت صلعم سے پندرہ سال بڑی تھیں۔ تاہم آپ نے شادی کی درخواست کی اور آپ سے آنحضرت نے پسند کیا۔ چنانچہ ۵۹۵ء میں آپ کی شادی ہوگئی۔ خدیجہؓ سے آپ کی سات اولادیں ہوئیں۔ چار لڑکیاں اور تین لڑکے پیدا ہوئے۔ تینوں لڑکے طفولیت ہی میں قضا کر گئے۔ یہ شادی بہت مبارک اور خوش آیند ہوئی۔ آنحضرت معزز تو تھے ہی۔ اب تمام مکہ میں سب سے زیادہ مالدار شخص بھی ہو گئے۔ مکہ صرف ایک مذہبی صدر مقام ہی نہ تھا۔ جہاں خانہ کعبہ میں بڑے بت ہبل کے گرد تین سو ساٹھ چھوٹے بت رکھے ہوئے تھے۔ بلکہ بہت سی اقوام وہاں اس پتھر کو بوسہ دینے بھی آتی تھیں۔ جس کے متعلق اُن کا یہ خیال تھا۔ کہ آسمان سے گرا ہے۔ علاوہ بریں مشہور مقام عکاظ جہاں بڑا بھاری میلہ ہر سال لگتا تھا۔ مکہ سے صرف تین منزل تھا۔ اس جگہ بڑے بڑے شعرا طبع آزمائیاں کیا کرتے تھے اور بہت سے لوگ بزرگوں کے کارنامے بڑے طمطراق کے ساتھ بیاں کیا کرتے تھے۔ تجارت کا سامان بھی بکثرت آیا کرتا تھا۔ اور ہر قسم کی چہل پہل رہتی تھی۔ اور ہمارا یقین ہے۔ کہ شراب ناب اور بتان طناز کا بھی دور دورہ رہا کرتا ہو گا۔

اُس زمانہ میں مکہ میں کوئی ایسا صاحب اقتدار نہیں تھا جو یہاں کے اوباشوں کو قابو میں رکھتا۔ اور ان پر پورے طور سے تسلط جمائے رکھتا۔ چنانچہ اُس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ خانہ جنگیاں شروع ہوئیں۔ قتل و غارتگری کا بازار گرم ہو گیا۔ اور گلی کوچوں میں بات بات پر فساد ہو جاتا تو ایک معمولی سا روزمرہ کا شغل ہو گیا۔ حتّٰے کہ اجنبیوں کے علاوہ خود شہریوں کی جانیں اور مال محفوظ نہیں رہے۔ اور نہ عورتوں کی عصمت۔ آنحضرت صلعم نے جب یہ حالت دیکھی تو چند قبائل کے اعوان سے مشورہ کیا۔ اور بنی زہرہ اور بنی تیم دونوں قبائل کو اس امر پر آمادہ کیا۔ کہ وے دونوں عہد باندھیں کہ متفقہ طور پر حتے الوسع اس بد انتظامی کا سدباب کریں۔ اور امن و امان قائم کریں۔ اس معاہدہ کا نام حلف الفضول تھا۔ جو غالباً ان لوگوں کے نام ہی مشہور ہوا ہے +

اس کے بعد ۶۰۵ء میں جبکہ خانۂ کعبہ از سرِ نو تعمیر ہو رہا تھا ایک جھگڑا ہو گیا۔ اور قریب تھا۔ کہ کشت و خون تک نوبت پہنچے۔ اور خون کی ندیاں بہہ جائیں۔ مگر آنحضرت صلعم کی دانشمندی اور ہوشیاری سے معاملہ بڑی خوبی کے ساتھ رفع دفع ہو گیا۔ بنائے قضیہ یہ تھی۔ کہ کون شخص قبائل قریش میں سے اس عزت کا مستحق ہے۔ کہ وہ حجر اسود کو اُٹھا کر اسکی قدیمی جگہ پر دوبارہ نصب کرے۔ چنانچہ اعیانِ قریش نے یہ رائے دی۔ کہ کل صبح جو شخص بنی شیبہ کے دروازے سے خانۂ کعبہ میں اول داخل ہو وہ مختار بنایا جائے۔ کہ جس طرح چاہے اس قضیہ کا فیصلہ کرے۔ خُدا تعالیٰ کی مرضی کے ماتحت جو شخص پہلے پہل خانہ کعبہ میں علے الصباح داخل ہوا۔ وہ آنحضرتؐ تھے۔ چنانچہ آپؐ نے یہ کہا کہ جو چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ وہ اُتاری اور پتھر اس کے بیچوں بیچ میں رکھا۔ اور اعیان قریش سے مخاطب ہو کر فرمایا اب چاروں قبیلوں کا ایک ایک شخص میری چادر کے چاروں کونے پکڑ کر اُٹھاؤ۔ جب پتھر جائے مقصود پر پہنچ گیا۔ تو آپؐ نے چادر میں سے اُٹھا کر اُسے اسکی قدیمی جگہ رکھ دیا۔ اور اس طرح آپؐ کی ہوشیاری اور عقلمندی کی بناء پر آئی ہوئی بلا اہلِ عرب کے سر سے ٹل گئی۔ مہربانی کی دوسری مثال بھی غور طلب ہے۔ زید ابن حارث ایک نوجوان جنگ میں گرفتار ہو کر مکّہ لایا گیا۔ خدیجہؓ کے بھتیجے نے اُسے خریدا اور بطور تحفہ اپنی پھوپھی کو پیش کیا حضرت نبی کریمؐ نے اُسے اپنی بیوی سے لے کر آزاد کر دیا۔ اس مہربانی کا زید ابنِ حارث پر یہ اثر ہوا۔ کہ جب اُس کے باپ نے اس سے وطن مراجعت کرنے کی درخواست کی تو اس نے وطن پر نبی کریمؐ کی معیت کو ترجیح دی +

شاید بعض لوگ تعجب کریں۔ کہ کیوں میں نے ان واقعات کو جو بادی النظر میں معمولی دکھائی پڑتے ہیں۔ اسجگہ نقل کیا ہے لیکن یہ امر بلا وجہ نہیں ہے سبب یہ ہے کہ انسان کی عمر کا یہ حصّہ یعنی نوجوانی وہ حصہ ہے۔

جب اس کا کیریکٹر بنتا ہے۔ اور اس کا چال چلن راسخ ہو جاتا ہے۔ اور اسکی زندگی ایک خاص راستہ پر پڑنے لگتی ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے۔ جب انسان بیرونی اثرات سے بہت جلد متاثر ہوتا ہے۔ اور ان اثرات کو قبول کرتا ہے۔ اور جزو زندگی بناتا ہے۔ اور وہ مناظر قدرت سے سبق حاصل کرتا ہے۔ اور اپنے گرد و پیش کی اشیاء سے اور روزمرہ کے واقعات پیش آمدہ سے متاثر ہوتا ہے۔ اور روزمرّہ کے معمولی مشاغل اور تجارب اسکی زندگی کو ایک خاص رنگ دیتے ہیں۔ جوانی وہ وقت جب ہماری رُوح بڑی جلد بیرونی اور خارجی اثرات سے اثر قبول کرتی ہے اور خارجی تحریکات سے بڑی جلد تحریک میں آتی ہے۔ اور فوراً برانگیختہ ہوتی ہے۔ اور ہر فعل ہر قول اس پر ایک خاص اثر ڈالتا ہے۔ اور خاص حالات کے ماتحت ہماری رُوح ان افعال اور اقوال سے انقباض اور انبساط حاصل کرتی ہے۔ اسلام کے لئے یہ زمانہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں اسلام نبی کریم کے دل میں مستتر اور مضمر تھا۔ اور الٰہی مہر و توبہ کی ایک جھلک درکار تھی۔ کہ وہ دل سے نکلکر لب پر آئے۔ اور اپنی روشنی سے کوہ و دشت کل جہان کو منوّر کر دے +

یہ بھی واضح رہے۔ کہ محمّد الرّسُول اللہ تعلیم یافتہ انسان نہ تھا محض اُمّی تھا۔ اس زمانہ میں مکہ وغیرہ میں اسکول و مدارس کا وجود بھی نہ تھا۔ اور کُتب خانوں کے تو نام سے بھی کوئی آگاہ نہ تھا۔ لہٰذا انسانی زندگی و موت کے متعلق جو معرکتہ الآرا مسائل عرصہ دراز سے احباب بصیرت چلے آرہے ہیں ان پر روشنی حاصل کرنے کے واسطے محمد رسول اللہ کے لئے کوئی خارجی موقع یا سہولت عرب کی سرزمین میں حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ کا فضل اس کے شامل حال ہوا۔ اور اس نے اُسے کتابوں سے بے نیاز کر دیا۔ اور روشنی عطا کی۔ اور یہ روشنی دن بدن ترقی کرتی گئی۔ اور آجکل رُوئے زمین پر محیط ہے +

جب آپ کی عمر قریب چالیس سال ہوئی تو وحیٔ الٰہی کا نزول ہوا۔ کچھ شک نہیں

کو نزول وحی سے پیشتر ایک عرصہ ضرور اس مقدس اور اہم فرض کی بجا آوری کی قابلیت پیدا کرنے میں لگا ہو گا۔ برسوں آپؐ کے دماغ میں ایک کشمکش کا عالم رہا ہو گا اور بچپن کے خیالات بت پرستوں کے عقاید اور بتوں کی عزت و منزلت جو اس سوسائٹی کا لازمی نتیجہ تھی۔ اور قوم کے رسوم و توہمات جن کے درمیان آپ کی زندگی گذاری۔ ان سب باتوں کو قطعاً دل سے دور کرنے میں بڑی روحانی جنگ رہی ہوگی۔ ضرور ہے۔ کہ پرانے خیالات اور نئے حقائق منکشفہ میں ایک کشمکش واقع ہوئی۔ اور آپؐ نے اس قابلیت کی بناء پر جو آپؐ کی پاکیزہ روح اور روشن دل میں سرایت کئے ہوئے تھی۔ اُن تمام مشرکانہ اور وحشیانہ خیالات پر فتح پائی۔ اور آپؐ کے سامنے ایک پُر امن اور روح کو تازہ کرنیوالی فضاء قائم ہوگئی۔ خدیجہؓ کے ساتھ شادی کرنے کے بعد آپؐ کو فرصت نصیب ہوگئی تھی۔ اور غور و فکر اور مشاہدہ کے واسطے آپ کو کافی وقت ملتا ہو گا۔ آپؐ کا بہت سا وقت مطالعہ صحیفہ قدرت میں گذرتا ہوتا۔ اور آپؐ گھنٹوں سوچا کرتے کہ کیونکر اپنی قوم کے اخلاق درست کروں اور ان میں حقیقی مذہبی زندگی پیدا کروں۔ اور پھر اُن تمام مذاہب میں جو آجکل رائج ہیں۔ کونسا مذہب صحیح ہے آپؐ کی عادات میں فرق عظیم واقع ہؤا ہو گا۔ بجائے ایک اونٹ ہانکنے والے کے آپؐ کو گھنٹوں مستغرق اور محوِ خیال رہنا پڑتا ہو گا۔ اور آپؐ کا طرز زندگی بجائے ایک تاجر کے ایک فلاسفر کی موافق ہو گیا ہو گا۔ جو صحیفۂ قدرت کے مطالعہ میں بکلّی غرق ہو گیا ہو۔ اور رازِ سربستہ کا انکشاف چاہتا ہو۔ بلکہ اس سے بھی بلند مقام آپؐ کی نگاہ میں تھا۔ آپؐ صانع فطرت سے ہمکلام ہونا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہیں وجوہ متذکرہ بالا کی وجہ سے آپؐ کو تنہائی پسند آنے لگی۔ اور آپؐ اپنا سارا وقت کسی سنسان وادی یا کسی دور افتادہ غار میں بسر کرنے لگے۔ یہ فرق جو آپؐ کی زندگی میں نمایاں طور پر ہویدا ہؤا آپؐ کے دوستوں سے مخفی نہیں رہ سکتا تھا۔ جبکہ آپؐ نے دوستوں اور

اقربا کی صحبتوں سے کنارہ کش ہو کر اس طرح تنہائی اختیار کرلی - آپ کی حرم محترم بھی اول اوّل ذرا متفکر ہوئیں لیکن انہوں نے اپنی فراست اور ذکاوت سے آپ کے خیالات کا صحیح اندازہ لگالیا کہ آپ کس فکر میں سرگرداں ہیں - اور کتنا عظیم الشان کام یعنی اپنی اور دیگر اقوام کی اصلاح آپ کے پیش نظر ہے - چنانچہ انھوں نے نبی کریمؐ کی ہمت افزائی فرمائی وہ خاص مقام جہاں آپؐ خلوت میں غور و مشاہدہ میں مصروف رہا کرتے تھے - مکّہ کے شمال میں تھا - ماہ رمضان میں یعنی دسمبر ۶۱۰ء میں آپؐ حسب معمول غار میں فروکش ہوئے تاکہ اپنا وقت روزمرہ نماز اور عبادت اور مجاہدہ میں گذاریں اور آسمانی امداد حاصل کریں - یہ وہ رات تھی - جسے لیلۃ المبارکۃ القدر کے نام سے موسوم کیا گیا ہے - خدا فرماتا ہے +

و ما ادراک ما لیلۃ القدر ہ لیلۃ القدر خیرٌ من الف شہر ہ تنزل الملٰئکۃ و الروح فیہا باذن ربھم من کل امر سلام ھی حتی مطلع الفجر ہ سورۃ ۹۷

رات کی تاریکی زمین پر چھائی ہوئی تھی - اور تفریح بخش ہوا سبزہ زار پر لہرا رہی تھی - اور نیچی ہوئی چٹانوں کو پنکھا جھل کر ٹھنڈا کر رہی تھی اور آسمان کے ستارے فضا میں ایک دھندلی جگمگاہٹ پیدا کر رہے تھے - اور ایسا معلوم ہوتا تھا - گویا وہ اس سنگ پتھر کی غار اور اس کے مکین کو بنظر اشتیاق دیکھ رہے تھے - اُس رات نبی کریمؐ نے گرمی خیال کے درمیان دُور بین اور عالم بالا کو دیکھنے والی آنکھوں سے اُس تیز ہوا میں آسمان کے فرشتوں کی افواج کو دیکھا جو فضائے عالم میں گشت لگا رہے تھے - چنانچہ چند منٹ بعد ایک عظیم الشان فرشتہ نورانی لباس میں ملبوس ہاتھ میں ایک کاغذ لئے نمودار ہوا - اور اسکی پُر شوکت آواز نے وادیٔ وحشت میں آواز بازگشت پیدا کردی - اور یہ الفاظ مخاطب ہو کر کہا :-

اقراء باسم ربّک الذی خلق ہ خلق الانسان من علق - اقرا و

اے پیغمبر! قرآن جو وقتاً فوقتاً تم پر نازل ہوگا۔ اسکو اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو۔

آنحضرتؐ نے دھیمی اور خوفزدہ آواز میں کہا۔ ما انا بقارئٍ۔ مَیں لکھا پڑھا انسان تو نہیں ہوں کس طرح پڑھوں؟

پھر آواز آئی۔ اقرا و ربّک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔ پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے قلم کو لکھنا سکھایا۔ اور انسان کو وہ بتایا۔ جس کا اُسے علم نہ تھا"۔

اللہ اکبر! کیا دلپذیر آواز تھی۔ اور کیسا رُوح پرور نظارہ تھا۔ یسوع کو جو کیفیت گیتھ سمینی کے باغ میں حاصل ہوئی۔ وہ تو اس کے مقابلہ میں کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتی۔ لیکن محمد رسُول اللہ کو ابھی تک پُورے طور سے اس امر کا یقین نہیں ہؤا۔ کہ مَیں نبی ہوں اور رسُول بنا دیا گیا ہوں۔ کیونکہ آپؐ کا خیال تھا۔ کہ نبی کیلئے عُلوم ظاہری جاننے ضروری ہیں۔ اور مَیں اُمّی محض ہوں اگرچہ خدیجہؓ اور آپؐ کے دوست ورقہ بن نوفل نے آپؐ کی تسلّی و تشفّی کی۔ مگر پُورا اطمینان نہ ہؤا۔ ہاں جب دوبارہ ناموسِ اکبر یعنی جبرئیل آپؐ کے سامنے جلوہ گر ہؤا تو پھر آپؐ کو اپنے نبی ہونے کا پُورا یقین ہوگیا۔ چنانچہ وحیِ الٰہی نازل ہوئی۔ یا ایّھا المدثّر۔ قم فانذر۔ و ربّک فکبّر۔ و ثیابک فطھر۔ و الرجز فاھجر۔ ولا تمنن تستکثر۔ و لربک فاصبر۔

اے وہ کہ چادر میں لپٹا ہؤا پڑا ہے۔ اُٹھ اور اپنے ربّ کی پاکی بیان کر۔ اپنے لوگوں کو عذاب سے ڈراؤ۔ اور نجاست سے الگ رہو۔ لباس کو مُطہر کرو۔ اور پروردگار کے لیئے صبر کرو (سُورۂ ۷۴ یا ایہا المدثر الخ)

چنانچہ اب آپؐ باقاعدہ مامُور ہو کر اُٹھ کھڑے ہُوئے۔ اور وعظ و ہدایت میں مشغول ہوئے والضحیٰ۔ والیل اذا سجیٰ۔ ما ودّعک ربّک وما قلیٰ۔ قسم چاشت کی اور رات کی جبکہ وہ سب چیزوں کو ڈھانک لے۔ تیرا خدا تجھ سے دست بردار نہیں ہؤا

جب ایک دن، ابو طالب نے آپ کو اور کم عمر علیؓ کو تنہا نماز پڑھتے ہُوئے دیکھا تو تعجب سے پوچھا۔ کہ کیا کر رہے ہو؟ اور تمہارا مذہب کیا ہے؟ آنحضرت نے جواب دیا "امنت باللہ وملٰئکتہٖ وکتبہٖ ورسلہٖ۔ میں اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اس کی کتابوں اور اس کے سب رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں"۔ یعنی حضرت ابراہیمؑ کی ملت پر قائم ہوں۔ اللہ نے مجھے مامور کیا ہے۔ کہ خلق کو وعظ و نصیحت کروں۔ اور تبلیغ مذہب حقہ میں سرگرم رہوں۔ اور لوگوں کو حق قبول کرنے کیلئے راغب کروں۔ اور اسے پیارے چچا! اگر آپ اس مذہب کو قبول کر لیں تو بڑا اچھا ہو گا۔ اور مجھے تبلیغ و اشاعت میں مدد دیجئے۔

ابو طالب نے جواب دیا۔ اے ابن اخی! میں اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کو ہرگز ترک نہیں کروں گا۔ ہاں تیری محافظت حتے الوسع کروں گا اور آنچ نہ آنے دوں گا پر اپنے بیٹے علیؓ سے خطاب کیا۔ "مجھے یقین ہے۔ کہ محمدؐ تجھے غلط راہ پر نہیں ڈال سکتا۔ پس اسکی پیروی کر۔ اور اسکی صلاح پر دل و جان سے عمل کر" +

اوّل اوّل تو آپ نے اپنے دوستوں ہی میں دائرہ تبلیغ کو محدود رکھا لیکن آپ کی طبیعت کہاں ماننے والی تھی۔ کہ حق محدود رہے۔ لہٰذا آپ جلد ہی پبلک میں آ گئے۔ اور کُل دنیا کو پیغام اسلام پہنچانا شروع کیا۔ آپ نے علانیہ بتوں کی مذمت شروع کی۔ اور بت پرستوں کے اخلاقِ ذمیمہ کی بُرائی بیان کرنی شروع کی۔ آپ کا تکیہ کلام تھا۔ کہ سوائے خُدائے وحدہٗ لاشریک کے دوسرے کو مت پکارو۔ صرف الٰہی امداد سے پاکیزگی اور رُوحانیت حاصل ہو سکتی ہے +

اس زمانہ میں آپ پر عموماً اس قسم کی سُورتیں نازل ہُوا کرتی تھیں +

والعصر۔ ان الانسان لفی خسر۔ الا الذین امنوا وعملوا الصلحت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر۔ عصر کے وقت کی قسم ہے۔ کہ سارے آدمی گھاٹے میں ہیں مگر وہ جو ایمان لائے۔ اور انھوں نے نیک عمل کئے۔ دوسروں کو حق کی ہدایت کرتے رہے۔ اور مصیبت میں صبر کی ہدایت کرتے رہے +

چنانچہ گلبین نے کہا ہے۔ کہ یہ عبارات اور اس قسم کی دوسری عبارتیں کسی مخبط الحواس انسان کے دماغ سے نہیں نکل سکتیں۔ بلکہ یہ اس شخص کے جذبات ہیں جس کا دل بنی نوع آدم کی بہبودی کیلئے بیقرار ہو +

اول اول تو مکہ والوں نے آپ کے پیغام کو ایک حقارت آمیز پیرایہ میں دیکھا۔ اور نفرت اور لاپرواہی سے سُنا۔ اور اس طرح طنز کرنا شروع کیا "یہ ابن عبداللہ ہے۔ جو کہتا ہے۔ کہ خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ لیکن جب آپ نے ان بتوں کو بیجان پتھر اور لکڑی سے تعبیر کر کے ان کی تحقیر کرنی شروع کی۔ تو پھر مخالفت کا طوفان بپا ہو گیا۔ اور یہ مخالفت کوئی عجب بات نہ تھی۔ ہمیشہ حق کی مخالفت ہوتی چلی آئی ہے۔ لوگوں نے آپ پر خشت باری کی۔ آپ پر غلاظت ڈالی۔ اور جب آپ تقریر کرنے تو لوگ شور مچاتے۔ پھر مکہ کے لوگ ایک روز ابوطالب کے پاس آئے اور ان سے کہا۔ کہ براہ کرم اپنے بھتیجے محمدؐ کو اس طرز عمل سے باز آجانے کی صلاح دیں اور اگر وہ یہ رویہ نہ چھوڑیگا۔ تو ہم پھر مجبوراً اس سے اور تجھ سے برسر جنگ ہونگے۔ اور یہانتک لڑینگے۔ کہ دونوں میں سے ایک جماعت نیست و نابود ہو جائے۔ چنانچہ ابوطالب نے اپنے بھتیجے سے کہا۔ کہ براہ کرم اپنے آپ کو اور ہمارے خاندان کو اس آنیوالی مصیبت سے نجات دو۔ مگر آنحضرتؐ نے نہایت استقلال سے جواب دیا۔ "اے چچا اگر آسمان سے چاند میرے بائیں جانب اور سورج میرے دائیں جانب جنگ کرنے کے واسطے اتر آئے۔ اور یہ لوگ مجھ سے کہیں کہ یا تو اپنا کام اور فرض منصبی سے سبکدوش ہو یا ہم تجھے ہلاک کر دینگے۔ تب بھی میرے استقلال میں فرق نہیں آسکتا۔" چنانچہ مسلمانوں کو دن رات پے در پے اذیت پہنچائی جانے لگی۔ آپ کے دشمنوں نے آپ کی ہجو لکھنی شروع کی۔ اور کوچہ و بازار میں مشتہر کرنا شروع کیا۔ اس کے جواب میں آپ کے بہی خواہوں نے آپؐ کے محاسن اور اخلاق حمیدہ بیان کرنے شروع کئے + اور مخالفوں کے اعتراضات کا جواب دینا شروع کیا۔ اور اس طرح آپ کی شہرت دور و نزدیک پھیلنے لگی۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا ز کا لبقیہ

برداشت کیں۔ ابُو طالب کی موجُودگی کا اس قدر اثر ضرور تھا کہ آپؐ ہلاک کئے جانے سے نہ بچے ہوئے تھے۔ اگرچہ توہین و تذلیل کو وہ بھی نہیں روک سکتے تھے آپؐ کے پیروؤں نے اسقدر مصائب برداشت کئے کہ مجبوراً ۶۱۵ء میں آپؐ نے بعض کو صلاح دی کہ حبشہ میں جا کر پناہ گزین ہوں۔ یہ پہلی ہجرت تھی۔ اسی سال دو بڑے عظیم الشان انسان حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ایک تو حضرت حمزہؓ جو آپؐ کے سب سے چھوٹے چچا تھے۔ آپؓ نے ایک دن سُنا کہ ابو جہل نے محمدؐ کو بہت سخت و سست کہا ہے۔ آپ کو غُصّہ آگیا اور سیدھے کعبہ میں پہنچے جہاں ابُوجہل مع اپنے ہمراہیوں کے بیٹھا مشورہ کر رہا تھا حضرت حمزہؓ نے جا کر ایک کمان ابو جہل کے رسید کی اور اسلام کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد وہ عکرمہ کے گھر پر آئے۔ اور وہاں محمد الرسُول اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی دوسرا شخص حضرت عمرؓ تھے۔ جو بعد میں خلیفۂ ثانی ہوئے۔ آپ قدآور تنومند دلیر، ہوشیار، اور نوجوان تھے۔ اور تمام قریش پر آپ کی دھاک بندھی ہوئی تھی تاہم ابھی تک مُسلمان معدُودے چند ہی تھے۔ قریش نے تمام مسلمانوں کو بائیکاٹ کر دیا۔ خرید و فروخت رسم و راہ سب بند کر دی۔ یہ بائیکاٹ ۶۱۱ء تک قائم رہا۔ بعد ازاں ہشام ابن عمرو نے کوشش کر کے اس معاہدہ کو توڑا اور اپنی طرف زُبیر ابن اُمیّہ کو بھی ملا لیا۔ دسمبر ۶۱۹ء میں حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہو گیا۔ اور چند روز بعد آپؐ کے چچا نے بھی وفات پائی۔ یعنی آپؐ کا بہترین رفیق اور مددگار دُنیا سے رُخصت ہو گیا۔ چنانچہ اب ابوسفیان نے جو آپؐ کا جانی دشمن تھا۔ قوم قریش کو آپؐ کے خلاف بھڑکایا۔ اور آمادہ جدال کیا۔ آپؐ طائف کی طرف مراجعت کر گئے۔ لیکن آپ کے دشمنوں نے آپؐ کا پیچھا کیا۔ اور وہاں بھی اذیّت پہنچائی۔ چنانچہ آپؐ وہاں سے رنج و غم اُٹھا کر واپس آئے۔ خیر ان حالات کے درمیان ایک اُمید افزا واقعہ پیش آیا کہ مدینہ کے چند لوگ آپ پر ایمان لائے۔ اور گھر پہنچ کر انہوں نے اپنے دوستوں

ئیں اس کا تذکرہ کیا ۔ اگلے سال اَور لوگ آئے ۔ بارہ آدمی قبیلہ عوض اور خزرج کے وکیل بن کر حاضر خدمت ہوئے ۔ ایک مجلس شورے منعقد ہوئی ۔ اور حسب ذیل قرارداد پاس ہوئی ۔ جس کا ان لوگوں نے صدق دل سے اعتراف کیا ۔ اور اس طرح عہد باندھا +

ہم خُدا کے سوا کسی کی پرستش نہ کرینگے ۔ چوری نہ کرینگے ۔ زنا نہ کرینگے ۔ نہ اولاد کو قتل کرینگے ۔ جُھوٹ اور غیبت سے باز رہینگے ۔ اور ہر سچی بات میں نبیؐ کی اطاعت کرینگے ۔ اور رنج وراحت میں اس کے شریک حال رہینگے" ابن اثیر جلد دوم صفحہ ۳۰ +

یہ پہلا معاہدہ تھا ۔ جو بمقام عقبہ قرار پایا ۔ اور اس کا نام معاہدۂ عقبہ ہو گیا ۔ ان مومنین نے وعدہ کیا ۔ کہ سال آیندہ پھر آئیں گے ۔ اور صُورت حال سے مطلع کرینگے ۔ چنانچہ چند روز ہی میں یثرب کا نقشہ بدل گیا ۔ بُتوں کی تحقیر ہونے لگی ۔ اور لوگ بُت پرستی سے تائب ہو کر اسلام قبول کرنے لگے اور اس قدر مسلمان ہو گئے ۔ کہ اُنھوں نے درخواست کی کہ کوئی مُعلّم ہمارے واسطے روانہ فرمائیے ۔ چنانچہ محمد الرسُول اللہ نے مصعبؓ کو اُن کی تعلیم کے واسطے بھیجدیا ایک سال کے اندر ہر قبیلہ میں سے کچھ نہ کچھ لوگ مسلمان ہو گئے ۔ اور بنی عوض اور بنی خزرج تو تقریباً سب کے سب مسلمان ہو گئے ۔ ایام حج میں ۷۳ مرد اور ۲ عورتیں نبی کریمؐ کی خدمت میں آپ کی نصائح لینے کے واسطے حاضر ہُوئے ۔ اور آپؐ کو اپنے وطن میں لیجانے کے واسطے دعوت دی ۔ چنانچہ یہ ملاقات بھی اُسی پہاڑی کے دامن میں ہُوئی ۔ جہاں پہلا معاہدہ ہُوا تھا ۔ اس مرتبہ معاہدہ میں اس قدر اضافہ ہُوا ۔ کہ "ہم لوگ نبی کریمؐ کی جان و مال کی حفاظت کرینگے" یہ دوسرا معاہدہ عقبہ کہلاتا ہے ۔ قریش کو اس معاہدہ کا علم ہُوا تو اُن کی آتش غضب بھڑک اُٹھی اور انھوں نے چاہا ۔ کہ ایک ہی دفعہ ان مُٹھی بھر آدمیوں کا صفایا کر ڈالیں ۔ لیکن آنحضرتؐ کو اطلاع مل گئی ۔ اور آپؐ نے اُن لوگوں کو مکے الفور سوئے یثرب روانہ کر دیا ۔ اور ان کے ساتھ مکہ کے مسلمانوں کو بھی کر دیا ۔ باستثنائے علیؓ و ابوبکرؓ

جو آپ کے خسر تھے۔ کیونکہ خدیجہؓ کی وفات کے بعد آپ نے ابو بکرؓ کی بیٹی حضرت عائشہؓ سے شادی کرلی تھی۔ چنانچہ جب یہ لوگ قریش کے پنجے سے نکل گئے تو اب اُنھوں نے خود آنحضرتؐ ہی کو قتل کرنے کا منصوبہ کرلیا۔ لیکن دشواری یہ تھی کہ کوئی ترکیب ایسی سمجھ میں نہ آتی تھی کہ قتل بھی ہو جائے اور لڑائی بھی نہ ہو۔ اس زمانہ کے دستور کے موافق ایک قبیلہ کا انسان اگر دوسرے قبیلہ کے ایک انسان کو قتل کردیتا تو مقتول کے تمام قبیلہ والوں پر مقتول کا بدلہ لینا فرض ہو جاتا۔ اور اگر ایک یا دو قبائل کے آدمی آنحضرتؐ کو قتل کریں۔ تو اُنھیں بنی ہشام سے جنگ مول لینی پڑیگی۔ اور اس بات سے وہ ہچکچاتے تھے۔ آخر کار ابو جہل نے ایک ترکیب سوچی کہ ہر قبیلہ سے ایک دو چن لیا جاوے اور سب ملکر یکدم تلوار برسائیں۔ تاکہ خون سب لوگوں کے سر پر دھرا یا جا سکے۔ اور پھر سب ملکر بہ آسانی ایک قبیلہ کو زیر کرسکتے ہیں۔ جب نبی کریمؐ کو اُنکے منصوبوں کا علم ہُوا تو آپؐ نے ارادہ کیا کہ یثرب ہجرت کرجائیں۔ چنانچہ آپؐ نے علیؓ کو پیچھے چھوڑا اور ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر مکّہ سے باہر ایک غار میں پناہ لی۔ تاکہ جو لوگ آپ کے تعاقب میں مصروف تھے۔ اُن کی نگاہوں سے اوجھل ہوجائیں۔ ادھر کا حال سُنو۔ جب قریش کے لوگ آنحضرتؐ کے مکان میں داخل ہوئے۔ تو انھوں نے سوائے علیؓ کے جو آپ کے بستر پر لیٹے ہُوئے تھے۔ اور کسی کو نہ پایا دریافت کرنے پر علیؓ نے جواب دیا۔ کہ مجھے اُن کے متعلق کچھ علم نہیں۔ کیا میں اُن کا محافظ ہوں؟ تم نے اُن کو شہر چھوڑنے پر مجبور کیا۔ لہذا وہ چلے گئے۔ یہ سُنکر سانڈنی سوار آپؐ کی تلاش میں نکلے۔ اور یثرب کا رُخ کیا۔ آنحضرتؐ اور ابوبکرؓ دونوں غار میں چھپے رہے۔ اور ابوبکرؓ کا نوکر خفیہ طور پر کھانا پہنچاتا رہا۔ اگرچہ آپؐ کی تلاش کرنیوالے آپ کے پاس سے گذرے۔ مگر ان کو اس کا خیال بھی نہ ہُوا کہ آپ اس غار میں پوشیدہ ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ اگر وہ لوگ ہمیں دیکھ پائیں تو ہم کیا کرینگے؟ ہم تو صرف دو ہیں"۔ آنحضرت نے جواب دیا نہیں ہم تین ہیں" تیسرا خدا ہے

وہ بھی تو ہمارے ساتھ ہی ہے"۔ جب تعاقب ختم ہُوا تو آپ تیز رفتار اُونٹوں پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ اور آپ کے آنے کی خبر جب یثرب میں پہنچی تو لوگ جوق جوق آپ کے انتظار میں شہر کے باہر آن کھڑے ہوئے۔ اور گل یثرب میں غلغلہ بلند ہوگیا۔ کہ محمدؐ آگئے! محمدؐ آگئے! چنانچہ یثرب والوں نے اپنے مہمانوں کی بڑی آؤ بھگت کی۔ آنحضرتؐ نے اُن سے خطاب فرمایا" یا معاشر المسلمین! اس خوشی کا اظہار اس طرح کرو۔ کہ اپنے ہمسائیوں کو سلام پہنچاؤ۔ غربا اور مساکین کو کھانا کھلاؤ آپس میں رشتہ ہائے اخوۃ کو مضبوط کرو۔ اور جب لوگ سو رہے ہوں۔ تم خدا کی یاد میں مصروف ہو۔ تاکہ جنت میں گھر پاؤ"+

یہ واقعہ ہجرت کے نام سے موسُوم ہے۔ اور مسلمانوں کا سنہ اسی واقعہ سے شروع ہوتا ہے چنانچہ یہ دن ربیع الاول کی چار تاریخ تھا۔ جب آپؐ مکّہ سے باہر آئے۔ اور یثرب میں آپ کا داخلہ ۱۶ ربیع الاول سنہ ۱ھ یعنی ۲ جولائی سنہ ۶۲۲ء جمعہ کے دن ہُوا۔ اور اسلام کی تاریخ میں ایک نیا باب شروع ہُوا+

گوشوارہ آمد و خرچ ووکنگ مسلم مشن

دفتر ہندوستان بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۷ء

تفصیل آمد	نمبر رسید	رقم آمد ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر واؤچر	رقم خرچ ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن - - - -	۱۲	۶	۵	۳۳۰۵	مسلم مشن ووکنگ اسلامک ریویو پبلشیر فنڈ	۳	۳	۷	۹۶۵
آمد اسلامک ریویو - -	۱۷	-	۲	۲۷۰۰					
میزان	-	۶	۷	۶۰۰۵	میزان - -	-	۳	۷	۹۶۵

آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن۔ عزیز منزل لاہور

نقشہ نمبر ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان ماہ جولائی ۱۹۲۷ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب ڈبلیو بین اسکواٹر کلکتہ	-	-	۱۰	جناب عبدالسبحان صاحب	-	-	۱۰
" ایم ایس یتی "	-	-	۲	" شیخ بنٹو صاحب یادوڈ	-	-	۴
چندہ ماہوار ملازمین مشن	۶	۹	۱۳	" فضل کریم صاحب گوجرانوالہ	-	-	۳
حضور نواب صاحب والئے ریاست کروائی	-	-	۸۲۰	" مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب دہلی	-	-	۵
جناب فتح محمد صاحب راجمندری	-	-	۴۵	" محمد نور غنی صاحب گوجرانوالہ	-	۱۰	۵
" خلیفہ محمد عبداللہ صاحب لاہور	-	۱۳	۲	" صبیح الدین صاحب رہتک	-	-	۱
" محمد شفیع صاحب لاہور	-	-	۲	" محمد محمود صاحب ٹمکور	-	-	۱
" نواب بہادر سید محمد نواب علی صاحب کلکتہ	-	-	۱۰	" ڈاکٹر صوفی صاحب کلکتہ	-	-	۱۰
" قاضی منہاج الدین بالاگھاٹ	-	-	۲	" امیر حسن صاحب کاکوری لکھنؤ	-	-	۱
" صاحبزادہ نورالحق صاحب ہزاری باغ	-	-	۱۱	" پیرزادہ سید عبداللہ صاحب نصیرآباد	-	۳	۱
" بدرالحسن صاحب مظفرپور	-	-	۵	حضرت سیدنا و مولانا ابو محمد طاہر سیف الدین صاحب	-	-	۶۷۵
" تاج الدین صاحب ودھا چلیم	-	-	۵	جناب محبوب خان صاحب ببیلی	-	-	۱۲
" حضور بیگم صاحبہ بھوپال	-	-	۱۵۰۰	" فضل الدین صاحب بھوپال اوجین	-	-	۵
" منہاج الدین صاحب شیخوپورہ	-	-	۱۰	" جان محمد صاحب دہلی	-	-	۱
" نواب صاحب منگرول	-	-	۹۹	قیمت چک بک و اپ شن	-	۲	۱
" ایم اے خان صاحب منٹگمری	-	-	۲۰	میزان	۶	۵	۳۳۰۵
" عبدالواحد صاحب اجمیر	-	-	۱۲				

نقشہ نمبر ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو بابت ماہ جولائی ۱۹۲۷ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
حضور نواب صاحب والئے ریاست کروائی	-	-	۲۲۰	جناب کرنل علی الطاف صاحب لائلپور	-	-	۱۰۰
" حاجی نواب صاحب بہادر والئے ریاست بھوپال	-	۸	۴۹	قیمت رسالہ اسلامک ریویو	-	۱۰	۸۲۰
" بیگم صاحبہ بھوپال	-	-	۱۵۰۰				
جناب ڈاکٹر صوفی صاحب کلکتہ	-	-	۱۰	میزان	-	۲	۲۷۰۰

نقشہ نمبر ۳ تفصیل خرچ اسلامک ریویو و ووکنگ مسلم مشن در ہندوستان بابت ماہ جولائی ۱۹۲۷ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
نمبر ۳۴ بل تنخواہ عملہ مشن و اسلامک ریویو ماہ جون ۱۹۲۷ء	-	۱۲	۳۴۰
نمبر ۳۵ بل الاؤنس اڈیٹر صاحب ریویو	-	-	۳۷۵
نمبر ۳۶ بل سائر۔ کرایہ ممٹم ۵ر۔ کاغذ اشتہار اسلامک ریویو ۲ر۔ کرایہ ممٹم ۲ر لیوی ۲ر۔ متفرق ۲ر۔ فیطہ ٹکٹ ۲ر متراتی ماہ مئی ۸ر۔ ہوائی لفافہ ریویو ماہ فروری ۱۲۔ کتاب برائے حضرت خواجہ صاحب عہ۔ ایڈرس کارڈ پیپر ۱۰ر۔ کرایہ ممٹم ۵ر۔ کاغذ فلسفیپ عہ۔ لفافہ سفید بالصد عہ۔ لفافہ چرمی عہ۔ لفافی بالصد عہ۔ چھپائی لفافہ ریویو عہ۔ قیمت رجسٹر دو عدد مع کتابی رپیر ۲ر۔ ہوائی لفافہ ۱۲ر۔ کٹائی کارڈ ۴ر۔ سٹیشنری ۳ر۔ پتہ رجسٹر ڈکرائی تار عہ۔ خط بیرنگ ۴ر۔ ٹکٹ برائے محصول ڈاک مشن ۲ر۔ متراتی ماہ جون ۱۹۲۷ء ۸ر	۳	۱۱	۹۹
نمبر ۳۷ بل ٹکٹ اسلامک ریویو	-	-	۱۵۰
میزان کل	۳	۷	۹۶۵

نوٹ۔ حضور نواب صاحب کی طرف سے مبلغ رسالۂ اشاعت اسلام اردو کی امداد میں جمع کئے گئے +

خیر و شر اور عقیدہ تناسخ ترقی و تنزل علوم

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

شر یا بدی کے پیدا ہونے کے متعلق ہمارے سامنے دو نظریہ ہیں۔ ایک جو اہل تناسخ کی طرف سے ہے۔ اور دوسرا وہ جسے قرآن پیش کرتا ہے مسئلہ تناسخ کے ماتحت تو کل کی کل بدیاں یا تکلیفیں یا نقصان ہمارے کسی گذشتہ جنم کی بداعمالی کا نتیجہ ہونگے۔ اس لئے وہ اٹل ہے۔ ان کا علاج دراصل بے سود ہے۔ اہل تناسخ بیشک بدیوں کا علاج کرتے ہیں۔ لیکن وہ اس فعل سے دراصل اپنے معتقدات کی تردید کرتے ہیں۔ عقیدہ تناسخ کا تقاضا تو یہی ہے کہ علاج نہ کیا جائے۔ کیونکہ کرموں کے ماتحت بدی پیدا ہوئی ہے۔ اور وہ اٹل ہے۔ اور اگر اٹل ہے تو اس کا علاج بے سود ہے۔ دوسری طرف قرآنی مسئلہ کہ بدی دراصل کوئی چیز نہیں چیزوں کے صحیح استعمال نہ کرنے سے بدی پیدا ہوتی ہے۔ یہ نظریہ فی الفور ہمیں اس امر پر آمادہ کر دیتا ہے۔ کہ ہم ہر ایک چیز کے خواص کی تحقیق کریں۔ ہر ایک فعل کے نتائج پر غور کریں۔ اور اس علم کو حاصل کریں کہ کسی چیز کی کونسی مقدار اس کا کونسا اندازہ اس کے استعمال کا کونسا محل و موقعہ نیک اور مفید نتائج پیدا کرتا ہے۔ اور کونسا اس کے بالعکس واقع ہوا ہے یہ بات ہی ہم کو علوم کے دریافت کرنے کی طرف راغب کرتی ہے۔ اگر دنیا میں حوادث کسی گذشتہ جنم کے فعل کا نتیجہ ہیں۔ یا مسئلہ تقدیر کے غلط مفہوم کے ماتحت وارد ہونے ہیں۔ تو پھر ان حوادث کی روک ایک بے سود کوشش ہوگی۔ لیکن اگر یہ حوادث اسلئے واقعہ ہوئے ہیں۔ کہ ہم نے ابھی تک انکے صحیح اسباب کو نہیں سمجھا۔ اور اس لئے ہم ان اسباب کے نقصان رساں محل اور موقعہ سے نہیں بچ سکے۔ اور نتیجۃً شکار حوادث ہو گئے ہیں۔ تو پھر صحیح علم آنے پر ایک نہ ایک دن ہم حوادث سے بچ جائیں گے۔ ۔۔۔بھی امر ہیں

علوم کے حصول پر آمادہ کریگا۔ یہ جو کچھ آج سائنس نے حاصل کر لیا ہے۔
اس کا باعث بھی یہ امر نہیں تو اور کیا ہے۔ عقیدہ تناسخ تو ان علمی ترقیات
کی طرف انسان کو لا نہیں سکتا۔ اگر تو جہاز میں بیٹھ کر غرق ہونا ہمارے گذشتہ جنم
کے عملوں کا نتیجہ ہے۔ تو پھر ہمارا غرق ہونا ایک اَن ٹل بات ہے۔ لیکن اگر
جہاز علے العموم اسلئے غرق ہوتے ہیں۔ کہ بعض مختلف ہوائیں مختلف اور متقابلہ
مقامات سے اپنے مقام تصادم کی خطرناک تلاطم پیدا کر دیتی ہیں۔ سائیکلون
اسی سے پیدا ہؤا کرتے ہیں۔ اور ان کے بھی پیدا ہونے کا ایک اور مقام ہے تو پھر
ہم اس تلاش میں لگ جائینگے۔ کہ ہم ان ہواؤں کے چلنے سے پہلے واقف
ہو جائیں اُنھوں نے جمع ہو کر تلاطم اور سائیکلوں پیدا کرنا ہے۔ اب ان ہواؤں
کا چلکر تلاطم یا سائیکلوں پیدا کرنا بھی ان ٹل ہے۔ اور ہمارے جہاز کا اس مقام
پر پہنچکر غرق ہونا بھی ان ٹل ہے۔ لیکن ہم اُس مقام پر پہنچنے سے بچ بھی
سکتے ہیں۔ مثلاً میڈیٹرینی ان سمندر کے چاروں طرف آج رصدگاہیں
ہیں۔ وہاں کے مشاہدہ کرنیوالے مرکزی دفتر آب و ہوا میں آٹھوں پہر
اطلاع دیتے رہتے ہیں۔ کہ ان مقامات سے ہوائیں کس رُخ پر چل رہی ہیں
مختلف مقامات سے مرکزی مقام پر ہر روز یہ اطلاعیں آتی ہیں۔ اور وہ
اہل دفتر از رُوئے علم ہندسہ ہر وقت اندازہ لگاتے رہتے ہیں۔ کہ ان ہواؤں
نے جمع ہو کر کس جگہ طوفان پیدا کرنا ہے۔ بذریعہ پیام بے سلک ہر ایک جہاز
کو مقام طوفان کی اطلاع دیجاتی ہے۔ جس سے وہ اُس مقام سے بچ کر غرق ہونے سے
بچ سکتا ہے۔ آج بہت حد تک طوفانوں سے جہاز بچ جاتے ہیں۔ جہاز کی زندگی
اور ایک گھر کی زندگی امن و آسائش میں یکساں ہوگئی ہے۔ اسمیں شک نہیں
طوفان آج بھی آتے ہیں۔ اور جہاز غرق بھی ہوتے ہیں۔ لیکن جوں جوں
علم بڑھتا جاتا ہے۔ یہ حوادث کم ہوتے جاتے ہیں۔ یہ علم کیا ہے۔ یہی خیر و شر کے
ازوں کا علم ہے۔ جب تک دُنیا اس خیال میں رہی۔ کہ یہ حوادث قسمت یا کرموں کا

لیکھ ہے۔ ان کے دفعیہ کا طبعاً کسی کو خیال نہ ہوا۔ لیکن جب قرآن نے اس مسئلہ کو دنیا میں پھیلا دیا۔ کہ حوادث اگر شر ہو جاتے ہیں۔ تو وہ بھی مقررہ اندازوں اور قوانین کے ماتحت ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اُن کے ظہور کا موقع اور محل بھی اٹل ہے۔ ازوقت علم بھی ممکنات سے ہے۔ اسلئے جو ان باتوں کا صاحب علم ہے وہ ان حوادث کے موقعہ اور محل سے ایک طرف ہو کر اُن سے بچ سکتا ہے +

خواص الاشیاء یا قوانین فطریہ یا قوانین گورنمنٹ بھی خیر و شر کے ہی اندازے نہیں تو اور کیا ہیں۔ کُل شرائع اور دھرم کی بُنیاد یہی خیر و شر کے اندازے ہیں۔ یہ کہنا کہ فلاں چیز اچھی ہے یا بُری ہے۔ فلاں عمل نیک ہے۔ اور فلاں عمل بد۔ یہ ہی خیر و شر کے اندازے ہیں۔ ان اندازوں کا اٹل ہونا ہی ہم کو نیکی کی طرف راغب کرتا ہے۔ اور بدی سے بچاتا ہے۔ لہٰذا اسلامی مسئلہ تقدیر اور وہ یہ ہے۔ کہ نیک اور شر کے اندازے اٹل ہیں۔ کیونکہ وہ خدا کی طرف سے ہیں۔ کیسی کیسی ترقیوں کا موجب ہو جاتا ہے۔ اور کیسے صحیح طریق پر شر اور بدی کو مسدود کر دیتا ہے۔ ایک شخص جو بدی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اس کا عموماً باعث یہی ہے۔ کہ وہ بدی کے نتائج کو اٹل نہیں سمجھتا۔ ہم سنکھیا اس لئے نہیں کھاتے کہ اس کے کھانے پر موت کو اٹل سمجھتے ہیں۔ اسی طرح اگر ہر ایک بدعملی کے نتیجہ بد کو اٹل سمجھیں تو ممکن نہیں کہ ہم بدی کی طرف جائیں۔ چور اس لئے دن کو چوری نہیں کرتا کہ وہ تنہائی یا اندھیرے کے مقامات کو اپنے فعل بد کے لئے موزوں سمجھتا ہے وہ جانتا ہے۔ کہ روشنی میں یا غیر تنہا جگہوں میں وہ یقیناً پکڑا جائیگا۔ لیکن دوسرے مقامات پر یا رات کے وقت اُسے اپنے فعل بد کی پاداش کا یقین نہیں اسلئے وہ چوری کرتا ہے۔ الغرض یہ مسئلہ اسلامی کہ نیکی اور بدیوں کے نتائج اٹل ہیں۔ کیونکہ وہ خدا کی طرف سے تقدیر دادہ یا اندازہ کردہ ہیں۔ اصلاح اخلاق میں کس قدر مفید ہیں۔ لیکن جس عقیدے کے ماتحت بدی کا ظہور کسی گذشتہ جنم کے کارناموں کا نتیجہ ہے۔ اور ہیں لگ وہ اٹل نہ تو اس کا علاج کرنا بالکل بیہودہ ہے

تناسخ ایک فعل مستقبل ہے یعنے کسی فعل کے ثمرات اس فعل کے بعد پیدا ہوتے ہیں یا بالفاظ دیگر نتیجے پر اسباب مقدم ہوتے ہیں ۔ لہذا جو بھی بدی ہو وہ اپنے ظہور سے پہلے کسی فعل بد کو چاہتی ہے سبب اگر تو فعل اسی ہمارے جنم سے تعلق رکھتا ہے ۔ تو تو رک سکتا ہے ۔ اور اگر وہ فعل بد کسی سابق جنم میں ہو چکا ہے تو پھر اس کے نتیجے میں جو بدی پیدا ہونیوالی ہے ۔ وہ تو کسی صورت میں بھی رک نہیں سکتی اگر ہم اس زندگی کی بدیوں کو اسی زندگی کے افعال سے وابستہ کردیں ۔ تو پھر ایسے افعال سے بچنے کی تحریک ہم میں طبعاً پیدا ہو جائیگی جو بدی کو جنم کے افعال کا نتیجہ قرار دیتی ہے ۔ تو پھر وہ بدیاں تو ظاہر ہو کر ہی رہینگی ۔ اس موقعہ پر میں پھر اپنے احباب اہل تناسخ کو اس امر کی طرف متوجہ کرتا ہوں ۔ جس بات کا تکرار میں نے کئی جگہ کیا ہے ۔ کہ صحیح عقیدے کی صحت یا غلطی کا ایک معیار یہ بھی ہے ۔ کہ کسی عقیدے پر ایمان لانے سے انسان کسی اچھے نتائج کو حاصل کرتا ہے ۔ یا اس کے بالعکس اس کی زندگی واقعہ ہوتی ہے ۔ اب جو مسئلہ خیر و شر کے ماتحت میں نے دو باتیں پیش کی ہیں ۔ یعنے اس جنم کے خیر و شر کے ظہور کو آواگون کے ماتحت سابقہ جنم سے وابستہ کردینا یا تعلیم قرآن کے ماتحت اس جنم کے خیر و شر کو اسی جنم کے اعمال سے وابستہ کردینا ۔ امر اول میں تو عمل ہو چکا ہے ۔ اب نتیجہ باقی ہے ۔ وہ اچھا ہو یا برا ۔ وہ اٹل ہے لہذا نہ نیکی کے لئے تحریک نہ بدی سے بچنے کی ترغیب ۔ بالمقابل اسلامی نقطۂ خیال سے بدی اور خیر کا ظہور ایک فعل آیندہ ہے ۔ جس کا باعث کوئی ہمارا فعل ہوتا ہے ۔ اس لئے اگر ہم چاہیں تو فعل سے بچیں ۔ اور نیک اعمال کی طرف ساعی ہوں +

نپولین اور اسلام

(از قلم جناب خالد شیلڈرک صاحب نومسلم انگریز)

"لوگ کہتے ہیں۔ میں کیتھولک عیسائی ہوں۔ حالانکہ میں نہیں ہوں۔ میں مصر میں مسلمان ہوا تھا" +

مذکورہ بالا الفاظ نپولین اعظم کے ہیں۔ اور اُن کی تکرار کئی مواقع پر کیگئی تھی۔ یہ ایک مشہور واقعہ ہے۔ کہ گو اس نے کیتھولک گرجا کو فرانس میں دوبارہ قائم کیا۔ پھر بھی وہ مذہبی جلسے میں کبھی شریک نہ ہوا۔ یہاں تک کہ جب تلیزر میں شاہی محل کے اندر یہ جلسہ ہوا تھا۔ اور تمام شاہی خاندان اس میں شریک تھا۔ تو نپولین سرکاری کاغذات کے مطالعہ میں مصروف تھا۔ یہ امر لائق غور ہے۔ کہ جب نپولین مصر میں الازہر اور اس کے شیوخ کے انتظام میں مصروف تھا۔ تو آخری فیصلہ اسلامی قانون اور مجلس علماء کی رائے کے مطابق ہی ہوتا تھا۔ اب وقت آگیا ہے۔ کہ اس عظیم الشان شخصیت کے اصل عقائد پر تھوڑی سی توجہ مبذول کی جائے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے۔ کہ نپولین نے پوپ سے اپنے سر پر تاج نہ رکھوایا۔ بلکہ اپنے ہاتھوں سے اُٹھا کر مالک تاج و تخت بنگیا۔ جب ایک مرتبہ بعض ملحد درباریوں نے خدا کے وجود سے انکار کیا۔ تو نپولین نے جھڑک دیا۔ کہ حضرات آپ کے تمام نظریئے بجا و درست لیکن اس تمام کائنات کو کس نے پیدا کیا؟ اس نے عجائبات سماوی کیطرف توجہ دلائی اور وہ خاموش تھے۔ ایک مرتبہ اسے اطلاع ملی کہ کچھ عربوں نے ایک مصری فلاح کو قتل کر دیا ہے۔ اور وہ اس گاؤں کی تمام بھیڑوں کو ہانک لے گئے ہیں۔ تو اس نے فوراً حکم دیا کہ ایک افسر تین سو اسپ سوار اور ایک سو سانڈنی سوار لے کر ڈاکوؤں کا تعاقب کرے۔ اس پر ایک شیخ نے اس سے کہا کہ کیا یہ فلاح تمہارا کوئی قریبی عزیز ہے۔ کہ آپ اس کی موت پر اس قدر برہم ہیں نپولین

نے جواب دیا کہ وہ اس سے زیادہ تھا۔ وہ ایک انسان تھا جس کی حفاظت کا فرض پروردگار عالم نے مجھ پر عاید کیا ہے"۔ شیخ نے کہا یا للعجب۔ آپ تو اس طرح باتیں کرتے ہیں کہ گویا خدا کی طرف سے آپ کو الہام ہوتا ہے +

اور دوسری بہت سی عمدہ صفات کے علاوہ نپولین کی یہ انتہائی آرزو تھی کہ مصر پر صحیح معنوں میں عدل و انصاف اور غیر جانبداری کے ساتھ حکومت کرنے کے لئے مستقل قبضہ حاصل ہو جائے۔ نپولین نے مصر کی مسجد جامع میں نماز پڑھی اور تاریخ کے اوراق شاہد ہیں۔ کہ نپولین نے نماز کے تمام ارکان پوری طرح ادا کئے۔ اور اس نے لوگوں کے نام جو اعلان شائع کیا۔ اس کی عبارت اس طرح تھی :-

مصر کے باشندو! تم سے کہا جائے گا۔ کہ میں تمہارے مذہب کو فنا کرنے آیا ہوں۔ لیکن تم اس بات پر اعتبار نہ کرنا۔ اس قسم کی جھوٹی خبریں اڑانے والوں سے کہدو۔ کہ میں تمہارے حقوق کو برقرار کرنے تمہارے غاصبوں کو سزا دینے اور اصل خدا پرستی کو دوبارہ قائم کرنے کے لئے آیا ہوں۔ ان سے کہدو کہ خدا کی نگاہ میں سب لوگ برابر ہیں۔ اور صرف عقل و ملکہ قابلیت اور نیکی ہی ان میں امتیاز پیدا کرتی ہے۔ اور وہ کونسی خوبیاں ہیں جن کی تباہ پر ملوک دوسرے لوگوں سے ممتاز اور تمام آسائشوں پر قابض ہیں۔ اگر مصر کی زمین پر ان کا قبضہ ہے۔ تو ان سے پوچھو کہ وہ دستاویز لاؤ جسمیں خدا نے اس زمین کو ان کے ہاتھوں میں دیدیا ہے۔ نہیں خدا عادل اور اپنے مظلوم بندوں پر بے حد رحیم ہے۔ قاضیو! شیخو!! امامو!!! لوگوں کو بتادو کہ

"ہم بھی سچے مسلمان ہیں"

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے۔ کہ جن فوجوں کو نپولین مصر پر لے گیا تھا۔ وہ عیسائی نہیں تھیں۔ اس لئے کہ جہاں تک عیسائی عقاید کا تعلق ہے۔ فرانس انقلاب عظیم میں سے نکل چکا تھا۔ اور گرجا تباہ کردیا گیا تھا۔ لیو یداٹ

کا بیان ہے۔ کہ نپولین کے سپاہیوں میں سے شاید ہی کوئی شخص گرجا جاتا ہوگا۔ اور جب وہ فلسطین میں تھے۔ تو وہ ان تاریخی اسماء اور مقامات سے بھی ناواقف تھے جو عیسائیت میں مقدس تسلیم کئے جاتے ہیں نپولین نے اپنی فوج کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا:-

جوانمردو! جن لوگوں میں اب تم زندگی بسر کرنے والے ہو وہ مسلمان ہیں۔ ان کے مذہب کا سب سے پہلا عقیدہ یہ ہے۔ کہ "خدا ایک ہے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں" ان کے اس عقیدہ کی کبھی مخالفت نہ کرو۔ ان سے ویسا ہی سلوک کرو۔ جیسا کہ تم یہودیوں اور اطالویوں سے کرتے ہو۔ جو احترام تم ربیوں اور پادریوں کا کرتے ہو۔ وہی اماموں اور مفتیوں کا کرو۔ قرآن مجید کے احکام کا وہی احترام کرو۔ جو تم حضرت عیسیٰؑ اور موسےٰؑ کے احکام کا کرتے ہو +

لیس کیس کہتا ہے۔ کہ یہ امر نپولین اور اس کی تمام فوج کو عیسائیت سے بالکل جدا کر دیتا ہے۔ کہ اس کے تمام اعلانات ان الفاظ سے شروع ہوتے ہیں:-

"رحیم و رحمٰن کے نام سے۔ خدا صرف ایک ہے۔ اور محمد اس کے رسول ہیں" +

نپولین کا خیال تھا۔ کہ اس کے تبدیل مذہب سے اسلام کو عالمگیر مذہب کی حیثیت سے برقرار کرنے کا امکان پیدا ہو جائیگا سینٹ ہلینا میں اس نے کہا۔ کہ "فوج بلا شبہ اس میں شامل ہو جاتی۔ اور تبدیل مذہب کو محض ایک مذاق تصور کرتی۔ اس کے نتائج پر غور کرو۔ میں یورپ کو اپنے پیچھے چھوڑ دیتا۔ اور اس کا تمام پرانا نظام ہر طرف قائم ہو جاتا۔ اور اس کے بعد کسی کی مجال نہ تھی۔ کہ فرانس کے مستقبل میں خلل انداز ہو۔ یا زمانہ کی نشاۃ ثانیہ میں روک بنتے۔ مالٹا میں نپولین نے مسلمان قیدیوں کو

جنھیں سینٹ جان نے قید کر رکھا تھا رہا کر کے ان کے گھروں میں پہنچا دیا۔ اپنی تمام ہنگامہ آفرین زندگی میں یہ عظیم الشان شہنشاہ ہمیشہ ہی اس کا انکار کرتا رہا ہے۔ کہ وہ عیسائی ہے۔ لیکن جب ہم اس کے علے التواتر اعلانات مسلمانوں کے ساتھ اس کی خیر طلبی کے سلوک اور اپنے جرنیلوں کو تبدیل مذہب کے علانیہ ارشاد کرتے اور اپنے سپاہیوں کو مصر میں بود و باش اختیار کرنے پگڑی باندھنے عبائیں پہننے کے احکام صادر کرتے دیکھتے ہیں۔ تو صاف ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ نپولین اپنے دل میں ہر لحاظ سے مسلمان تھا۔ جب پیرس میں "دار المرضیٰ" کو میں دیکھتا ہوں۔ اور نپولین کے مزار کے قبہ پر نگاہ پڑتی ہے۔ تو میں بعض اوقات محسوس کرتا ہوں کہ یہ زیادہ بہتر ہوتا۔ کہ نپولین کی ہڈیاں کسی مسجد کے زیر سایہ ہوتیں +

اس نے گرجے میں کبھی نماز نہ پڑھی۔ لیکن تاریخ ہمیں متواتر یاد دلاتی ہے۔ کہ اس نے اکثر مسجدمیں نماز پڑھی۔ اس عظیم المرتبت انسان نے اللہ کے حضور میں خضوع و خشوع کے ساتھ مسجد میں عام مسلمانوں کے ساتھ دوش بدوش کھڑے ہو کر بارہا نماز پڑھی۔ لیکن پادری کی اقتدا کبھی نہ کی +

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت للعہ سالانہ — قیمت صہ سالانہ ممالک غیر کیلئے

انتباہ ۔ درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام عزیز منزل،

برانڈرتھ روڈ، لاہور (پنجاب)

مسلم مشن ووکنگ انگلستان

یہ مشن گزشتہ پندرہ سال سے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام کی زیر نگرانی مسجد ووکنگ انگلستان سے یورپ میں اشاعت اسلام کا کام کر رہا ہے۔ ایک ہزار کے لگ بھگ یورپین احباب و خواتین حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں ہزاروں کی تعداد میں اسلامی انگریزی کتب و رسائل کی اس مشن کے ذریعہ مفت نشر و اشاعت ہو چکی ہے۔ اس مشن نے انگریزی اسلامی ادبیات کا بیشمار ذخیرہ پیدا کر دیا ہے۔ اس مشن کی ماہواری یا یکمشت امداد بہترین اسلامی خدمت ہے۔

اسلامک ریویو انگریزی

یہ رسالہ ہر ماہ انگریزی زبان میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی زیر ادارت شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان سے شائع ہوتا ہے۔ اسکی کئی ہزار کاپیاں دنیا کے غیر مسلم طبقہ میں اور لائبریریوں میں مفت تقسیم ہوتی ہیں۔ اس میں تعلیم اسلام کو نہایت ہی فلسفیانہ اور فاضلانہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ مسلم مصنفین کے علاوہ نومسلم احباب کے بھی اسمیں مضامین درج ہوتے ہیں۔ مخالفین کے اعتراضات کا جواب نہایت متانت و سنجیدگی سے دیا جاتا ہے۔ اور ہر ماہ کے رسالہ میں ایک نومسلم کی فوٹو شائع ہوتی ہے جو مشن ووکنگ کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہتے ہیں۔ سالانہ چندہ [illegible] ہندوستان میں [illegible] ہے

ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ

یہ ایک ٹرسٹ ہے جو ووکنگ میں قائم ہوا ہے۔ جس کے ٹرسٹیز جناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ (نومسلم) و جناب سر عباس علی بیگ صاحب سابق ممبر انڈیا کونسل و حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد ووکنگ (انگلستان) ہیں اس ٹرسٹ کی غرض و غایت انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر پیدا کرنا۔ اسکی طباعت اور پھر اسکی وسیع پیمانے پر مفت و قیمتاً نشر و اشاعت کرنی ہے اور جہاں جہاں لیکچر یا تقریروں کی رسائی نہیں ہو سکتی ان گوشوں تک اسلام کی دعوت کو لٹریچر کے ذریعہ پہنچانا ہے۔ اس وقت یہ ٹرسٹ نصف درجن سے زیادہ انگریزی کتب شائع کر چکا ہے جو از حد مقبول ہوئی ہیں۔ اس ٹرسٹ کی سنسنی خیز مطبوعات نے بہت ہی قلیل عرصہ میں یورپین توجہ کو جذب کر لیا ہے۔ اس ٹرسٹ کی کتب خریدنی اور اسکی امداد ہر مسلم کا فرض اولین ہے۔

آجکل احادیث نبوی کا انگریزی ترجمہ ٹرسٹ کے زیر طباعت ہے۔ اسکے علاوہ شہرۂ آفاق کتاب "آسمانی بادشاہت اور اس کا چارٹر" مصنفہ حضرت خواجہ صاحب انگریزی میں ترتیب دی جا رہی ہے۔

اس کا برانچ آفس عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور ہے۔

تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام سیکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد (۱۳) بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۷ء مطابق جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ نمبر (۱۲)

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کو جناب ٹیگو ٹیو شمیہ کی تصویر سے مزین کیا جاتا ہے۔ آپ کے خیال میں اسلام عقل و ضمیر کو اپیل کرتا ہے۔ اور انسان کو فرقی و قومی تعصب سے بالاتر کرتا ہے۔ اسلام انسانی کیرکٹر کی اصلاح کرتا اور انسان کے دل میں بنی نوع انسان کی خدمت کے وسیع عقیدہ کو راسخ کرتا ہے +

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کشمیر سے واپسی پر پھر صاحب فراش ہیں۔ آپ کی صحت ابھی مخدوش حالت ہی میں ہے۔ احباب کرام ان کی صحت عاجل و درازی عمر کے لئے دعا فرمائیں +

آل انڈیا تبلیغ کانفرنس دہلی میں

جمعیت مرکزیہ تبلیغ الاسلام (انبالہ) کے زیر اہتمام اواخر دسمبر میں دہلی کے مقام پر آل انڈیا تبلیغ کانفرنس منعقد ہونیوالی ہے۔ جس کی صدارت کے لئے مشہور

نومسلم لارڈ فاروق ہڈلے بالقابہ اس پیرانہ سالی میں انگلستان سے ہندوستان تک کا طویل سفر کرکے تشریف لانیوالے ہیں۔ چونکہ یہ عظیم الشان اجلاس ہندوستان میں تبلیغ اسلام کے مسئلہ پر غور وخوض کرنے کے لئے منعقد ہونے والا ہے۔ اوراپنی بعض خصوصیتوں کے اعتبار سے بینظیر ہوگا۔ اسلئے مسلمانوں کو چاہئیے۔ کہ اس موقع پر کثیر تعداد میں شامل اجلاس ہوں۔ اور کارکنان تبلیغ کو روپے اور مفید مشورے سے مالی اور اخلاقی امداد دیں۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے۔ کہ اس کفرستان میں اُن کے دین کو کامیابی حاصل ہو۔ اور جو قومیں ابھی تک رُشد وہدایت سے محروم ہیں۔ کفر کو چھوڑکر اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہوجائیں۔ علے الخصوص وہ سات کروڑ اچھوت جو اعلےٰ ذاتوں کے ہندوؤں کے معاشری مظالم سے تنگ آکر کسی ایسے مذہب کی تلاش میں ہیں۔ جو انھیں اجتماعی وعمرانی اعتبار سے بلند تر کردے اس امر کے محتاج ہیں۔ کہ اسلام کا پیغام حریت ومساوات ان کو پہنچادیا جاوے اور انھیں مسلمان بناکر چالیس کروڑ فرزندان توحید کی عظیم الشان برادری میں شامل کرلیا جائے +

ہر مسلمان کا فرض ہے۔ کہ اپنی وسعت واستطاعت کے مطابق اسلام کی دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں کچھ نہ کچھ خدمت ضرور انجام دے۔ جن مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے مالی اعتبار سے صاحب توفیق بنایا ہے۔ وہ تبلیغی انجمنوں کو مالی امداد دیں۔ جو حضرات علمی قابلیت سے مالا مال ہیں۔ وہ تبلیغ اسلام کے مقصد سے رسالے اور کتابیں تصنیف فرمائیں۔ اور جن کو دولت علم سے بہرہ حاصل نہیں وہ اپنے خلوص اپنی نیک نیتی اور سچی تڑپ سے غیر مسلم بھائیوں کے سامنے اسلام پیش کریں۔ اور عہد کرلیں۔ کہ اپنی زندگی میں کم از کم دو تین غیر مسلم اشخاص کو ضرور مسلمان بنالینگے اگر ہر مسلمان اپنی استطاعت کے مطابق مخلصانہ مصروف کار ہوجائے۔ تو ہمارے نزدیک ہندوستان میں تبلیغ اسلام کا مسئلہ دس پندرہ سال سے بھی کم عرصے میں حل ہوسکتا ہے +

انگلستان کے نومسلموں میں لارڈ ہیڈلے خاص طور پر تبلیغ اسلام کے بہت شوقین اور اعلائے کلمۃ الحق کے فن میں بہت ماہر ہیں۔ جن لوگوں نے انگریزی کے بعض تبلیغی رسالوں میں آپ کے مضامین پڑھے ہیں انھیں معلوم ہے۔ کہ اسلام کو جدید خیالات کی بناء پر بوجہ احسن پیش کرنا لارڈ ہیڈلے ہی کا حصہ ہے۔ امید ہے۔ کہ ایک ایسے تجربہ کار نومسلم اور مبلغ کے زیر ہدایت آل انڈیا تبلیغ کانفرنس کو بہت بڑی تقویت حاصل ہو گی۔ اور ہندوستان میں لارڈ ہیڈلے کی شخصیت کے نومسلم کا آنا بھی نہایت اچھے اثر کا باعث ہو گا +

اب ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ ہندوستان بھر کے مسلمان اور ملک کی تبلیغی انجمنیں متحد ہو کر اس اجلاس کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔ ارباب دولت کو چاہیئے۔ کہ گرانقدر مالی عطیات سے جمعیت مرکزیہ تبلیغ الاسلام کا خزانہ بھر دیں۔ اور عام مسلمانوں کو لازم ہے۔ کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں مجلس استقبالیہ کے رکن بنیں۔ تاکہ اس عظیم الشان کانفرنس کے مصارف کے لئے بھی کافی روپیہ فراہم ہو جائے۔ ارسال زر اور ہر قسم کی خط و کتابت ذیل کے پتے سے کرنی چاہیئے +

جناب میر غلام بھیک صاحب نیرنگ معتمد جمعیت مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ

فضل النبیؐ رسالت مآب حضرت محمد صلعم کی یادگار برٹش مسلم سوسائٹی لنڈن کا نذرانہ عقیدت

ہم لنڈن میں حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کی سعید تقریب کے ہمیشہ سے ہی دلی اشتیاق مسرت کے ساتھ منتظر رہے ہیں۔ اور اس لئے نہیں کہ برٹش مسلم سوسائٹی کی

تمام تقریبوں میں بھی یہ اہم واقعہ ہے یا بنفسہ یہ خود ایک اہم تقریب ہے۔ بلکہ اسلئے کہ جو احباب اس تقریب میں شامل ہوتے ہیں۔ انھیں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات معلوم کرنے کا ایک اچھا موقعہ ملجاتا ہے۔ جس سے بہت سی نیک رُوحوں کے دلوں میں ایسے نافع الناس بزرگ کے سوانح زندگی کے مطالعہ کرنے کی حقیقی تڑپ پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ سعید تقریب بہت سے اہم وسُود مند پہلو اپنے اندر رکھتی ہے اور خصوصاً یورپ جیسی سرزمین میں کہ جہاں ایسی عظیم الشان ہستی کے حالات زندگی کا عامتہ الناس کو بہت ہی قلیل علم ہے۔ سال رواں اس تقریب کے انعقاد میں ذرا تعویق واقع ہو گئی۔ اور اس کی وجہ ایک تو موسم کی ناملائمت تھی اور دوسری وجہ یہ تھی۔ کہ رُخصتوں کے بہت سے دلدادہ برطانوی لوگ گرم علاقوں میں ایام رُخصت منانے کے لئے چلے گئے تھے۔ یہ سعید تقریب یکم اکتوبر ۱۹۲۷ء یوم ہفتہ سٹیورٹ اولڈ بانڈ سٹریٹ لندن میں ۸ بجے شام کو منائی گئی۔ لندن اور اس کے قرب وجوار سے اڑھائی صد کے لگ بھگ کے ایک اجتماع کثیر نے جو برطانوی مسلمین وغیر مسلمین پر مشتمل تھا۔ اس تقریب کو منایا۔ اس نیک تقریب میں شامل ہونیوالے کے اندر حقیقی یگانگت و محبّت جلوہ فگن تھی۔ عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ نے کرسی صدارت کو مزین کیا۔ اور جناب مسٹر اے۔ ڈبلیو۔ اعظم مصری لیگیشن کے سابقہ امام نے سورۃ کہف کی آخری آیات تلاوت فرماکر جلسہ کا افتتاح فرمایا۔ ان کے بعد جناب حبیب اللہ لوگرو و بیر برٹش مسلم سوسائٹی نے ان آیات کا انگریزی میں ترجمہ پڑھا۔ اسکے بعد جناب مولوی عبدالمجید صاحب ایم۔ اے قائمقام امام مسجد ووکنگ (انگلستان) نے حضرت نبی کریم صلعم کے مختصر حالات زندگی اس وقت سے بیان کرنے شروع فرمائے جبکہ آپ ذلیل ترین مشرکین میں ایک بے بس یتیم تھے۔ اور شعلہ خیز بغض وعناد کے اندر گھرے ہوئے تھے۔ آپ کے اپنے مُنہ سے نکلے ہوئے ذیل کے الفاظ آپ کی شجاعت۔ اولوالعزمی۔ بہادری علوہمت مضبوط

اور زبردست کیریکٹر کا پتہ دیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"پیارے چچا! اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند کو بائیں ہاتھ پر رکھ دیں۔ اور مجھے اپنے کارِ منصبی سے روکیں۔ جو میں نے اختیار کیا ہوا ہے تو اس کو میں یقیناً یقیناً اس وقت تک نہ چھوڑونگا۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ یا تو مجھے اس کام میں پوری پوری کامیابی عطا فرمائے۔ یا اس کے اندر میں مر مٹوں"۔

جناب پروفیسر ہارون ایم۔ لیون صاحب نومسلم نے حضرت نبی کریمؐ کی ہجرت پر تقریر فرمائی۔ اور پروفیسر صاحب موصوف نے دُنیا کی تاریخ میں اس قابلِ یادگار واقعہ پر کافی وقت تک بحث و تمحیص کے سلسلہ کو جاری رکھا۔ واقعاتِ ہجرت کے تسلسل میں اَور بھی بہت سے واقعات آپ نے بیان فرمائے۔ جن سے حضرت نبی کریمؐ کے تمام کاموں میں نصرت و تائیدِ ایزدی جلوہ گر نظر آتی ہے۔ مُعزّز مقرر نے حضرت نبی کریم صلعم کے اس قوی ایمان پر خصوصیت سے زور دیا۔ جو آپؐ کو ذاتِ احدیت مآب پر تھا۔ اور اس محکم ایمان کا اس وقت اظہار فرمایا۔ جبکہ آپؐ رفیقِ غار حضرت ابوبکر صدیقؓ کی معیت میں غارِ ثور میں چھپے تھے۔ حضرتِ صدیقِ اکبرؓ نے غار کے مُنہ کے عین مقابل دُشمن کے پاؤں کی آہٹ سُنی اور عرض کی۔ یا رسُول اللہ ہم تو فقط دو ہی ہیں۔ اور غنیم کثیر تعداد میں ہے اس پر اللہ تعالےٰ کی ذات پر محکم ایمان رکھنے والے ساتھی نے فرمایا (ان اللہ معنا) کہ اگرچہ ہم دو ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات تیسری بھی ہمارے ساتھ ہے۔ الغرض معزّز مُقرر نے حضرت نبی کریم صلعم کے اس قسم کے حالاتِ زندگی بیان فرمائے۔ جن سے معجزنما تائیدِ ایزدی کا پتہ چلتا ہے۔ قابل مقرر نے فرمایا۔ کہ یہ نُصرت و تائیدِ ایزدی ہی تھی۔ جو ایک ایسے مفرور کے شاملِ حال ہوئی۔ جو چند سالوں سے

اپنے وطن مولود کو تکالیف و آزار کی وجہ سے خیر آباد کہہ چکا ہے۔ اور پھر اسی وطن میں دس ہزار عساکر جرار کا جرنیل بن کر نہایت تزک و احتشام سے داخل ہوتا ہے۔ تاکہ ان سب سفاک دشمنوں کو جنہوں نے آپؐ کے بہت سے عزیز ترین خویش و اقارب و تلامذہ کو دُکھ دیئے۔ اور انھیں موت کے گھاٹ اُتارا۔ اور خود آپؐ کی زندگی تک کے درپے ہوگئے ان سب کو معافی دے۔ اور ذیل کے زبردست و تاریخی الفاظ میں آپؐ نے ان سب کو معافی نامہ دیدیا۔

آپؐ نے فرمایا۔ کہ "اے اہل مکہ! آج کے دن تم پر کوئی گناہ نہیں۔ خُداوند تعالیٰ تمھیں معاف فرمائیگا۔ کیونکہ وہ غفور الرحیم و رؤف الرحیم ہے۔ جاؤ تم سب آزاد ہو" +

جناب پروفیسر ہارون لیون کے بعد جناب ڈاکٹر اے۔ ٹائین نے تقریر فرمائی۔ اور سامعین پر اُس انقلاب عظیم کی اہمیت مؤثر کی جو اس کی اپنی سی سالہ زندگی کی مُدت میں انگلستان کے مذہبی خیالات میں رُونما ہؤا ہے۔ ان کی یہ قطعی رائے ہے۔ کہ چند ہی سالوں میں ہر ایک قسم کی عبادت و اعتقادات جو فطرت انسانی کے معقول پہلو کے منافی ہوگی۔ ھبأً منثورا ہو جائیگا۔ آیندہ کی اشاعت میں ہم انشاء اللہ تعالیٰ فاضل ڈاکٹر صاحب کی اصل تقریر کا ترجمہ ہدیۂ ناظرین کرینگے +

اِس دلچسپ اجلاس کی رُوئیداد کے اختتام سے پیشتر عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ صدر جلاس نے لندن میں تعمیر مسجد پر خصوصیت سے زور دیا۔ آپ نے اس بات پر از حد تاسف کا اظہار کیا کہ دار السلطنت لندن جیسے عظیم الشان مرکزی مقام پر اس کے شایان شان کوئی اسلامی عبادت گاہ نہیں۔ پھر لارڈ موصوف نے ایک مخلصانہ دعا کے ساتھ

اس جلسہ کو ختم فرمایا۔ جس کے بعد حاضرین جلسہ کی چاء سے تواضع کی گئی۔
اور اس طرح سے اس کامیاب و قابل یادگار جلسہ کا اختتام ہوا +
اس تمام چہل پہل و رونق کا سہرا جناب مسٹر حبیب اللہ لوگرو
دبیر برٹش مسلم سوسائٹی کے سر پر ہے۔ جن کی بے لوث مساعی جمیلہ کا
یہ سب کچھ نتیجہ ہے۔ اس جگہ پر جناب مسٹر اے۔ اے قدوائی صاحب کی
ذات کا تذکرہ بھی بے محل نہ ہوگا۔ جنہوں نے حضرت نبی کریم صلعم کی
مدح میں ایک اُردو قصیدہ سنا کر سامعین کو محظوظ فرمایا" +

اقتباس از احادیث نبوی

علم

(۱) علم کا دلدادہ غیرفانی ہے (۲) علماء کی باتیں سُننا اور ان پُرحکمت باتوں کو عوام تک
پہنچانا مذہبی مجاہدات سے بڑھ کر ہے (۳) حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے
کہ جو علماء کی عزت کرتا ہے وہ گویا میری عزت کرتا ہے (۴) عالم کی سیاہی شہید کے
خون سے زیادہ متبرک ہے (۵) جو حصول علم کی خاطر وطن چھوڑتا ہے۔ وہ اللہ کی راہ
میں چلتا ہے (۶) طلب علم ہر مسلم و مسلمہ پر فرض اولین ہے (۷) علم حاصل کرو
کیونکہ عالم نیک و بد کی تمیز کرسکتا ہے۔ علم سے بہشت کی راہ آسان ہوجاتی ہے
علم جنگل میں دوست تنہائی کا ساتھی ہے۔ بے بسی و بیکسی میں ڈھارس
بندھانیوالا عسر میں رہنمائی کرنیوالا۔ اور یسر میں ہمت دلانیوالا ہے علم دوستوں میں
زیور اور دشمن کے مقابل ایک زبردست اسلحہ کا کام دیتا ہے (۸) علم کو حاصل
کرو خواہ اس کے حصول کے لئے دُور دراز سفر کرکے چین تک ہی
کیوں نہ جانا پڑے +

اشاعت اسلام! مسلمانوں کو ان بیش بہا نصائح پر عمل کرنا چاہئے +

ایک مذہب کا دوسرے کے ساتھ طرز عمل

(از قلم مولوی عبد المجید صاحب ایم۔ اے بی۔ ٹی قائمقام امام مسجد شاہجہان ووکنگ)

یہ کہا جاتا ہے۔ کہ وہ خصوصیت جو انسان کی مُتمدن زندگی کو حیوانات سے ممیز کرتی ہے۔ وہ مذہب ہے۔ جس کا پتہ بہت ہی قدیم زمانے سے چل سکتا ہے ابتدائے آفرینش سے مختلف مذاہب صفحۂ دنیا پر آئے۔ اور انسان کے اخلاق کو سدھارنے اور اس کے بہتر بنانے میں ہر ایک نے اپنے مخصوص طریقہ کار پر عمل کیا اور اس طرح ہر ایک مذہب نے بنی نوع انسان پر اپنا نقش باقی رکھا ہے۔ انہیں سے بہت سے تو صفحۂ ہستی سے ایسے فنا ہو گئے ہیں۔ کہ کسی کا نشان تک بھی باقی نہیں رہا۔ لیکن بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے ابتداء ہی میں ایسی محیر کن سُرعت سے ترقی کی ہے۔ کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اُن کے حلقۂ اعتقاد میں لاکھوں انسان داخل ہو گئے +

اب اس سوال کا جواب کہ یہ مذاہب آخر آئے ہی کیوں یُوں دیا جا سکتا ہے کہ وہ اس سوسائٹی اور زمانے کی ضروریات مخصوصہ کو رفع کرنے کے لئے آئے جس کیلئے اور جس میں وہ بھیجے گئے تھے۔ اُن مذاہب نے ہمیشہ ایسی سوسائٹی میں نئے فرقے۔ نئے مذہبی خیال اور اخلاق کے نئے قواعد کو ترویج دیا۔ یہ قواعد بلاشبہ حالات سابقہ کے لحاظ سے تو عین اصلاح اور واقعات موجودہ کے بالکل مُطابق تھے لیکن ایک خصوصیت اور بھی ہے۔ جو اسلام کے پہلے کے جملہ مذاہب میں مشترک ہے۔ اور ایسی نمایاں ہے۔ کہ ایک سطحی نظر سے بھی پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ ایسے شخص کا تو کیا ہی ذکر جس نے مذاہب کا مقابلتہً مطالعہ کیا ہو۔ کیونکہ یہ سرخ دھاگے کی طرح ان کی تاریخ کے تار و پود میں سے ہو کر گذرتا ہے۔ یہ مذاہب صحیح یا غلط طور پر اس بات کی تعلیم دیتے تھے۔ کہ صرف ان کا مذہب ہی سچے رستہ پر

ہے۔ اور دوسرا ہر ایک مذہب بالآخر ضرور جھوٹا ہو جاتا ہے۔ اُن کا قول تھا کہ صرف ان کے متبعین ہی جاودانی فرحت بخش نجات حاصل کرسکتے تھے۔ اور دوسروں کے لئے وہ جہنم دوامی کا فتوے لگاتے تھے۔ ہم اس خیال کا چاہے مذاق ہی اُڑا دیں۔ لیکن حقیقت یہی ہے۔ کہ یہ سراسر تعصب تھا۔ اور یہ مذہبی کٹرپن ہمیں نہایت افسوس ہے۔ کہ اُن اشخاص میں نہایت شدید ہے۔ جو اپنے آپ کو مذہبی قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ ان بہت سی تکالیف۔ غموم اور مصائب کا جو بنی نوع انسان پر نازل ہو چکی ہیں۔ یہی پُورے طور پر ذمہ وار تھا۔ قرآن حکیم نے ان الفاظ میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ یہودی کہتے ہیں۔ کہ عیسائی صحیح رستہ پر نہیں ہیں۔ لیکن عیسائی اپنی جگہ یہ کہتے ہیں۔ کہ یہودی صحیح رستہ پر نہیں ہیں۔ اسی طرح وہ قرآن حکیم کی ایک دوسری آیت کی جو یہی صداقت کے اظہار پر مُہر ثبت کرتے ہیں۔ جس کی یُوں تعبیر کیجاتی ہے۔ کہ ہر ایک شخص ان مسرتوں میں جو اُسے حاصل ہیں مست ہے۔ یہ آیت اس وقت بھی صادق آتی ہے۔ جب اس کا اطلاق مختلف نمایاں مذہبی طریقوں پر وسیع کیا جائے۔ تو اس صُورت میں ہر ایک شخص حیران ہوتا ہے کہ آیا ایک مذہب کا دوسرے کے ساتھ مخالفانہ طرز عمل کا اظہار تمام مذاہب کے لئے مُستلزم اور اُن کا ضروری جُزو ہے۔ یا نہیں۔ مزید برآں ہر ایک شخص مُتعجب ہوتا ہے۔ کہ آیا مذہبی عداوتیں ہی اس شدید تعصبانہ خیال کا نتیجہ ہیں۔ جو اس سے حاصل ہوتی ہیں یا نہیں۔ اور آیا صرف یہی مذاہب مختلف مذہبی فرقوں کے مُتبعین کی رُوحانی اُفق کو تنگ کرنے کے ذمہ دار گردانے جانے چاہئیں یا نہیں۔ اس خوش کُن اور فریب دہ خیال کی تہ میں جو بلاشُبہ تحقیر آمیز ہے۔ اس مخصُوص طرز عمل کا دارومدار ہے +

اسلام کے مُطالعہ کی انگریزوں کو ضرورت

مارشل فوچ نے حال ہی میں کہا ہے" ایک دوسرے کے خیالات کو سمجھنا ہی کلید زندگانی ہے

اہل یوروپ جو اس تعصب کے زیر ہو کر جدو جہد کر رہے ہیں۔ جو ازمنۂ وسطیٰ سے
کم و بیش ان کے ورثہ میں آیا ہے۔ یقین رکھتے ہیں۔ کہ اسلام حقیقتاً ایک
جنگجو مذہب ہے۔ اور جہاں کہیں بھی اس کا تسلّط ہوا ہے۔ یہ تعلیمی ترقی میں
حارج ہوا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے اگر وہ دنیا کی مادّی۔ روحانی یا تمدّنی
ترقی کو وسعت دینے میں کسی قسم کی مدد دینے کے خواہشمند ہوں تو میں عرض کرونگا
کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو قابل مطالعہ ہے۔ نہ صرف اسی لئے
کہ تیس کروڑ نفوس اس کے زیر نگیں ہیں۔ بلکہ اس لئے بھی کہ وہ مختلف
طریقوں سے دنیا کے سنوارنے کی جانب توجّہ کرتا ہے۔ اور اگر سلطنت
برطانیہ آیندہ دنیا کے ساتھ اپنا تعلق قائم کرنے کی کوشش کرتی ہے تو اُن کو
معلوم ہونا چاہئے۔ کہ مذہب اسلام کس لئے ہے۔ اس کا کیا مفہوم ہے۔
بیشک اسلام کی موجودگی کا لحاظ اور قدر کرنا چاہئے۔ یہ کہنا بالکل بے محل
نہ ہو گا۔ کہ جزائر انگلشیہ کے شہری لوگوں کا فرض اور بھی ضروری اور نزدیک
ہوتا جاتا ہے۔ کیونکہ اُن کی قسمت رعایا ہونے کے تعلّق کی وجہ سے لکھو کھا
مسلمانوں کے ساتھ وابستہ ہے۔ بالآخر یہ ہر اس شخص کا جو حکومت برطانیہ
کی بہتری چاہتا ہے۔ اخلاقی فرض ہے۔ کہ وہ تعصّب سے خالی الذہن ہو کر
اسلام کی تعلیمات کا مطالعہ کرے۔ میں محسوس کرتا ہوں۔ کہ ایسا کام شدید
رکاوٹوں سے معمور ہے۔ کیونکہ ہر ایک شخص کو ذہنی تعصّبات کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے
جس کا دور کرنا کسی طرح بھی آسان نہیں۔ عادت جو ایک دفعہ پڑ جائے۔ اسکے
خود بخود زائل ہونے کے لئے ایک عرصہ درکار ہے۔ مزید برآں یہ فطرت انسانی
کی بیہودہ پریشانیوں میں سے ہے۔ کہ کسی مدّعا کی نامعقولیت کو محسوس کرنے کے
بعد بھی اس پر سختی سے اڑ بیٹھتی ہے۔ اور اس کے منقطع کرنے کے لئے کسی شوق
یا خواہش کو ظاہر نہیں کرتی +

بہت دفعہ مجھے اسبات کا خیال آیا ہے۔ کہ انگریز معاملہ کی اہمیّت کو شاید

محسوس ہی نہیں کرتے ہیں۔ اور کس طرح اسلام اور محمّد (صلعم) سے ان کی غفلت کی تشریح کی جاسکے۔ سلطنت انگلشیہ کی قسمت لاکھوں مسلمانوں سے جو اس کے زیر حکومت ہیں وابستہ ہے۔ اور اگر اس بڑے مذہب اسلام کی قدر و منزلت کے اعتراف کرنے کی بروقت کوشش نہ کی گئی۔ تو اس کے نتائج بیشمار ہونگے۔ اور لفظوں میں اس کے اندازے کی کوشش کرنا یقیناً بیہودگی ہوگا۔ یہ مناسب وقت تھا۔ جب اُن نامعقول خیالات کی تردید کی گئی تھی۔ کہ اسلام طاقت اور تلوار کے ذریعہ پھیلا ہے۔ کہ اسلام عورتوں کو کوئی امتیاز نہیں دیتا ہے۔ کہ اسلامی بہشت کا تصوّر فطرت انسانی کے بدترین اصُولات پر مبنی ہے۔ وغیر ذالک۔ اور اُن کی جگہ اسلام کے غیر جانبدارانہ مُطالعہ سے حاصل کی۔ یہ خیال یُورپ کے لئے فائدہ بخش نہیں ہوسکتا۔ نہ ہی یہ کسی قوم کے لئے سُودمند ہُوا ہے۔ کہ کسی غیر محدُود عرصہ کے لئے ایک بڑی قوم کو بُری طرح سے پیش کیا جائے۔ ہر ایک چیز کے لئے اپنی حدُود ہوتی ہیں +

عیسائی مشنریوں کو جن کے شانوں پر ان غلط فہمیوں کی اشاعت اور ان کی مُداومت کی بڑی ذمّہ داری ہے۔ ایسے طریقوں کو بند کردینا چاہیئے اسلامی دُنیا کے بدلتے رہنے نے جس میں عیسائی مشنری اپنی انجیل کے لئے دروازوں کو کھلا ہُوا اور باڑوں کو شکستہ دیکھ کر خوش ہونگے۔ ہزاروں طریقوں سے نہایت سطحی نظر پر بھی یہ صاف ظاہر کردیا ہے۔ کہ مشنریوں کے لئے یہ نہایت ہی مناسب ہوگا۔ کہ وہ ہمیشہ کے لئے اسلام کو غلط طور پر پیش کرنا بند کردیں۔ کیونکہ اسلام زندہ ہے۔ لیکن نہایت ہی افسوس ہے۔ کہ وقت کے یہ نشانات اور بدشگونیاں کلیسیاء کے نہایت ہی ذمّہ وار ہستیوں پر بھی آشکارا نہیں ہیں۔ لیکن وہ بھی بالآخر اس بڑے مذہب اسلام کی صداقت کو بُری طرح سے بدلنے کی رسوائی کے ضرور متّہم ہوتے ہیں۔ اسکے متعلق لارڈ ہیڈ کی تازہ تصنیف موسومہ "رشتۂ مابین اسلام اور کلیسیاء یسُوع مسیح"

(Affinity between Islam and the Original church of Jesus Christ)
کے "باب اسلام اور جہاد" کا مطالعہ نہایت مفید ہوگا - لارڈ ہیڈلے مس سابرج
مصنفہ کتاب (A Vision of Womanhood) کا حوالہ دیتے ہیں جس کے بعض
حصے نبی کریم محمدؐ (صلعم) اور اسلام پر نہایت ہی دل آزارانہ اتہامات سے
معمور ہیں - لیکن حیرانی کی کوئی حد نہیں رہتی - جب ایک شخص اسی کتاب کے
دیباچہ میں لندن کے اُسقف کی تحریر پڑھتا ہے - جو اس نے اس شر انگیز
کتاب کی تعریف میں انگریزی قوم اور کلیسیاء کے غور وخوض کے لئے لکھی ہے
فارسی کا ایک شعر ہے جو اس طرح ہے ؎

گر ہمیں مکتب است ہمیں مُلّا کار طفلاں تمام خواہد شد

اسلام کا طرز عمل دوسرے مذاہب کے ساتھ

لیکن ان تمام کے موازنے کی خاطر آؤ ہم قرآن حکیم کی طرف رجوع کریں - کہ
اس معاملہ کے متعلق وہ کیا حکم دیتا ہے - ہم قرآن شریف میں پڑھتے ہیں -
"لیکن جو شخص اللہ کی رضاء کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہے - اور اس پر ایمان رکھتا ہے
اس کا اجر اسکو اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے - اور پھر یوں فرماتا ہے" جو کوئی تھوڑی سی نیکی یعنے رائی
کے دانہ کے برابر بھی کرتا ہے - اس کا اجر اللہ تعالیٰ سے اس کو ملتا ہے - اور جو
کوئی رائی کے دانہ کے برابر بھی بُرائی کرتا ہے - اس کی جزاء بھی اس کو اللہ تعالیٰ
سے ملتی ہے" +

یہ اس قسم کی آیات کی بیّن اور واضح تفسیر ہے - جو ہمکو محمد (صلعم) کی
تاریخی شخصیت میں غیر مسلم اقوام کے ساتھ اور خاص کران کے ساتھ جو اسلام
کے تحت زندگی بسر کرتے تھے نظر آتی ہے - اپنے بیان کی تشریح کیلئے
میں نجران کے عیسائیوں کے اس وفد کا حوالہ دیتا ہوں - جو ۶۳۱ء میں
نبی کریم محمد (صلعم) کی خدمت میں حاضر ہوا تھا - نجران مدینے کے جنوب کی سمت
ایک وسیع علاقہ ہے - اس علاقے میں ایک عظیم الشان گرجا تھا - جس کی شان

اور منزلت کے ساتھ تمام عرب میں کوئی بھی عیسائی معاید لگا نہ کھا سکتا تھا۔ انکے سردار مسمی عبدالمسیح اور عبدالحارث نے جن کے القاب سید اور عاقب تھے۔ محمد (صلعم) کے ساتھ مذہبی مباحثہ کرنے کے لئے مدینے کا سفر اختیار کیا۔ ساٹھ منتخب اشخاص ان کے ہمراہ تھے۔ جو کلیسیا ئے رومن کیتھلک کے ممبر تھے۔ اس وفد کو مسجد نبوی میں ٹھیرایا گیا۔ اور جب ان کی عبادت کا وقت آیا۔ تو ان کو ان کے دینی رسُوم کے مطابق مسجد میں ہی عبادت کرنے کی اجازت دی گئی۔ ان لوگوں نے رُو بمشرق ہو کر اپنی نماز ادا کی۔ رواداری کا یہ عملی نمونہ جو محمد (صلعم) نے باوجود اپنے اصحاب کی ناپسندیدگی کے پیش کیا۔ اس فراخ دلی کو بحدِ کمال نمایاں کرتا ہے جس سے بڑھ کر کسی دوسرے مذہب کے افراد کے ساتھ رواداری ممکن نہیں ہو سکتی۔ یہ واضح طور پر سمجھ لینا چاہئے۔ کہ یہ واقع آج سے ۱۳۰۰ سال پہلے کا ہے۔ وہ اپنے مذہب بدلنے کے لئے مجبُور نہیں کئے گئے تھے۔ انہوں نے ایک مقررہ رقم بطور جزیہ ادا کرنے کا معاہدہ کیا تھا۔ اور انھیں ایک سند دی گئی تھی۔ جو ایک دلچسپ مضمون ہے:-

"نجران اور دیگر علاقہ جات ملحقہ کے عیسائیوں کے لئے اللہ کی امان اور اسکے رسُول کی کفالت۔ ان کی جانوں۔ اُن کے مذہب اور ان کے مال نیز حاضروں اور غیر حاضروں اور اس کے علاوہ دوسروں کے لئے بھی وسیع کی جاتی ہے۔ انکے مذہب اور رسُوم میں کوئی مداخلت نہیں کی جائیگی۔ اُن کے حقوق اور مراعات میں کوئی تبدیلی نہ ہو گی۔ کوئی اُسقف۔ راہب یا پادری اپنے اپنے منصب سے علیحدہ نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ ہر چھوٹی بڑی شئے سے پہلے کی طرح متمتع ہوتے رہینگے۔ کوئی صلیب یا بُت مسمار نہیں کیا جائیگا۔ نہ وہ کسی پر زبردستی کریں۔ نہ ان پر زبردستی کی جائیگی۔ جہالت کے زمانے کی طرح قصاص لینے کا اُنھیں کوئی حق حاصل نہ ہو گا۔ ان سے دسواں حصہ وصُول نہیں کیا جائیگا۔ انھیں فوج کی خوراک مُہیا کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا جائیگا"۔

گسٹیو ڈرک اپنی کتاب (Bie Kultur Arbet des und iht Einfluss and Europe) میں لکھتے ہیں۔ ایسا اتفاق بھی ہوا ہے۔ کہ انھیں عیسائی کلیساؤں میں مسلم اور عیسائی عبادات کی جاتی تھیں۔ یہ حقیقت ہے۔ کہ یروشلم کے کلیساؤں کو مسلمانوں اور عیسائیوں نے ایک عرصہ تک استعمال کیا۔ یہ اسی بات کا ایک نہایت ہی زبردست ثبوت ہے جو مسلم رواداری کیلئے پیش کیا جا سکے۔ اور اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ جب اس کا اِس زمانے کے کلیسیاء کی انانیت اور غیر رواداری کے ساتھ مقابلہ کیا جائے۔ اسی طریق کی مسلمانان سپین بھی تقلید کرتے تھے یہ ایک مشہور بات ہے۔ جس کی مثالیں موجودہ تاریخ میں کم ہی ملیں گی۔ کہ فتح مصر کے بعد حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) خلیفہ نے اس جائداد کو جو عیسائی گرجاؤں کے نام وقف تھی۔ باحتیاط بحال رکھا۔ اور جو رقم پادریوں کی امداد کے لئے سابقہ سلطنت نے مقرر کی تھی۔ اس کو جاری رکھا +

ان حالات کی موجودگی میں جو بذاتہٖ قرآن شریف کی ایک آیت کا عملی مطلب ہیں۔ جو اس طرح ہے "دین میں کوئی اکراہ نہیں ہے"۔ چند مُتنا خر شارحان اسلام کی چند ایک تنگ خیالیوں کا اظہار کرنا غیر مناسب ہوگا۔ ان واقعات کی روشنی میں اس نتیجہ پر پہنچنا یقیناً کسی گندہ دماغ کا ہی کام ہے۔ کہ اسلام اور اس کی موجودگی دنیاوی ترقی کے لئے قائم مند نہیں ہو سکتی۔ یا یہ کہ اسلام دنیا کے امن کے لئے ایک مستقل خطرہ ہے۔ اسلام اپنے متبعین کو دوسرے مذاہب کے پیروان سے باامن تعلقات رکھنے کی تلقین کرتا ہے۔ رواداری کے اس اصول کی تصدیق اور اس پر فراخ دلی سے عمل قرآن حکیم کے ان الفاظ سے ہوتی ہے "اللہ کے راستے کی طرف لوگوں کو دانائی اور حکمت سے بلاؤ۔ اور ان کے ساتھ احسن طریق سے مباحثہ کرو"۔ یہ اصول جو وعظ اور مذہبی مبحث کے لئے ۱۳ سو سال ہوئے نبی کریم (صلعم) نے مقرر کئے تھے۔ سال ۱۹۲۷ء کے ان نہایت ہی عقلمند اور ترقی یافتہ لوگوں کے لئے

اب بھی قابل عمل ہیں۔ جن کی مخالفت کا سوائے عیب جوئی کے اور کوئی مدعا نہیں۔ اور جن کے وعظ کی غرض سوائے دوسروں کے پریشان کرنے کے اور کچھ نہیں ہوتی۔ نبی کریم محمد (صلعم) کی اور بھی وسعت قلبی ظاہر ہوتی ہے۔ جب یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا۔ جب مسلمان نہایت سختی سے پریشان کیے جاتے تھے اور ان کے لئے بھی سختی سے پیش آنے کا کافی عذر و سبب ہو سکتا تھا +

یہ بات صرف ایسی ہی آیات کا نتیجہ ہے۔ کہ اسلام نے دوسروں کو ملامت کرنے کے بیہودہ خیال کو ناجائز قرار دیا ہے۔ جیسا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی عادت تھی۔ یہودی اور عیسائی بڑے دعوے سے یہ کہا کرتے تھے۔ کہ باقی تمام کے علاوہ ہم ہی ہیں جو اس کے مقربین ہیں۔ اسلام نے ایسی تنگ خیالیوں کے بطلان کی قلعی کھول دی۔ اور بنی نوع انسان کے لئے انھیں باعث تحقیر ظاہر کیا۔ کیونکہ وہ نفرت اور حقارت کی تخم ریزی کیلئے زرخیز قطعہ مہیا کرتے ہیں۔ اسلام نے ظاہر کیا۔ کہ ہر ایک شخص نیکی اور بدی کا اجر جو وہ کرتا ہے۔ اپنے اللہ سے پائیگا۔ خواہ وہ کتنی ہی کم اور ناقابل التفات کیوں نہ ہو۔ اسلام کسی خاص حقوق کو تسلیم نہیں کرتا جس کی اصل صرف قوم۔ تقدم۔ نسل یا کسی خاص مذہب سے تعلق رکھنے سے ہو۔ اسلام ہمیں حصول جنت کا وعدہ صرف اس لئے نہیں دیتا۔ کہ ہم اسلام کے ماننے والے ہیں یا کسی ایسے آسان طریقوں پر جیسے یہودی یا عیسائی ہو کر حاصل کر سکتے ہیں۔ نیکی کرنا صرف ضروری شرط ہے۔ اسلام ہر ایک کو پوری آزادی دیتا ہے۔ کوئی دین اختیار کرو۔ لیکن نیکی کرو۔ اللہ کی مقررہ حدود اور اپنے ہمسائیوں اور قرابت داروں کے حقوق کی نگہداشت کرو۔ یہ ان سوالات کے جوابات میں سے ایک تھا۔ جو نبی کریم (صلعم) کو کیے گئے تھے۔ کہ اسلام کیا ہے۔ اللہ نے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے علیحدہ علیحدہ دستور مقرر نہیں کئے ہیں۔ جیسا کہ ہمیں قرآن شریف بتاتا ہے۔ کہ مذہب کو مان لینا ہی صرف معیار فلاح نہیں ہے۔ بلکہ اخلاق ہیں۔ دوسرا کون امتحان زیادہ موثر ہو سکیگا۔ جب انسان کی ترقی کا منتہاء عالمگیر اخوت ہو؟ وہ معتقدات

جو نوع انسان کو جدا جدا کر دیں۔ اور عقل انسانی کو تباہ کر دیں۔ مذاہب باطلہ ہیں۔ محمد (صلعم) نے وسیع الخیال مذہب کی تبلیغ کی +

رواداری کا خیال اسلام سے پہلے معدوم تھا

مذہبی معاملات میں رواداری کا خیال ہم میں سے بعض کو جو بیسویں صدی میں موجود ہیں۔ مقتضیات وقت میں سے معلوم ہوتا ہے۔ اور دوسروں کو اس تعلیمی زمانے کی ایک خاص تحصیل نظر آتی ہے۔ لیکن جنہوں نے اس دنیا کی مہذب تاریخ کا مطالعہ کیا ہے۔ انھیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ اس کے زبردست اصول محمد (صلعم) کی تعلیمات پر ہیں۔ محمد (صلعم) کی بعثت سے پہلے دنیا کی تاریخ میں رواداری کا نشان تک مشکل سے ملتا ہے۔ لیکن ہم دور کیوں جائیں۔ ستارھویں اور اٹھارھویں صدی میں (Holy Inquisition) کمیٹی تحقیقات فکر یورپ کے دماغ کو کھلا اور ہر ممکن طریق سے اسکی عقل کو معطل کر رہا تھا۔ یوروپین ممالک کی بہت سی تاریخیں دیانتدار اور بیگناہ انسانوں کے خون سے آلودہ نظر آتی ہیں۔ جو صرف اس بناء پر قتل کئے گئے۔ سولی چڑھائے گئے۔ اور چتاؤں میں زندہ جلائے گئے۔ کہ انکے خیالات اس زمانے کے تسلیم شدہ نظریئے سے متضاد تھے۔ اگر اسلام ایسا ہی متعصب اور وحشی ہوتا اور اس کی موجودگی ترقی تہذیب کے لئے مضر اور مہلک ہوتی۔ جیسا کہ یورپ میں اس کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ تو یہ کہنا مبالغہ آمیز نہ ہوتا کہ ہم بیسویں صدی والے اپنے بزرگوں کی نسبت عقل میں بہتر حالت میں نہ ہوتے +

مجھے اس مذہبی جوش تعصب اور مضر اثر کا نقشہ پیش کرنے دو جو مسلمانوں کی تاریخ کے اوراق سے نہیں بلکہ عیسائی پادریت کی کہانی کے اوراق سے اخذ کیا گیا ہے +

نیوٹن اور آرچیمیڈس کے درمیان تقریباً ۲ ہزار سال کا عرصہ گزرا ہے۔ او

کیپلر اور ہیپرچس کے درمیان قریباً ۱۷ سو سال کا ۔ قریباً دو سو صدیوں کا نامعلوم وقفہ ہیرو کے درمیان حائل ہے ۔ جس کا پہلا سٹیم انجن جیمز ورٹ سے سارا بین کو روانہ ہوا ۔ جس نے کاروباری دُنیا میں انقلاب پیدا کیا ۔ یہ عمر بھر کی تاخیر تمام دنیا کو برداشت کرنا پڑی ۔ کیونکہ کلیسیاء کے پادریوں نے فلسفہ کے سکولوں کو بند کر دیا تھا ۔ کتب خانوں کو منتشر یا برباد کر دیا تھا ۔ اور یا تعلیم کو جادو ظاہر کر کے بدنام کر دیا تھا ۔ یا اس کو بغاوت ظاہر کر کے سزا دیجاتی تھی ۔ اسی طریق سے دنیا کی رفتار ترقی کی شاہراہ پر روک دی گئی یا سست کر دی گئی تھی ۔ تاکہ ضروری رُکاوٹ اور مراجعت شروع ہو ۔ اسے کاش کہ وہ جو مسلمانوں پر پتھر برسانے کے لئے ہر وقت مستعد ہیں کبھی اپنے گھر کی حالت بھی محسوس کرتے جہیں وہ خود قیام رکھتے ہیں ۔ اگر مسلم رواداری یونان اور رُوم کے بیش قیمت خزائن کی حفاظت نہ کرتی ۔ وہ خزائن جو علم ادب علم موسیقی ۔ فن عمارت اور علم صنّاعی پر مشتمل تھے ۔ اور جو ان کے دل و دماغ کا نتیجہ تھے مختصراً یہ کہ ایک چیز جو کسی قوم کی تہذیب کا نمونہ ہو سکتی ہے ۔ اور جس کے قبضہ میں آنے سے ہمیں ناز ہے ۔ تو وہ تمام ہمیشہ کے لئے فنا ہو جاتے ۔ اور جن کا واپس آنا مشکل تھا +

اسی ضمن میں مجھے ایک دو الفاظ ان کوششوں کے متعلّق کہنے کی اجازت دی جائے ۔ جو دُنیا کے اس ادبی خزائن کو بچانے کے لئے عرب کے اس مصلح اعظم کے متبعین نے جنہیں وحشی کہا جاتا ہے کی تھیں ۔ خلفاء راشدین نے اپنی بساط بھر ہر ممکن ذریعہ ان بیش قیمت یونانی تصانیف کے حاصل کرنے اور مطالعہ کے ذرائع کو ترقی دینے میں صرف کیا +

ان مسوّدات کا عام طور پر سُریانی زبان میں ترجمہ کیا گیا ۔ اور پھر عربی میں ہمبولٹ اپنی کتاب کاسمس میں لکھتا ہے ۔ کہ یہ مامون تھا جس نے

سب سے پہلے یونانی مسودات کا براہ راست عربی زبان میں ترجمہ کرایا۔ کیونکہ دوسری بار کا ترجمہ اکثر جگہ اصل مطلب اور الفاظ کے ضائع ہونے اور غلط مفہوم کا ذمہ وار ہوتا ہے۔ یہ ماموں کی نہایت ہی احتیاط تھی کہ بہت سا حصہ بچ گیا۔ جو اگر مسلمان کوشش نہ کرتے تو ہمیشہ کے لئے ہم سے ضائع ہو جاتا بطلیموس۔ اقلیدس۔ آرچیمیڈس۔ ڈیا فنٹس کے تراجم کئے گئے تھے! اور ان پر شرحیں لکھی گئیں۔ اور ان کے نظریئے کو ترقی دیگئی۔ مثال کے طور پر انکے بنیادی اصول تبدیل کئے گئے۔ اور اُن کو آسان کیا گیا۔ جیسا کہ علم المثلث میں ہوا ہے۔ اپولونیس آف پرگہ کو تراش مخروطی (Conic sections) کے باعث، جس کا عربی میں ترجمہ کیا گیا تھا ہم جانتے ہیں۔ اصل نسخہ ہم سے ضائع ہو چکا ہے۔ کاب اپنی کتاب موسومہ کلچر گیسچسٹ (culture geschichte) کے حصہ دوئم صفحہ ۱۲۶ پر لکھتا ہے۔ کہ ماموں نے تھیوفیلس شہنشاہ قسطنطنیہ کے ساتھ صنعتی خزائن۔ کتب اہل حرفہ اور عالم لوگوں کے تبادلہ کے لئے خط و کتابت شروع کی تھی۔ بیزنٹائن کے خلاف فتحمندانہ لڑائی کے بعد ماموں اس شرط پر مفتوحہ ممالک واپس دینے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ کہ شہنشاہ میکائیل سوئم اس کے لئے موجودہ تصانیف سائنس سے ترجمے کرانے کی ممکن صورت کر دے +

اب ہمارے بہت سے اصحاب کے دل میں قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیوں اس قدر عرصہ گذر جانے کے بعد لوگوں نے مختلف طور پر مسلمانوں کی تصانیف کا اعتراف کیا ہے۔ اور ان کے کام کو قابل تحسین خیال کیا ہے۔ اس کا باعث زیادہ قابل تجسس نہیں ہے۔ یہ اس ناقابل فراموش نفرت میں مضمر ہے اور تھا۔ جو عیسائیوں کو مسلمانوں سے ابتدا سے ہے۔ یہی باعث تھا۔ کہ مسلمانوں کے اثر کو جہانتک ممکن تھا۔ زائل کرنے کی اور اُن کو اس انعام سے جو بنی نوع انسان کی خدمات

کے صلہ میں ان کا حق تھا۔ محروم رکھنے کی مسلسل کوشش جاری ہی۔ یہ وقت اس وحشی طرز عمل پر کما حقہٗ بحث کرنے کا نہیں ہے۔ جو عیسائی کلیسیا نے اپنی ابتدا ہی سے رومن۔ یونانی الحاد کے ساتھ روا رکھا تھا۔ میں نے یہ ظاہر کیا ہے کہ یورپ کے صاحب فراست اس لحاظ سے اس وقت اپنے آپ کو بالاتر خیال کرتے ہیں۔ کہ وہ عام طور پر روادار ہیں۔ اور انھوں نے مذہبی تعصب سے پاک رہنے کی صفت حاصل کر لی ہی۔ لیکن کیا یہ بات قابل افسوس نہیں ہے کہ انھوں نے ہنوز یہ بھی محسوس نہیں کیا۔ کہ ان کا یہ فخر مستعار ہے۔ کیونکہ محمد (صلعم) سب سے پہلے بڑے عقل کو آزاد کرنے والے تھے +

دُنیا کے تمام پیغمبروں پر ایمان اور اس پر عمل

دوسری بات جو دیگر مذاہب کے ساتھ اسلام کے طرز عمل کا تصفیہ کرتی ہے وہ اس کا دنیا کے تمام پیغمبروں پر بلا لحاظ زمانہ۔ ملک۔ قوم اور رنگ ایمان رکھنے کی تاکید کرتا ہے۔ ہر مسلمان قرآن شریف میں پڑھتا ہے "ہر قوم کے لئے ہادی ہے" اور پھر دوسری جگہ سورۂ رعد آیت ۱۷ میں آتا ہے۔ "ہم نے ہر ایک قوم کے لئے نذیر بھیجا ہے" +

یہ دوستی اور امن کی طرف مزید عملی صورت اختیار کی گئی ہی۔ تاکہ عالمگیر اتحاد آسان ہو جائے۔ یہ اس لئے بتایا گیا تھا۔ کہ نبی کریم (صلعم) جانتے تھے۔ کہ نیک لوگوں کا احترام جو نیک عمل کرتے ہیں دوستی کی صحیح بنیاد ہے مسلمان دنیا کے امن اور اتحاد کو قائم رکھنے کے لئے ہمیشہ ایک زبردست معاون رہا ہے۔ کیونکہ وہ کبھی اپنی زبان سے ہتک آمیز لفظ نہیں نکالتا یا ایسا لفظ جو تحقیر سے مشابہت رکھتا ہو۔ مسلمانوں نے ہمیشہ اس اصول کی پیروی کی ہے "زندہ رہو اور رہنے دو"۔ ان تعلقات سے اس بات کی کافی طور پر تائید ہو چکی ہی۔ جو مختلف مسلم ممالک میں مسلمان اور غیر مسلم رعایا کے مابین موجود ہیں۔ فلسطین کی حالت سامنے ہے مسلم مغل شہنشاہان ہند

کے ماتحت غیر مسلموں کی دوسری مثال بھی موجود ہے۔ اگر اس سلوک کا مقابلہ جو مسلم ممالک میں غیر مسلموں کے ساتھ کیا جاتا۔ ان غیر عیسائیوں سے کیا جائے۔ جو موجود یوروپین سلطنتوں کے ماتحت ہیں۔ تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ انسانیت اور فیاضی کا پلڑا عام طور پر اسلام کے حق میں بھاری رہتا ہے۔ دہلی کے مغل شہنشاہوں کے ماتحت ہندو فوجوں کے سپہ سالار تھے۔ اور صوبوں کا انتظام کرتے تھے۔ اور شاہی کونسل میں بیٹھتے تھے۔ موجودہ زمانے میں بھی کیا یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ یوروپ کی سلطنتوں میں جو مخلوط اقوام اور مذاہب پر حکمرانی کرتی ہیں۔ مذہب رنگ اور قوم کی کوئی تمیز نہیں ہے۔ ہندوستان میں لو۔ تمام اعلیٰ عہدے برابر انگریزوں سے پُر کئے جاتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ وہ مساوات کیا ہوئی جس پر اتنا ناز کیا جاتا ہے۔ ہندوستانی ذمہ دار عہدوں سے صرف رنگ کی یا دیگر فضول بہانے کی بناء پر محروم کئے گئے ہیں۔ یہ بات بیسویں صدی میں بھی خود ساختہ علمبرداران مساوات اور صداقت و دیگر اعلیٰ صفات سے ظہور میں آ رہی ہے +

مسیحی دوستوں سے ایک بات

ہم مسلمان (میرا تخاطب مسیحی دوستوں سے ہے) ان سے کوئی چیز طلب نہیں کرتے۔ لیکن یہ کہ ان کو اس عربی مصلح اعظم کی بزرگی کا صحیح نقشہ کھینچنا چاہیئے۔ بہت عرصہ یورپ نے فضول خیالات اور غلط فہمیوں سے اپنی تربیت کی ہے۔ اور اب میں یہ تجویز کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ کہ ان کے رویہ میں تبدیلی انہیں کے لئے سُود مند ہو گی۔ دنیا نزدیک لائی جا رہی ہے۔ اور اس کے فاصلے کم ہو رہے ہیں۔ یہ تمام تبدیلیاں ہمارے خیالات میں نئی بات اور ان نہایت ہی اعلیٰ خوبیوں کی دوبارہ قدر و منزلت چاہتی ہیں۔ چاہیئے کہ ہمارے مسیحی دوست بھی اپنے عمل اور زبان سے محمد (صلعم) کا ویسا ہی احترام کریں جیسا کہ ہم حضرت یسوع مسیح (علیہ السلام) کا کرتے ہیں۔ ایسی تبدیلی بہت سے مناقشات

کا قلع قمع کردیگی - اوران اسباب کی جڑ اُکھاڑ پھینکیگی - جو غلط فہمی اور تکلیف کا باعث ہُوئے ہیں - اور ہورہے ہیں - دوستی اور امن کی ترویج کے لئے قرآن مفصلہ ذیل الفاظ میں یہودیوں اور عیسائیوں کو خصوصاً اور دوسروں کو عموماً جن کا غون حضرت علی (کرم اللہ وجہہٗ) بامداد نبی کریم (صلعم) کے زمان کے مطابق ویسا ہی قیمتی ہے - جیسے کہ مسلمان کا مخاطب کرتا ہے :-

اے اہل کتاب آؤ ہمارے تمہارے درمیان جو بات مشترک ہے - اسکو مان لیں کہ ہم سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہیں کرینگے - اور ہم کسی کو اس کا شریک نہیں بنائینگے - اور ہم میں سے بعض سوائے اللہ کے کسی دوسرے کو خدا نہیں بنائیں گے +

مسلمان کو عیسائی سے کوئی وجہ مخاصمت نہیں ہے - اور وہ یسوع مسیح (علیہ السلام) کی تعلیم کے مخالف نہیں ہے - کیونکہ اس کا ایمان ہے - کہ یسوع مسیح نبی نے بھی اسی دین کی تبلیغ کی تھی - جس کی محمد (صلعم) نے کی - یسوع مسیح کی تعلیمات میں کمی اور زیادتی کا باعث متعصب سینٹ پال کی مسیحیت ہے - جیسے ہم حضرت مسیح کے بزرگ نام کے پردے میں نہیں دیکھنا چاہتے - یہ تمام تکلیف اس بات سے پیدا ہوئی کہ حضرت مسیح کی تعلیمات ان کی وفات کے ۱۵۰ سال بعد تک معرض تحریر میں نہیں آئی تھیں - نیا عہد نامہ اصلی زبان میں موجود نہیں ہے - یعنے عبرانی میں - جو اصل میں حضرت مسیح کی مادری زبان تھی

الغزالی

از ایس - ایم رحمان بی - اے - ایل - ایل - بی

مورخین عموماً قوموں کے عروج کے متعلق افراد کی شخصیت پر ضرورت سے زیادہ اہمیت دینے کے خلاف ہیں - وہ کہتے ہیں - کہ ہمیں اپنی تمامتر توجہ ان پیچیدہ سیاسی اور تمدنی مسائل کی جانب مبذول کرنا چاہئے - جو قوموں کی ترقی اور انحطاط کا باعث ہوتے ہیں - یہ بات چاہے درست ہو لیکن اس حقیقت سے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا - کہ افراد ہی ہمیشہ قوم کی سیاسیات وخیالات میں تمام انقلابات و انکشافات کا باعث ہوتے ہیں وہ غیر معمولی عقل والے اور وہ پاک ہستیاں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وقتاً فوقتاً اپنے ملک کے لوگوں کی قسمت کو سنوارنے اور انکے قلوب میں قوت اور روح پھونکنے کے لئے مبعوث ہوتے ہیں - ہمیشہ وہی تاریخ کے تیار کرنیوالے ہوتے ہیں - صحیح مفہوم میں تاریخ کچھ نہیں - مگر ان کے خیالات کا جنھوں نے دنیا کو ایکدفعہ متحرک بنادیا اور ان کے متبعین کے اعمال کا جن کو ان سے معجزہ نما اثر ہؤا مجموعہ ہے - ایک نئے مذہب کی حال ہی میں ابتدا ہوئی ہے - جس کے دلائل ثابت کرتے ہیں - کہ تاریخ میں شخصی مساوات کی کچھ بھی حقیقت نہیں ہے - یہ خیال غلط ہے - کیا کوئی بھی اس ضروری خدمت سے انکار کرسکتا ہے - جو اپنے ہموطنوں کے خیالات میں انقلاب پیدا کرنے میں میزینی جیسے آدمیوں نے کی یا موجودہ ہندوستان میں راجہ رام موہن رائے سوامی وویکانند یا سر سید احمد خان نے کی +

امام غزالی خراسان کے مشہور شہر طوس میں ۴۵۰ھ میں پیدا ہوئے جو شیراز کی طرح مسلمان فلاسفروں اور علماء کی ایک بہت بڑی تعداد کا مشہور مولد

ہے۔ وہ ایک غریب مگر معزز گھرانے سے تھے۔ ان کا والد ریسمان فروش تھا اور اسی لئے ان کا لقب غزالی ہوگیا۔ مرتے وقت ان کے والد نے اپنے ایک دوست کو اس بات کی تاکید کی۔ کہ غزالی کو مکمل اور آزادانہ تعلیم دی جائے۔ اور اسلامی مسائل پر اس کو پوری پوری استقامت حاصل ہو۔ اس کی آخری آرزوئیں مذہبی طور پر پوری کی گئیں۔ اور ان کو احمد بن محمد ازرخانی جو شریعت اسلامی کا مشہور استاد تھا۔ اور امام ابونصر جو بڑا عارف تھا کی تربیت میں رکھا گیا +

ان دنوں موجودہ طریق کے لحاظ سے کوئی باقاعدہ سکول یا کالج نہ تھا مساجد لکچر روم ہوا کرتی تھیں۔ اور ان کے ملحقہ مکان ہوسٹل ہوتے تھے۔ قصبے کے چند نیک نفس اور پرہیزگار اشخاص ان مشتاق متلاشیان علم کے خورونوش کے اخراجات کے لئے تھوڑا تھوڑا ماہواری چندہ دیا کرتے تھے اس دلچسپ بات کے متعلق غور کرنا سبق آموز اور تعجب خیز ہے۔ کہ تعلیم کے اس پرانے طریق نے زمانہ حاضرہ کی نسبت مسلمان طلباء کی ایک بہت بڑی تعداد پیدا کی۔ اگر ہم بغداد کارڈووا کی بڑی یونیورسٹیوں کی ترتیب کا تجزیہ کریں۔ جو صدیوں تک مسلم علمی قابلیتوں کا زبردست مرکز رہی ہیں تو ہم یہ معلوم کر کے نہایت ہی متحیر ہونگے۔ کہ ان درسگاہوں نے جن کا نظام باقاعدگی کے لحاظ سے کچھ وقعت نہیں رکھتا بسرعت فضلاء کے گروہ پیدا کئے۔ جبکہ ہندوستانی یونیورسٹیوں نے تعلیم کے موسومہ احسن طریق سے ہوتے ہوئے ۲۵ سالوں میں بمشکل ایک بھی عالم پیش کیا ہو۔ اس میں ان متکبر تعلیمیافتہ حضرات کے خیال کرنے کے لئے کافی مصالحہ موجود ہے۔ جو سابقہ طریق کو برا کہنے اور اس کا مضحکہ اڑانے کو فخر سمجھتے ہیں +

اس پرانے طریق پر امام غزالی نے اپنے بہت سے ہموطنوں کی طرح اپنی تعلیم شروع کی۔ انہوں نے صرف پانچسال تک اپنی تعلیم کو جاری رکھا۔ خدا نے انھیں

ایسا قوی حافظہ عنایت کیا تھا۔ اور ایسا زود فہم بنایا تھا۔ کہ قلیل عرصہ میں انہوں نے وہ بہت کچھ حاصل کر لیا۔ جو قابل استاد ان کو بتا سکے۔ وہ علم کے چشمہ سے خوب سیر ہوئے۔ اور پھر روز افزوں تشنگیٔ علم کو بجھانے کے لئے وسیع علمی سمندروں کو جانے کی مخفی خواہش محسوس کرنے لگے۔ اس وقت صرف دو یونیورسٹیاں موجود تھیں (بغداد اور کارڈووا) جو تمام اسلامی دُنیا میں اپنے علماء کی وجہ سے مشہور تھیں۔ نیشا پور کی یونیورسٹی کے جو اُن دونوں میں بڑی تھی۔ صدر الصدور امام الحرمین تھے۔ جو اپنے وقت کے فاضل اجل تھے۔ دور دراز کے ممالک سے طلباء حصول تعلیم کیلئے ان کے گرد جمع ہوا کرتے تھے۔ علم کے اس مرکز پر جہاں استاد شاگرد یکساں طور پر بہی تعلیم کی فضا میں رہتے تھے۔ امام غزالی کو بھی جانے کیلئے کشش ہوئی۔ وہ جذبۂ شوق میں گھر سے روانہ ہوئے۔ اور اُمید اور ارادے سے بھرپور اس مشہور درسگاہ میں داخل ہوئے۔ اور غیر متزلزل اشتیاق سے ہم مکتبوں میں اعلیٰ درجہ حاصل کیا۔ یونیورسٹی کے قابل پرنسپل ان کی متحیر کن قابلیتوں کو ملاحظہ کرکے ان کے دلدادہ ہو گئے۔ اور اس طرح غزالی جلدی ہی اپنے اُستاد کے محبوب شاگرد ہو گئے۔ دو ہی سال کے اندر غزالی کو اپنے مُعزز اُستاد و رہنما کی بے وقت وفات سے ایک ناقابل تلافی نقصان برداشت کرنا پڑا۔ غزالی نے امام الحرمین کی حسرتناک وفات کے بعد فوراً ہی اس عظیم یونیورسٹی کو خیرباد کہہ دیا۔ اور اپنی اعلیٰ یادگار چھوڑتے ہوئے بغداد کو روانہ ہو گئے +

ملک شاہ تُرکی۔ بادشاہ بغداد اور اس کے ملحقہ علاقہ جات کا جو عباسیوں کی وراثت تھے۔ حاکم تھا۔ نظام الملک نے جو مشہور سیاستدان اور علم و ہنر کا حامی تھا۔ اور جس کا نام اسلامی تاریخ میں سُنہری حروف میں لکھا ہوا ہے۔ فوراً امام کو جس نے پہلے ہی کافی علمی شہرت حاصل کی ہوئی تھی۔ علم رُوحانی کے پروفیسر کے مُعزز اور قابل رشک عہدے پر مقرر کر دیا۔ تقرر کے فوراً ہی بعد ہم اُنھیں وہاں نہایت ہی ممتاز اور علم معانی اور فلسفہ اور الٰہیات پر پُر مغز سبق دیتے ہوئے دیکھتے ہیں

ان کی تقاریر و مباحث بہت جلد مشہور ہو گئے۔ اور ان کو حجۃ الاسلام کا شاندار خطاب ملا۔ جس سے وہ اب تک بھی فضلاء کے حلقوں میں یاد کیئے جاتے ہیں +

چونکہ وہ پیدائشی صوفی اور ہمیشہ سوچ بچار میں غلطاں رہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے ۴۹ سال کی عمر میں ملازمت ترک کر دی۔ اور باقی ایام زندگی علم فلسفہ کے استغراق میں صرف کئے۔ اگرچہ وہ بہت عرصہ تک مختلف درسگاہوں مثلاً اسکندریہ۔ یروشلم اور دمشق میں وعظ فرماتے رہے۔ جو مشتاق سامعین کے مجمع کے لئے باعث کشش ہوئے۔ چونکہ یہ بھی ابو سینا کی طرح جن کی تصانیف نے یورپ میں شہرت حاصل کی چند مشرقی علماء میں سے تھے۔ یہ بالکل غیر متعلق نہ ہوگا۔ اگر ہم ان کے فلسفہ پر ایک سرسری نظر کریں۔ جس نے دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیا +

موجودہ زمانے میں اخلاقی و روحانی علوم نے اس قدر ترقی کی ہے۔ اور اس قدر مشہور فلاسفر یورپ میں پیدا کیئے ہیں۔ کہ ان کے بہت سے خیالات ہمارے لئے نئے نہیں ہیں۔ بلکہ یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ یہ اس وقت مدون کیئے گئے تھے۔ جب تمام مہذب دنیا وہم پرستی کے عقائد میں ملبوس تھی +

ان کی تصانیف مثلاً "کنفیشن" اور "الکیمی آف ہیپی نس" (کیمیائے سعادت) کو باحتیاط ملاحظہ کرنے پر ہمیں ان میں صرف ایک ہی خیال جاری و ساری نظر آئیگا۔ اوائل شباب میں انہوں نے بتکلف محسوس کیا کہ دنیوی فلسفہ نے عام طور پر مذہب سے لاپرواہی پیدا کی۔ اور کفر جو خدا پرستی کے پردے میں پنہاں تھا۔ قوم کی پارسائی کو تباہ اور سوسائٹی کی زندگی کو تلف کر رہا تھا۔ عام تقاریر اور تصانیف کے ذریعے وہ مذہبی مسائل کے متعلق عام لاپرواہی کو دور کرنا چاہتے تھے۔ صرف یہی ان کے فلسفہ کا مقصد تھا۔ جیسا کہ ہر ایک مصلح کو پیش آتا ہے۔ ان کے ہم مذہبوں نے اُن کی کھلے طور پر مخالفت کی۔ لیکن انہوں نے اُن کی کھلے طور پر مخالفت کی۔ مگر انہوں نے اپنے مقصد کو

جس پر وہ کمربستہ تھے۔ ہاتھ سے جانے نہ دیا +

امام غزالی اپنی مشہور تصانیف میں سے ایک جسکا نام Destruction of Philosophy ہے۔ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ مذہب میں قومیت کی طرف رغبت کرنا دھوکہ ہے۔ جس پر دنیا کی تمام اقوام عمل پیرا ہو رہی ہیں۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے۔ کہ عقل و دلائل کا فتویٰ کسی اعلےٰ ہستی سے درہم برہم نہ ہو گا۔ یہ کون کہ سکتے ہے کہ جو باتیں ہم اس وقت نہیں سمجھ سکتے۔ وہ سو سال کے بعد بھی نہ سمجھی جائینگی۔ سائنس کی ترقی سے ہم ہر روز محسوس کر رہے ہیں۔ کہ وہ باتیں جن کو ہم خارج از قدرت انسانی اور ناممکن خیال کرتے تھے۔ وہ آج متفقہ طور پر مانی گئی ہیں۔ اسی طرح ایک وقت آئیگا۔ جب موجودہ وقت کی ناممکنات ظاہری حقیقت میں مبدل ہو جائینگی۔ اس نقطہ نگاہ سے انھوں نے بیچے بعد دیگرے تمام مذاہب کا مطالعہ کیا۔ مثلاً ارسطو کا مذہب۔ اور ان پر بیسیوں جگہ حملہ کیا۔ اور نیک نیتی سے موجودہ فلسفہ کے اصل الاصول کو ظاہر کر کے دکھا دیا۔ جب ڈیکارٹ نے فلسفی دنیا کو اپنے نئے خیالات سے جو Discourse on method میں شامل ہیں۔ حیران بنا دیا۔ تو وہ بھی ایسی حقیقت کو باقاعدہ اور وسیع کر رہا تھا جس کو امام غزالی نے کئی سال پہلے ظاہر کر دیا تھا۔ ان دونوں میں سے کسی قدر حوالہ دینا اس بیان کو واضح کر دیگا +

ڈیکارٹ اپنی دلچسپ فلسفی تزک میں لکھتا ہے۔ جیسا کہ میری اس وقت خواہش تھی۔ کہ میں اپنی پوری توجہ حقیقت کی تلاش میں صرف کروں میں نے خیال کیا۔ کہ ٹھیک صحائف کارروائی کی ضرورت ہوگی۔ اسلئے مجھے تھوڑے شک کی بھی گنجائش ملے۔ تاکہ مجھے اس بات کا یقین ہو سکے کہ آیا اسکے بعد بھی میرے ایمان میں کوئی چیز ایسی باقی رہی ہے۔ جو نا واجب ہو۔ چنانچہ یہ معلوم کر کے کہ ہمارے حواس بعض اوقات ہمیں دھوکہ دیتے ہیں میں یہ فرض کرنے کا خواہشمند تھا۔ کہ درحقیقت ایسی کوئی بات وجود نہیں ہے۔

جو پیش کی جاتی ہے۔ لیکن اس پر فوراً ہی مجھے خیال ہوا۔ کہ جب میں ہر ایک چیز کو غلط باور کرنے والا تھا۔ تو یہ نہایت ضروری تھا۔ کہ میں جس نے اس طرح خیال کیا کچھ نہ کچھ ہوں۔ اور جو تھی کہ میں نے معلوم کیا کہ میں سوچ رہا ہوں۔ اس لئے میں ہوں۔ یہ حقیقت اس قدر یقینی اور بدیہی تھی۔ کہ واہی لوگوں کو بھی اگرچہ مبالغہ ہی سہی اس کی تردید کرنے کے لئے کوئی گنجائش نہ ہوسکی۔ تو میں اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ مجھے اس بات کو فلاسفی کے اولین اصول کے طور پر جس کی مجھے تلاش تھی بلا پس و پیش مان لینا چاہئے" +

امام غزالیؒ نے فصیح مگر نہایت سادہ زبان میں بیان فرمایا ہے:-

" اما ہستی وے (روح) ظاہر ہست کہ آدمی را در ہستی خود ہیچ شک نیست "ہستی وے نہ بدیں کالبد ظاہر ہست کہ مردہ را نیز ہمیں باشد و جان نباشد "ما بدیں دل حقیقت روح میخواہیم و چوں ایں روح نباشد۔ تن مردار "بود باشد۔ و اگر کسے چشم فراز کند و کالبد خویش را فراموش کند و آسمان و "زمین و ہر چہ آں را بچشم بیند او ان دید فراموش کند ہستی خود را بضرورت "می شناسد و از خویشتن با خبر بود اگر چہ از کالبد و زمین و آسمان و ہر چہ "در دلست بیخبر بود و چوں کسے اندر آں نیک تامل کند چیز حقیقت آخرت "نمے شناسد +

اس قریبی مشابہت کی آسان طور سے تشریح کی جاتی ہے مغربی فلاسفر اور مشرقی پارسا ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے جو وہی صفت ہونے میں ایک دوسرے کے مطابق تھے۔ یورپ میں ریناای سنس نے ازمنہ وسطیٰ ظلمت کو منور کر دیا۔ مذہب اور فلسفہ میں انفرادی فیصلہ کی آزادی کا اعلان کیا گیا تھا۔ الحاد جو نا قدانہ طبیعت کے آزادانہ عمل کا قدرتی نتیجہ ہے۔ اپنے اثر کو محسوس کرا رہا تھا۔ ایسا ہی خیال غزالی کی آمد کے وقت

بھی مشرق میں جاری تھا - بغداد مذہبی مناقشات کی رزمگاہ بنا ہوا تھا؛
اور ان کے مسلمات میں ایک ایسے خیال کی رو تھی - جو حقیقت کی متلاشی
ہو - اور قدیم روایات و عقاید کے سلاسل سے بری ہونا چاہتی ہو - وہ
اس مشہور قول کی تصدیق کرنے کے لئے نہایت ہی غور و خوض کرتے ہیں
کہ جہاں مذہب شروع ہوتا ہے - وہاں فلسفہ ختم ہوجاتا ہے +

انھوں نے اپنی مشہور کتاب The Confession میں اسلام کی تمام
ضروری روایات پر اپنے تمام عقائد کا اظہار کیا ہے - اس مشہور تصنیف نے
ان کے نام کو جاودانی رکھا - اور ان کو اولین مسلم صوفی قرار دیا +

ان کو پیچیدہ مذہبی اصول کے عاقلانہ اور تشریح کرنے کی شاندار قابلیت
عطا کیگئی تھی - ممکن ہے بعض لوگ ایسے بھی ہوں جو انکے وجوہات کو معقول
نہ خیال کرتے ہوں - لیکن تاہم ان کا نیک اور اعلٰے خیال جو ان کی تصنیف
سے ظاہر ہوتا ہے - قارئین کے دل پر ایک گہرا اثر باقی رکھتا ہے +

وہ تصوف کے نہایت زبردست حامی تھے - ان کا خیال تھا - کہ
تصوف ایک ایسا طریقہ ہے - جس سے رُوح جذبات کی مداخلت سے آزاد
رہتا ہے - وہ تصوف کے نہایت زبردست حامی تھے - ان کا خیال تھا - کہ
تصوف ایک ایسا طریقہ ہے - جس سے رُوح جذبات کی مداخلت سے آزاد
رہتا ہے - تاکہ صاف دل میں سوائے اللہ تعالےٰ کے اَور کوئی شے باقی نہ رہے
چونکہ وہ زاہد باعمل تھے - صوفیوں سے ان کی ایسے لوگوں سے مُراد تھی -
جن کا زہدان کو بے اعتدالیوں پر مائل نہ کرے - وہ ان صوفیوں کو پسند
نہ کرتے جو منصورؔ یا بایزیدؔ کی طرح خارج از عقل اظہارات کر گذرتے ہیں -
جن کے نتائج خطرناک ہوتے ہیں - اور عوام الناس کیلئے مضر ہوتے ہیں +

ان کا طرز جامع مگر شگفتہ ہے - وہ اپنی تقریر کو موثر بنانے کے لئے
دوسرے ادبی حکمتوں کی طرف رجوع کرنے میں پس و پیش نہیں کرتے دوسری

اہم صفت جو ان کی تمام تصانیف کو ممتاز بناتی ہے ۔ جیسے کہ احیاء العلوم
تمثیلی افسانہ کی نہایت عمدہ تصنیف ہے ۔ ایک جگہ وہ روح کی ایک ایسے فلسفہ
سے تشبیہ دیتے ہیں ۔ جو شیطان کی افواج سے محصور ہے ۔ مولینا روم نے جو ایک
اعلےٰ پایہ کے عارف شاعر ہوئے ہیں ۔ ان کے بہت سے تمثیلی افسانوں کو
بیان کر کے ان کی عزت افزائی کی ہے ۔ اگرچہ وہ خود بھی صوفی تھے ۔ لیکن
انہوں نے کبھی دنیا سے علیحدگی اور تجرد کا وعظ نہیں کیا ۔ جیسا کہ غلط طور پر
ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ۔ اس کے برخلاف انہوں نے زوجین کی
فلاح اور ازدواجی زندگی کے قواعد مرتب کئے ہیں ۔ انہوں نے اپنی تصانیف
میں شادی کے فوائد بیان کئے ہیں ۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے ۔ کہ وہ ذرہ بھر
بھی اس کے مخالف نہ تھے +

تمام اسلامی تاریخ میں ان کے زہد باعمل ۔ رفعت روح اور دانائی کا
کوئی ثانی نہ تھا ۔ ان کی تصانیف رقت ۔ مؤثر بلاغت ۔ جذب محبت ۔ امید
واثق کا خزانہ ہیں ۔ جو کچھ علم فلسفہ اور ادب میں بہترین تھا ۔ انہوں نے دانائی
سے اسلامی علم معرفت کے لئے منتخب کر لیا ۔ اور قرآن کے مسائل کو پاک اور
بے لوث زندگی سے مزین کیا ۔ جو مذہبی خیال اور پارسائی کی طرف رہنمائی
کرے ۔ ان کی زندگی کا بڑا ادعا ان ناقابل گذر رکاوٹوں کا انہدام تھا ۔ جو متعصب
علماء نے اسلام اور آزاد خیالی کے راستے میں حائل کی تھیں ۔ اور اس کیلئے
وہ آخری لمحے تک کوشاں رہے ۔ جب تک ان کی تصانیف باقی ہیں ۔ اور مسلمان
ان سے مستفیض ہوتے ہیں ۔ ان کی یاد تازہ رہیگی ۔ اور وہ ان زاہدان باعمل
میں سے شمار ہوتے رہینگے ۔ جن کو دنیا نے بہت کم پیدا کیا +

ہستی باریتعالے

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب)

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۙ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۙ اَلَّا تَطْغَوْا فِى الْمِيْزَانِ ۝

ترجمہ - رحمن نے قرآن سکھایا - انسان کو پیدا کیا - اسے بیان سکھایا سورج اور چاند حساب کے نیچے ہیں - اور ستارے اور درخت فرمانبرداری کرتے ہیں - اور آسمان کو بلند کیا - اور میزان کو قائم کیا - تاکہ تم میزان میں سرکشی نہ کرو +

ان الفاظ میں کائنات کی بعض چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے - اول قوت بیانیہ یعنی گویائی کا ذکر کیا گیا ہے - پھر چاند سورج اور نظام شمسی کی طرف اشارہ ہے - یہ سب چیزیں ہماری ضرورتوں کو پورا کرتی ہیں لیکن ہمیں یہ بتایا گیا ہے - کہ یہ سب مقررہ اندازوں اور پیمانوں کے ماتحت کام کر رہے ہیں - تم نے اگر فائدہ اُٹھانا ہو - تو تم ان پیمانوں اور اندازوں سے واقف ہو کر ان کا لحاظ کرو - ہمارا ان اندازوں کے متعلق کام کرنا ہی کہتا ہے - کہ ہم نے اشیاء کو خواص نہیں دیئے - جیسا کہ حکیم ہیکل کا خیال ہے - اور ہم نے ان اشیاء کو اپنی ضرورت کے قالب میں نہیں ڈھالا - بلکہ ان چیزوں میں ہماری رفع ضرورت کے اسباب پہلے سے ہی موجود تھے - اور وہ مقررہ اندازوں کی دریافت اور ان پر مطابق عمل کرنے سے حاصل ہو سکتے تھے - ایسی ضروریات کے دفعیہ کے اسباب پہلے سے ہی پیدا کر رکھنا تین باتوں کو چاہتا ہے - ایک تو مستقبل کا علم ہوا - دوسرا شفقت و

رحمت ہو۔ تیسرا ما قبل ارادہ ہو۔ یہ تینوں باتیں لفظ رحمٰن کے مفہوم میں آ جاتی ہیں۔ بالفاظ دیگر خدا کا رحمٰن ہونا ہی ہستی باریتعالےٰ کا ایک ثبوت ہو جاتا ہے۔ اس امر کو زیادہ واضح کرنے کے لئے پھر میں اسی نظریہ پیمانہ کی طرف ان اوراق کے پڑھنے والوں کی توجہ کو مبذول کرتا ہوں۔ اگر تو کسی چیز کو جس شکل۔ جس انداز۔ جس طریق پر ہم چاہیں استعمال کر لیں اور مطلوبہ نتائج مرتب ہو جائیں تو پھر نفس الواقع وہ چیز بذات خود پیدا ہو گئی ہے۔ اور کسی مقصد کی خاطر پیدا نہیں ہوئی۔ لیکن اگر ہر ایک چیز کے بطن میں بعض خواص ودیعت کردہ ہیں۔ اور وہ ودیعت کردہ خواص کسی مقرر کردہ انداز کے اس چیز کو لانے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اگر اس اندازے کا لحاظ ہم نہ کریں۔ تو پھر ہم مطلوب اغراض کو پورا نہیں کر سکتے۔ اور ان اندازوں میں باریک سے باریک علم ریاضی کے حقائق اور اصولوں کا لحاظ تک کیا گیا ہے۔ کہاں تک ہم اتفاق اتفاق پکارے جائیں یہ ریاضی تنظیم ہی کہتی ہے۔ کہ اس کل کائنات کی کل ایک ہاتھ میں ہے جو ہر ایک امر مہندسانہ طریق پر کرتا ہے۔ کیا عجیب حقیقت اس ایک آیت نے ہم پر کھول دی۔ فرمایا الا تطغوا فی المیزان دیکھنا اندازوں کا لحاظ نہ چھوڑنا۔ سورۂ رحمٰن میں زمین و آسمان و ما فیہا کی طرف اشارہ کر کے یہ کہہ دینا کہ میزانوں اور پیمانوں کی عزت کرو۔ ان الفاظ میں گویا زمینی و آسمانی خزانوں کی کنجی دے دی گئی ہے۔ لفظ رحمٰن جیسے کہ کئی دفعہ ذکر آیا ہے۔ اس طرف اشارہ کر رہا ہے۔ کہ یہ جو کچھ زمین و آسمان میں ہے ہماری ہی خاطر پیدا ہوا ہے۔ ہماری ہی ضروریات مختلفہ کا لحاظ کر کے یہ کارخانہ کائنات بنا ہوا ہے۔ ان چیزوں کو اپنے مفید مطلب بنا لینا بعض قوانین اور بعض پیمانوں کے علم حاصل ہونے پر

منحصر ہے۔ ان الفاظ نے کُل علوم اور سائنسوں کے دریافت کا راز ہم پر کھول دیا۔ سائنس میں اور ہم کیا کرتے ہیں۔ یہی کہ مختلف اندازوں اور حسابوں کو دریافت کر کے ایک نظام سے واقف ہو جاتے ہیں +

اس آیت میں قوت گویائی کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی یہ قوت بھی اللہ تعالیٰ نے انسان کو بخشی ہوئی ہے۔ اس کا راز بھی پیمانے اور اندازے ہی ہیں۔ یہی ہمارے ہونٹ۔ زبان۔ تالو۔ حلق۔ حنجرہ جو مخارج تلفظ ہیں۔ مختلف اندازوں اور پیمانوں میں استعمال ہو کر مختلف آوازیں پیدا کر دیتے ہیں۔ انہی آوازوں کو جب بعض معنی دے دیئے جاتے ہیں تو ان کا نام الفاظ ہو جاتا ہے۔ کیا یہ نظام محض اتفاقی ہے۔ ان مخارج آوازیں سے اگر کسی مخرج کو ادھر اُدھر کر دیا جائے۔ یا کوئی بیماری ان اعضاء میں کسی عُضو کو بیکار کر دے۔ تو پھر تلفظ صحیح نہیں رہتا۔ آج گراموفون کو ہم نے دریافت کر کے انسانی الفاظ کو محفوظ کر لیا۔ خیر یہ تو آواز کی منقشانہ خواص کے نتائج تھے۔ کہ تختی پر کسی خاص مصالح کے ماتحت آوازیں محفوظ ہو گئیں۔ لیکن انسان اُونچی نیچی آواز نکالنے کے بھی قابل ہے۔ فن موسیقی کی دل رُبائیاں صرف زیر و بم کے مختلف اندازے و پیمانے ہیں۔ انہی مخارج آواز کو مختلف اندازوں پر استعمال کرنے سے ہر قسم کی نئے اور راگ پیدا ہو جاتے ہیں۔ رہا یہ کہ ان آواز کے اندازہ میں ایک جھتدسا اصُول محفُوظ ہے۔ اور اس کے علم سے ہم انسان کی ایک انداز کی آواز کو لیکر اسیں سے ہر انداز کی آواز پیدا کر سکتے ہیں۔ آج یہ امر بھی گراموفون کی مزید ترقی سے پیدا ہو گیا۔ کسی انسان کی جس انداز کی آواز چاہو گراموفون میں بھر لو۔ پھر اس سے آگے چل کر گراموفون کے ساتھ ہی مختلف اندازوں کا نقشہ (chart) لگا دو۔ اس پر سُوئی کا آگے پیچھے ہونا ہی اسی انسان کی مختلف انداز کی آوازوں کو پیدا کر دیتا ہے۔ حالانکہ فونوگراف میں آواز تو ایک انداز

کی محفوظ کی گئی تھی۔ انسان نے ان اندازوں سے آگاہی حاصل کر لی۔ جن پر حنجرہ
حلق۔ تالو۔ زبان۔ دانت۔ ہونٹ اپنا کام کر کے آواز کے زیروبم اور اس کے
مختلف مدارج کو پیدا کرتے ہیں۔ اس انداز پر چارٹ اور سوئی بنائی گئی۔
اور غرض مطلوبہ حاصل کر لی گئی۔ کیا یہ سب اتفاقات کے کھیل ہیں۔ ضدیت
کا تو کوئی علاج نہیں۔ ورنہ یہ قدرت کی بنائی ہوئی چیزوں سے اصول اخذ
کر کے اور ان اصولوں پر کاربند ہو کر مصنوعات قدرت سے ایک حد تک
ملتی جلتی چیزیں بنا لینا اس امر کی دلیل ہے۔ کہ یہ سب کی سب قدرت کی
چیزیں ایک مہندس دماغ کا نتیجہ ہیں۔ یہ قدرت ایک بیجان چیز نہیں
بلکہ ایک مدبر بالارادہ۔ علیم۔ قدیر۔ عزیز اور حکیم ہستی کا ہاتھ
ہے۔ یہی خدائے اسلام ہے۔ قرآن نے اس ہستی کا نام حکیم رکھ کر
ہی ان چیزوں کا پتہ دیا ہے۔ کہ جس کی دریافت پر کُل علوم جدیدہ پیدا
ہو گئے۔ اس ہستی کا نام رحمٰن رکھ کر اور اس کی ذات کے متعلق ما خلقت
ھٰذا باطلاً یعنی اس نے کوئی چیز بھی بیکار و بے مصرف نہیں بنائی۔
پھر اس رحمٰن کی تعریف میں یہ کہہ کر کہ جو بھی تم چاہو تمہاری خواہش کے پورا
کرنے کے سامان پہلے سے ہی پیدا کر رکھے ہیں۔ یہ سب ایک بلند و بالاتر
ہستی کے نشان ہیں۔ اس نے ہمارے سامنے تحقیق و دریافت کا ایک وسیع
دروازہ کھول دیا۔ قرآن نے ہمیں اطلاع دی۔ کہ ایک بھی چیز دُنیا میں
نہیں جو تمہارے فائدے کے لئے نہیں۔ پھر اسی حقیقت کو دوسرے پیرایہ
میں دُہرایا کہ تمہاری ایک بھی ضرورت نہیں۔ کہ جس کے دفعیہ کے اسباب کائنات
میں موجود نہیں۔ پھر ان دفع ضرورت کے اسباب کی کنجی تمہارے ہاتھ میں دے دی
وہ یہ ہے۔ کہ ہر ایک چیز ایک نہ ایک انداز اور ایک نہ ایک پیمانہ پر ودیعت شدہ
مقاصد کو پورا کرے گی۔ ہم نے ان اندازوں کو دریافت کر لیا۔ اور اُن کی دریافت
پر ہم نے کائنات کی چیزوں کو اپنا خادم بنا لیا۔ کیا اس بات سے یہ سمجھ نہیں

آتی کہ ان سب کے پیچھے کوئی مدبّر بالارادہ ہستی کام کر رہی ہے +

ہستی باریتعالیٰ کے ثبوت میں قرآن کریم نے ایک اور استدلال کائنات کے طریق عمل سے پیدا کیا ہے۔ یعنی ایک ہی مقصد کے حاصل کرنے کے لئے کائنات کی بیسیوں چیزیں مل کر کام کر رہی ہیں۔ یہ چیزیں تو بظاہر الگ الگ نظر آتی ہیں۔ لیکن وہ سب کی سب غرض مطلوبہ کے پورا کرنے کے لئے ایک ہی زنجیر میں منسلک ہو کر مل کر کام کرتی ہیں۔ سب کی سب چیزیں ایک دوسرے کی ممد ہیں۔ اس طرح ان اشیاء مختلفہ کا ایکدوسرے کا ممد ہو کر ایک ہی مقصد کو قائم کرنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ یہ چیزیں جن میں سے کوئی تو آسمان ہفتم پر ہے۔ کوئی پہلے آسمان پر ہے۔ کوئی کرہ ہوائی میں ہے۔ کوئی فضاء عالم کے کسی حصہ میں موجود ہے۔ کسی کا زمین کی سطح سے تعلق ہے۔ کوئی زمین کے اندر ہے۔ یہ اشیائے جن کے مقام جن کا طریق عمل جن کی ہیئت و شکل جن کے حرکات و سکنات جن کے خواص بالکل ایک دوسرے سے مختلف ہیں پھر یہ سب کے سب مل کر ایک ہی مقصود کو سامنے رکھے ہوئے ہیں۔ جس کو انہوں نے ظہور میں لانا ہے۔ کیا اس سے یہ نظر نہیں آتا کہ ان سب کو ایک ہی ارادہ و تجویز تلے پیدا کیا گیا ہے۔ اتنا بڑا نظام عالم اور وہ سب کا سب ایک ہی اصول ایک ہی غرض و غایت کے لئے کام کرے۔ یہ حقائق بالکل بدیہہ ہیں۔ اور جس وقت یورپ کے فاضل متشککین پر یہ حقیقت کھل گئی۔ کہ نظام کی ہر ایک چیز ایک نہ ایک قانون کے ماتحت کام کر رہی ہے اور وہ سارے کے سارے قانون ایک دوسرے کی تائید میں کام کر رہے ہیں اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مخالف ہوں۔ اگر ایک طرف قانون انہدام کام کر رہا ہے۔ تو دوسری طرف تعمیری قانون کام کر رہا ہے۔ اگر قوت اتصال ایک طرف کام کر رہی ہے۔ تو دوسری طرف قوت انفراقی آٹھوں پہر کام

میں لگی ہوئی ہیں۔ اگر ایک طرف قانون باسط کام کر رہا ہے۔ جو چیزوں کو کھولتا ہے۔ دوسری طرف قوت خافض کام کر رہی ہے۔ جو چیزوں کو سکیڑتی ہے۔ الغرض یہ کام یہ قوتیں لاکھ ایک دوسرے کے مخالف ہوں۔ یہ سب کی سب مل کر ایک ہی مقصد کو پورا کر رہی ہیں۔ ان حقائق سے آخر کار انھیں سائنس کے محققین پر یہ صداقت منکشف کر دی۔ کہ کُل کی کُل کائنات میں ایک ہی مقصد کام کرتا نظر آتا ہے اور سب کے سب اس مقصد کے ممد ہیں۔ اس حقیقت کا نام انھوں نے مون ازم رکھا ہے۔ یعنی **مذہب وحدت** یا اسلامی اصطلاح میں **مذہب توحید** کس قدر انسان کی فطرت ضدیت پر حیرت آتی ہے۔ کہ **مون ازم** تو تسلیم کیا جائے۔ لیکن **ایک ارادہ واحد** کو تسلیم نہ کیا جائے۔ مصیبت تو یہی پڑتی ہے۔ کہ جس وقت کا ارادہ واحد تسلیم کیا گیا۔ مُدبّر بالارادہ کی ہستی ثابت ہو جائیگی +

میں اس مسئلہ **مون ازم** کو کسی قدر اور واضح کر دیتا ہوں ہماری زندگی اور ہماری احتیاجات خصوصاً فی نوما ئنا ان چیزوں پر منحصر ہیں جو مختلف ممالک میں پیدا ہوتی ہیں۔ ہر ایک چیز جو زمین سے نکلتی ہے اس کی پیدائش بارش سے وابستہ ہوتی ہے۔ چیزیں تو زمین سے پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن ان کا نمو اس چیز سے ہوتا ہے جو آسمان سے آتی ہے یہ بارشیں بادلوں کے ذریعہ ہوتی ہیں۔ بادلوں کا وجود ہوا کے چلنے پر منحصر ہے۔ کیونکہ یہی ہوائیں سمندروں پر سے اُٹھے ہوئے بخارات کو سرد ممالک کی طرف لے آتی ہیں جہاں کی سردی اُنھیں قطراتِ بارش کی شکل میں متشکل کر کے زمین پر لے آتی ہے۔ اب ان ہواؤں کا چلنا دن کے گھٹنے بڑھنے پر ہوتا ہے۔ اختلاف لیل ونہار سے جہاں دن بڑا ہوا وہاں سورج دیر تک چمکا وہاں گرمی زیادہ ہوگئی۔ اور جہاں دن

چھوٹا ہوا وہ ممالک لامحالہ سرد ہو گئے۔ گرم ملک کے سمندروں سے بخار اُٹھے اور وہ اس طرف گئے جہاں پہاڑوں نے یا رات دن کے اختلاف نے سرد قطعات پیدا کر دیئے۔ یا گرم جگہوں میں سے ہوا گرم ہو کر سرد ممالک کی طرف گئی۔ کیونکہ سرد ممالک کی ہوا ٹھنڈی ہو کر نیچے کو جاتی ہے جو اُوپر خلا ہوتی ہے۔ اس کو پورا کرنے کے لئے گرم ممالک سے ہوا ئیں دوڑ آتی ہیں۔ الغرض اختلاف لیل و نہار ہوائیں چلاتا ہے۔ اور اختلاف لیل و نہار ہی بارش کا موجب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس سے تبدیلی موسم میں واقع ہوتی ہے۔ اور تبدیلی موسم ہی بارشوں کا باعث ہو جاتی ہے۔ گویا یہ کُل کا کُل نظام بادلوں اور ہواؤں کا اختلاف لیل و نہار پر ہے آگے چل کر اختلاف لیل و نہار ہی ہواؤں کے چلانے کا موجب ہو کر سمندروں میں حرکت پیدا کر دیتا ہے۔ جس کی امداد سے جہاز چلتے ہیں۔ سمندر کا جوار بھاٹا جو جہاز رانی کے لئے از بس ضروری ہے۔ وہ بھی تو اختلاف لیل و نہار کا ہی نتیجہ ہے۔ اب یہ اختلاف لیل و نہار نہ صرف زمین کی اس روزانہ حرکت پر ہی منحصر ہے۔ جو زمین اپنے محور پر کرتی ہے۔ بلکہ یہ اس بات پر بھی منحصر ہے۔ کہ زمین کا محور زمین کے مدار پر نہ تو زاویہ قائمہ بناتا ہوا کھڑا ہے۔ اور نہ محور مدار پر متساوی صُورت پر قائم ہو۔ بلکہ محور زمین مدار پر ایک طرف ساڑھے بہتر درجہ کا زاویہ اور دوسری طرف ½ ۶۷ درجہ کا زاویہ بنائے۔ اگر اس زاویہ کی یہ صُورت نہ ہوتی تو بصورت دیگر دن رات ہر جگہ برابر ہوتے اور موسم میں کوئی تبدیلی نہ ہوتی۔ الغرض یہ سارے کا سارا نظام زمین کی حرکت خاصہ اور اس کا اپنے زاویہ پر ایک خاص قسم کے زاویہ پر قائم ہونے پر منحصر ہے +

انسان حیوان کی زندگی بھی اس ایک بات پر منحصر ہے۔ اب یہ مختلف چیزیں جو مختلف کروں میں اور مختلف فضاؤں میں کام کر رہی ہیں

ان سب کا مقصد ایک ہی ہے۔ وہ ایک ہی ہاتھ تلے کام کر رہی ہیں۔ اس حقیقت کو حکما نے **مون ازم** سے تعبیر کیا ہے۔ لیکن یہ سارے کا سارا نظام جو انسان کی پیدائش سے پہلے پیدا ہو چکا ہے۔ وہ انسانی ضروریات کے پورا ہونے کے لئے کام کر رہا ہے۔ لہٰذا اس نظام میں ایک **رحمانیت** کا بھی رنگ نظر آ رہا ہے۔ جس نے یہ سب کچھ انسانی ضروریات کے پورا کرنے کے لئے بنا رکھا ہے۔ لیکن انسان اس نظام سے تو ہی متمتع ہو سکتا ہے اگر وہ خود ہاتھ پاؤں ہلائے۔ ہاں اس کے ایک فعل پر ہزارہا نتائج مرتب ہو جاتے ہیں۔ وہ ایک دانہ ڈال کر سیکڑوں دانے پیدا کر لیتا ہے۔ یہ قانون بھی اگر کسی فیاضی کے ماتحت ہو تو اس رحم کا نام عربی زبان میں **رحیمیّت** ہے۔ کائنات کے ان حقائق کو سامنے رکھ کر انسان مجبور ہو جاتا ہے۔ کہ اس سب کے سب کو ایک تدبیر کے ماتحت رکھے۔ اس تدبیر میں **رحمانیت** اور **رحیمیّت** کو تسلیم کرے۔ باتیں تو وہی ہیں جو آج سائنس دان مجبوراً تسلیم کر رہے ہیں۔ ہاں اصطلاحیں نئی بنا رہے ہیں وہ **مون ازم** کہیں ہم اسے **وحدت** کہتے ہیں۔ اس **مون ازم** کو اور اس کے فیاضانہ رنگ کو جس کا نام قرآن نے **رحمانیت و رحیمیت** رکھا ہے۔ قرآن نے اسے ذیل کی آیات میں بیان کیا :-

و الٰھکم اللہ واحد لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف الیل والنھار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وبما انزل اللہ من السماء من ماءٍ فاحیا بہ الارض بعد موتھا وبث فیھا من کل دابۃ وتصریف الریٰح والسحاب المسخر بین السماء والارض لاٰیات لقوم یعقلون ۰

یعنی اے عقل والو! اے دنیا کے "حکیموں" اور سائنس دانوں! تم ان نشانوں پر غور کرو جو تمہیں زمین و آسمان پہ نظر آ رہے ہیں۔ اول آسمانی دنیا کو دیکھو اور اس میں خاص کر سورج کو دیکھو سورج کا زمین کا ایک

خاص حیثیت میں ایکدوسرے کے سامنے ہونا ہی اختلاف لیل ونہار کو پیدا کر دیتا ہے ۔ اسی اختلاف لیل و نہار سے خصوصاً جوار بھاٹا پیدا ہو کر کشتیوں کو سمندر میں چلاتا ہے۔ اور اس کی غرض (بما ینفع الناس) انسان کو فائدہ پہنچاتا ہے پھر اسی اختلاف لیل و نہار سے آسمان سے پانی اُترتا ہے ۔جس سے مُردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے ۔ اسی سے زمین پر کُل چلنے والوں کی زندگی ہے ۔ اسی سے ہوائیں چلتے ہیں ۔ اور بادل اُٹھتے ہیں۔ اب یہ سب کا سب نظام انسان کی ضرورت کے دفعیہ کیلئے چل رہا ہے ۔ ہاں انسان کو بھی اپنے منافع کے حاصل کرنے کے لئے ہاتھ ہلانا پڑتا ہے ۔جس سے جیسا کہ اُوپر بیان ہُوا رحمٰن و رحیم کا پتہ چلتا ہے ۔ اور چونکہ ایک ہی ہاتھ ہر جگہ دائر و سائر ہے ۔ اس لئے اس کائنات کے چلانے والے کو ایک ہی ذات کے ماتحت کرنا پڑتا ہے ۔ وہی تو اللہ واحد ہے ۔ اس لئے قرآن کریم نے پہلے یہ فرمایا کہ والٰھکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ھو ۔ پھر فرمایا ۔ الرحمٰن الرحیم اب اس خدا سے کون انکار کر سکتا ہے +

کائنات میں ایک اور حقیقت بھی نظر آتی ہے ۔جس نے بھی سائنسدانوں کو مونوازم یا مذہب وحدت پر قائم کر دیا۔ اگر کائنات کی ایک چیز کوئی خواص خاصہ ظاہر کرے ۔ اور اس خواص کی تاثیروں کو کوئی دوسری چیز قبول نہ کرے ۔ تو پھر بھی کائنات کا کُل کا کُل کھیل بگڑ جاتا ہے ۔ آسمان سے لاکھ پانی نازل ہو۔ اگر زمین میں اس پانی کو جذب کر لینے کی خاصیت نہ ہو ۔ تو پھر آسمان سے اُترا ہُوا پانی بالکل بیکار ہے ۔ اگر سورج میں روشنی اور حدّت نہ ہو اور پانی میں حدّت کے مقابل رقیق ہونے اور بخار بن کر اُوپر چڑھنے

کی خاصیت نہ ہو تو پھر سورج کی روشنی اور گرمی ایک بیکار چیز ہو جاتی ہے۔
یہ رشتہ فاعلیت و انفعالیت یعنی ایک میں فاعلی خواص کا رکھنا اور دوسرے انفعالی یعنی خاصہ پذیرائی رکھنا حالانکہ فاعلی خاصیت والی چیزیں تو آسمان پر ہیں۔ اور انفعالی خواص والی چیزیں زمین پر ہیں۔ اس سے بھی ایک ہی **تجویز** کا پتہ چلتا ہے۔ اس حقیقت کو قرآن نے کیسے سادے لفظوں میں بیان کیا ہے۔ والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع یعنی جو کچھ بھی آسمان پر ہے۔ ان میں قوت فاعلی ہے۔ وہ رات دن تاثیرات کو پھینکتی رہتی ہے اور زمین میں جو کچھ بھی ہے۔ خواہ زمین کے اندر کا مواد خواہ زمین سے نکلے ہوئے درختوں یا حیوانوں کی شکل میں مواد ہوں۔ ان سب میں قوت انفعالی یعنی ان تاثیرات کو قبول کرنے کی خاصیت ہے
اس حقیقت کو اس سورہ شریف کے ابتدا میں جس کی ایک آیت میں نے اُوپر لکھی ہے۔ یہ ظاہر کر دیا ہے۔ کہ کوئی چیز بھی ضائع نہیں ہوتی ہے۔ ہر ایک چیز کی حفاظت کا سامان پہلے سے ہی ہو چکا ہے آسمانی قوت فاعلی کی تمام تاثیریں بیکار ہوتی ہیں۔ اگر زمین کے قوائے انفعالی انھیں محفوظ نہ کریں۔ چنانچہ فرمایا۔

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۙ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۙ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۙ
اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ؕ

تم آسمان کو دیکھو اور جو آسمان میں طارق ہیں اس کو بھی دیکھو اور جانتے ہو کہ طارق کیا ہے۔ یہی روشن سیارے اور ستارے لفظ ثاقب کے تین معنی وارد ہوئے ہیں (۱) ایک روشنی والا (۲) پھاڑ کر کسی چیز میں گھس جانیوالا (۳) حمل کرنیوالا۔ یعنی جس قدر آسمان میں سیارے اور ستارے ہیں۔ ان کی روشنی ہواؤں کو اور فضاء کو پھاڑتی ہوئی نیچے

آجاتی ہے۔ اور پھر زمین کو اور پھر زمین کی دوسری چیزوں کو پھاڑ کر ان میں گھستی جاتی ہیں۔ اور وہاں حمل کا موجب ہو جاتی ہیں۔ یہ کس قدر خدا کی شان ہے۔ کہ آج سائنس نے جو تحقیق کی ہے۔ وہ یہی حقیقت ہے۔ کہ آسمان سے سورج ہی نہیں بلکہ ہر ایک سیارہ ستارہ زمین پر روشنی کو پھینک رہا ہے۔ اور ہر ایک سیارہ و ستارہ کی روشنی زمین کی روئیدگیاں پیدا کرتے ہیں ایسی ضروری ہیں جیسے بارش کا پانی یا سورج کی گرمی اور روشنی یا ماہتاب کی چاندنی۔ الغرض یہ سب کی سب باتیں ایک عقلمند کی نگاہ میں جیسے کہ خود قرآن نے فرمایا۔ اس ذات پاک کے وجود کی آیات یا نشان ہیں جو **ایک** ہے اور جو **رحمن** اور رحیم ہے +

ناظرین کرام کی قابل توجہ

اس ماہ کے رسالہ کے ساتھ رسالہ **اشاعت اسلام** کی تیرھویں جلد ختم ہوتی ہے سال رواں کے اسلامی ادبیات میں جو بیش بہا اضافہ ہوا۔ وہ ناظرین کرام سے مخفی نہیں رسالۂ مذکورہ نے جلد رواں میں غیر مذاہب کی تخریب۔ ملت بیضا کی تعمیر و صد مستم حقایق و محاسن اسلام۔ غرضیکہ ان تمام پہلوؤں کو جو اسلام کی ترقی اور مسلم قوم کے نشوونمو کے متعلق تھے۔ اپنے سالانہ پروگرام میں پیش نظر رکھا۔ سال رواں کی فہرست مضامین پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے ان خدمات جلیلہ کا پتہ چلتا ہے۔ جو اس سال رسالہ مذکورہ نے انجام دیں +

سال آیندہ کے لئے کوئی خاص پروگرام نہیں۔ جس کی پیش از وقت تشہیر سے ہم قارئین کرام کا دل خوش کریں۔ ہمارا پروگرام ایک مستقل پروگرام ہے۔ اور وہ خدمت اسلام ہے۔ اور یہی مقصد عالیہ کے لئے ہمارے صفحات وقف رہتے ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ

تا زیست رہینگے۔ ہمارا پروگرام عدو وان اسلام کے اعتراضات کا متانت وسنجید گی سے جواب دینا۔ اسلام کی اندفاع۔ حقائق محاسن اسلام کا اظہار۔ تعمیر اخلاق ملت۔ اتحاد بین المسلمین نصوص قرآنی کے ذریعہ مسلم قوم میں قوت عمل پیدا کرنی۔ اور اہم سے اہم اور ادق سے ادق اسلامی مسائل کو آسان وسلیس پیرایہ میں حل کرنے پر مشتمل ہے۔ گذشتہ ۱۳ سال سے یہی ہمارا مسلک رہا ہے۔ اور انشاء اللہ تعالے تابقائے رسالہ اسی مسلک پر ہم قائم رہینگے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

رسالۂ مذکورہ کی ہر اشاعت کو ہم نے اپنی استطاعت کے مطابق ہر رنگ میں بہتر سے بہتر شکل وصورت میں قارئین کرام تک پہنچایا۔ اور اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ لیکن رسالہ کی ترقی وتوسیع اشاعت کی متعدد ضد شتیں تاسف ہے کہ ناظرین کرام کی جمود و بے حسی کو توڑ نہ سکیں۔ اور اس عدم التفاتی سے بسا اوقات ہم پر نازک وقت بھی آ گئے۔ ناظرین کرام! آپ کی ایک ادنے توجہ سے ہماری مشکلات حل ہو سکتی ہیں۔ ہم سابقہ سے بڑھ کر اس رسالہ کے ذریعہ خدمت اسلام کر سکتے ہیں۔ اگر آپ بزرگ ہماری دستگیری فرمائیں۔

جن احباب کا چندہ اس سالہ دسمبر ۱۹۲۷ء کے پہنچنے پر ختم ہوتا ہے وہ از راہ کرم ترسیل زر فرما کر ممنون فرمائیں۔ اور کم از کم اگر ایک جدید خریدار اپنے احباب زیر اثر میں سے ہم پہنچائیں تو سال ۱۹۲۸ء میں رسالہ کا حلقۂ اشاعت دو گنا ہو سکتا ہے +

رسالۂ مذکورہ خالصتہً بہترین تبلیغ اسلام کر رہا ہے۔ یہ اشاعت دین کا ایک اہم جزو ہے مخیر حضرات سے ہماری استدعا ہے۔ کہ اس رسالہ کو اپنی طرف سے اسلامی مدارس مکاتب لائبریری اور اپنے غیر مسلم دوستوں کے نام مفت جاری کرائیں۔ اس صورت میں سالانہ رعایتی چندہ ہے ہوگا۔ اس طرز اشاعت سے تعلیمیافتہ طبقہ کے خیالات وعقائد کی تدریجاً اصلاح ودرستگی ہوگی۔ اور اسلام کے متعلق ہندوستان میں غیر مسلم حلقہ میں روادارانہ فضا پیدا ہوگی +

مینجر رسالۂ اشاعت اسلام

گوشوارۂ آمد و خرچ ووکنگ مسلم مشن

دفتر ہندوستان و انگلستان بابت ماہ ستمبر و اکتوبر سنہ ۱۹۲۷ء

تفصیل آمد	نمبر نقشہ	پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر نقشہ	پائی	آنہ	روپیہ
		رقم آمد ہندوستان و انگلستان					رقم خرچ ہندوستان و انگلستان		
آمد مشن ہندوستان	۱	۰	۹	۶۶۰۷	مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو و بشیر فنڈ ہندوستان خرچ	۵	۶	۱۱	۲۰۴۶
آمد اسلامک ریویو ہندوستان	۲	۰	۸	۱۲۲۲					
آمد انگلستان مشن	۳	۶	۸	۳۷۳	خرچ مشن و ریویو در انگلستان	۶	۰	۳	۳۱۵۸
آمد انگلستان ریویو بشیر فنڈ	۴	۰	۸	۲۶۶					
میزان	۰	۶	۱۴	۸۴۶۹	میزان	۰	۶	۱۴	۵۲۰۴

آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل۔ لاہور

نقشہ ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ ستمبر و اکتوبر سنہ ۱۹۲۷ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
چندہ ماہوار ملازمین مشن " "	۰	..	۱۱	جناب امیر حسن صاحب لکھنؤ	-	-	۱
" " "	۰	۷	۱۳	" محمد ابراہیم صاحب بھوانی حصار	-	۰	۲
" " "	۰	۱۴	۱	" صاحبزادہ نور الحق صاحب ہزاری باغ	-	۰	۲
حضور نواب صاحب بہادر بہاولپور	۰	۰	۶۰۰۰	" امیر شاہ صاحب ہانسی سنول	۰	۰	۵
واپسی پیشگی مشن	۰	۰	۱۵۰	" صبیح الدین صاحب رہتک	۰	۰	۱
جناب حکیم اجمل خان صاحب دہلی	۰	۰	۱۰	" عبد الحمید خان صاحب	۰	۰	۲
" سید محمود صاحب میسور سٹیٹ	۰	۰	۱	" محبوب خان صاحب ہیلی	۰	۰	۲
" خادم حسین صاحب وکیل بارہ بنکی	۰	۴	۲	" محمد نور غنی صاحب	۰	۴	۱۱
حضور نواب صاحب منگرول	۰	۰	۱۹۸	" فضل الدین سٹیشن ماسٹر	۰	۰	۵۰
" نواب مولا بخش صاحب بہاولپور	۰	۰	۳۰	" سید احمد شاہ صاحب بالاگھاٹ	۰	۰	۲
جناب ڈاکٹر ایم اے صوفی صاحب کلکتہ	۰	۰	۳۰	" رجب علی خان صاحب بہاولپور	۰	۰	۵
جناب میاں محمد خان صاحب ۱۰ کاٹھ	۰	۰	۴۰	" شہاب الدین صاحب بہاولپور	۰	۰	۲۰
از انجمن تعلیم المسلمین سبا و مدرسین	۰	۰	۵	" خانصاحب علیخان صاحب بہاولپور	۰	۰	۵
جناب نواب الدین صاحب نجانب	۰	۰	۱۲	" محمد ابراہیم صاحب بھوالی	۰	۰	۲
" عبد العلیم صاحب بنارس	۰	۴	۱۰	" امیر حسن صاحب لکھنؤ	۰	۰	۱
" فضل کریم صاحب فیروز پور	۰	۰	۶	" سید محمود صاحب میسور سٹیٹ	۰	۰	۱
" سید عظمت اللہ صاحب رایہ درگ	۰	۰	۳	" قاضی منہاج الدین صاحب بالاگھاٹ	۰	۰	۲
" تاج الدین صاحب کانی کرنجی	۰	۰	۵				
" جناب قطب الدین دھاروار	۰	۰	۸	میزان	۰	۹	۶۶۰۷

نقشہ ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو ہندوستان ماہ ستمبر و اکتوبر سنہ ۱۹۲۷ء

	پائی	آنہ	روپیہ
قیمت رسالہ اسلامک ریویو	۰	۸	۱۰۲۲
واپسی پیشگی			
حضور نواب صاحب بہادر ریاست بھوپال۔ بھوپال	۰	۰	۱۵۰
جناب نواب مولا بخش صاحب	۰	۰	۱۰
" ڈاکٹر ایم صوفی صاحب کلکتہ	۰	۰	۳۰
	۰	۰	۱۰
میزان	۰	۸	۱۲۲۲

آمد مشن از انگلستان ستمبر و اکتوبر سنہ ۱۹۲۷ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
آمد از ووکنگ پونڈ ۴ شلنگ پنس	۰	۲	۵۳
" " چندہ ماہوار عملہ ادنےٰ از ووکنگ ۱۲ — ۵ — ...	۶	۱۴	۲۸۶
" "	۰	۸	۵
" " عملہ اعلےٰ	۰	۰	۲۸
میزان	۶	۸	۳۷۳

نقشہ ۴ تفصیل آمد اسلامک ریویو شیر فنڈ در انگلستان ماہ ستمبر و اکتوبر سنہ ۱۹۲۷ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
آمد از ووکنگ پونڈ ۲۰ — شلنگ ۲ — پنس ۰	۰	۵	۲۶۶
میزان	۰	۵	۲۶۶

نقشہ ۵ تفصیل خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو شیر فنڈ بابت ماہ ستمبر و اکتوبر سنہ ۱۹۲۷ء

نمبر بل	تفصیل بل	پائی	آنہ	روپیہ
۴۳	کرایہ دفتر و بجلی ماہ اگست سنہ ۱۹۲۷ء	۰	۰	۱۷
۴۴	بل عملہ دفتر بابت ماہ "	۰	۴	۳۰۵
۴۵	الاؤنس اڈیٹر "	۰	۰	۳۷۵
۴۶	یہ رقم رسالہ اشاعت اسلام کی تھی جو کہ ریویو میں جمع ہوگئی واپس دی گئی	۰	۸	۷
۴۷	ٹکٹ اسلامک ریویو	۰	۶	۱۵۸
۴۸	تنخواہ محرر ریویو دو ماہ جولائی و اگست سنہ ۱۹۲۷ء	۰	۰	۶۰
۴۹	تنخواہ عملہ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۲۷ء	۰	۴	۳۳۵
۵۰	الاؤنس اڈیٹر بابت ماہ ستمبر	۰	۰	۳۷۵
۵۱	سائر۔ کارڈ کٹائی ۸ر۔ مزدوری بیکٹ بڑائی ریویو ۹ر۔ کٹائی بل فارم ۲ر۔ تار دو ووکنگ ۵ر لفافہ بالصدر عہ۔ تار ووکنگ عہ۔ رقم برائے امپرسٹ ووکنگ بذریعہ تار للعہ۔ گوشوارہ آمد و خرچ مشن عہ۔ اجرت اشتہار متعلقہ ریویو اخبار لائٹ لعہ۔ لفافہ بیرنگ ۲ر۔ سیاہی عہ۔ فارم رجسٹر ماہوار و عارضی معطی صاحبان عہ۔ خط بیرنگ ار۔ بٹہ چک الہ آباد ۴ر۔ چٹھی بیرنگ از ووکنگ ۲ر۔ جلد بندی رجسٹر ۱ عدد سالانہ و ماہوار معطی صاحبان ۸ر۔ جنتری دو عدد عہ۔ مزدوری لفافہ بنوائی کٹوائی عہ۔ مزدوری چار نفر مرتب کرائی رسالہ ریویو عہ۔ گریوی چا۔ مرتبہ ۴ر۔ متفرق جولائی لغایت ستمبر سنہ ۱۹۲۷ء عہ۔ ٹکٹ مشن ... ٹائم ٹیبل ۳ر	۶	۴	۹۵
۵۲	کرایہ دفتر و بجلی ماہ ستمبر سنہ ۱۹۲۷ء	۰	۰	۱۷
۵۳	قیمت چک بک، آمدہ از ووکنگ ۲ شلنگ	۰	۶	۱
۱	پیشگی امپرسٹ برائے سال سنہ ۱۹۲۸ء از اکتوبر لغایت اخیر ستمبر سنہ ۱۹۲۸ء	۰	۰	۳۰۰
	میزان	۶	۱۱	۲۰۴۶

نقشہ ۶ تفصیل خرچ اسلامک ریویو و ووکنگ مشن در انگلستان ستمبر و اکتوبر سنہ ۱۹۲۷ء

نمبر	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
۲	بل سائر ٹکٹ وغیرہ	۰	۰	۴۵
۳	سفر خرچ مولوی عبد المجید صاحب	۰	۰	۳۱
۴	سائر سٹیشنری وغیرہ	۰	۰	۹۸
۵	متفرق اخراجات	۰	۰	۴۱
۶	اخراجات طبع اسلامک ریویو	۰	۰	۷۸۰
۷	" "	۰	۱۱	۵۹
۸	بل عملہ ادنےٰ	۰	۸	۱۷۰
۹	بل عملہ اعلےٰ	۰	۰	۵۹۸
۱۰	بل کاغذ اسلامک ریویو	۰	۰	۵۰۳
۱۱	" " وغیرہ	۰	۰	۸۶۲
	میزان		۳	۳۱۵۸

گوشوارہ آمد و خرچ ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ و ریزرو فنڈ ۶ اگست سنہ ۱۹۲۷ء لغایت ۳۰ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء لٹریری فنڈ ۲۰ جون سنہ ۱۹۲۷ء لغایت آخر اکتوبر سنہ ۱۹۲۷ء

تفصیل آمد	نمبر نقشہ	رقم آمد ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر نقشہ	رقم خرچ ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ
آمد ریزرو فنڈ	۱	۰	۰	۱۲۵	-	۳	۰	۰	-
آمد لٹریری فنڈ	۲	۰	۰	۱۵	خرچ لٹریری فنڈ	۴	۶	۱۲	۲۳
میزان آمد	۰	۰	۰	۱۴۰			۶	۱۲	۲۳

آمد ریزرو فنڈ از ۶ اگست سنہ ۱۹۲۷ء لغایت ۳۰ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء تفصیل نقشہ ۱

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
جناب جان محمد صاحب بہار گنج	۰	۰	۳
" رجیب علی خان صاحب بہاولپور عطیہ ۳۲	۰	۰	۳۲
" امیر حسن صاحب بانس گاؤں	۰	۰	۱۰
حضور نواب مولا بخش صاحب بہاولپور	۰	۰	۸۰
میزان	-	۰	۱۲۵

تفصیل آمد نقشہ ۲ لٹریری فنڈ ۲۰ جون لغایت اخیر اکتوبر سنہ ۱۹۲۷ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
جناب او۔ ایس نصر اللہ شریف صاحب بنگلور	۰	۰	۵
" محمد امین صاحب بیرسٹر معرفت حضرت خواجہ صاحب	-	۰	۵
" قاضی عبد القاسم صاحب سرہٹ ضلع گیا			۵
میزان	۰	۰	۱۵

نقشہ تفصیل خرچ لٹریری فنڈ اخیر اکتوبر سنہ ۱۹۲۷ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
تنخواہ محرر ماہ جون سنہ ۱۹۲۷ء	۰	۵	۲۱
محصول ڈاک	۶	۷	۱
عیدی	۰	۰	۱
میزان خرچ	۶	۱۲	۲۳

عالیجناب رایٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے بالقابہ

(الحاج الفاروق مُسلم نواب)

یہ مُژدۂ جانفزا ناظرین کرام کے لئے مسرت افزا ہوگا۔ کہ آنریبل لارڈ ہیڈلے بالقابہ آل انڈیا تبلیغی کانفرنس کی صدارت کیلئے جو دسمبر کے اخیر ہفتہ میں غالباً دہلی میں منعقد ہوگی۔ ہندوستان میں تشریف لا رہے ہیں۔ لارڈ موصوف کی اعلےٰ شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آپ نے ویسٹ منسٹر سکول میں تعلیم پائی۔ اور کیمبرج کے ٹرینیٹی سکول میں بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ اور ۱۸۷۷ء میں ریاضی کا امتیازی امتحان پاس کیا۔ کالج چھوڑ کر آپ علمی شغف میں پڑ گئے۔ اور سالسبری جرنل۔ ولٹشائر کی ایڈیٹری اختیار کرلی۔ اور اس خدمت اڈیٹری کو دو سال تک سرانجام دیا۔ اس کے بعد سر الیف سیگر کے سکرٹری سات سال تک رہے۔ اور پھر کشمیر میں سول انجنیئر ہوکر چلے گئے۔ جہاں جاکر اس پُر فضا سٹرک کی ۱۸۹۶ء میں تکمیل کی۔ جو سرینگر کشمیر اور بارہ مولا کے درمیان ہے +

لارڈ موصوف جزائر برطانیہ میں سب سے اوّل برطانوی نواب ہیں۔ جنھوں نے ووکنگ مسلم مشن کی تحریک پر اسلام قبول کیا + اسلامی دُنیا میں آپ شہرہ آفاق ہیں۔ لندن کی مسلم برٹش سوسائٹی کے آپ صدر ہیں۔ جو سوسائٹی کہ آج سے بارہ سال پیشتر اہل انگلستان کو تعلیمات اسلامی سے بہرہ ور کرنے کیلئے قائم ہوئی +

یوُرپ میں تبلیغ اسلام کے لئے آپنے بے لوث اور سرفروشانہ جدوجہد فرمائی ہے۔ اور آپ کی اَن تھک کوششوں سے یورپین دل و دماغ سے وہ غلط فہمیاں دُور ہوتی چلی جارہی ہیں۔ جو مُدّت سے کا دراز سے اہل مغرب کے

دلوں میں اسلام کے متعلق جاگزین تھیں۔ آپ کی اعلٰے شخصیت و اثر بہت سی یورپین سعید روحوں کی موجب کشش ہوا ہے۔ تمام عالم اسلام اس بات کے لئے آپ کا مرہون احسان ہے۔ کہ آپ نے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد ووکنگ کی شبانہ روز تبلیغی تگ و دو میں ان کا ہاتھ بٹایا ہے۔ علمی دنیا میں بھی آپ نے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ اور اسلام کی حمایت میں بہت سی کتب انگریزی میں تصنیف فرمائی ہیں۔ جن میں بیش بہا علمی جواہر ریزے موجود ہیں۔ جو بہت سی متزلزل و مایوس دل رُوحوں کیلئے موجب طمانیت ثابت ہوئی ہیں۔ آپ کے دل میں اسلام کا سچا درد ہے۔ اور سچی اسلامی مساوات کے آپ دل سے حامی ہیں ۱۹۲۳ء میں آپ نے مکہ معظمہ حج کے لئے سفر فرمایا۔ اور اخوت و مساوات اسلامی کا گہرا نقشہ آپ کے دل پر جم گیا +

ماہ جنوری ۱۹۲۸ء کے رسالہ اشاعت اسلام میں ہم انشاءاللہ تعالےٰ جناب لارڈ صاحب موصوف کے مفصل حالات۔ اُن کی تبلیغی جدوجہد اور فوٹو شائع کریں گے۔ اور اس کے ساتھ ہی ان کے صدارتی خطبہ کا اُردو ترجمہ بھی ہدیۂ ناظرین کرام کریں گے۔ وما توفیقی الا باللہ +

اشاعت اسلام سے دلچسپی رکھنے والے احباب کے لئے ایک نادر موقعہ

دفتر رسالہ اشاعت اسلام میں سابقہ نمبروں کی کثیر تعداد کثیر موجود ہے کارکنان رسالہ نے یہ اہتمام کیا ہے کہ ابتدا اجرا سے جولائی سنہ ۱۹۱۴ سے ہر ایک نمبر کی سوسو کاپیاں دفتر کے ریکارڈ کیلئے محفوظ کر کے باقی کل کی کل کاپیاں تقسیم کردی جائیں سابقہ نمبروں میں جو دُر بے بہا محفوظ ہیں۔ وہ فقط مطالعہ سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ ان اوراق میں بہتر سے بہتر شکل میں اسلام کے حسن و جمال کو پیش کیا گیا ہے۔ جن کو ایک غیر مسلم پڑھ کر اسلام کا والہ و شیدا ہو جاتا ہے۔ زمانۂ حال کے تقریبًا کل کے کل اعتراضات کا نہایت ہی معقولیت و متانت سے جواب دیا گیا ہے۔ یہ نمبران احباب کے لئے نہایت ہی مفید ہیں جن کے دل میں اسلام کو غیر مسلم احباب میں مفت تقسیم کیا جائے۔ تو یہ رسائل ان کی روشنی و ہدایت کا موجب ہونگے۔ اسلئے جن احباب کو ان سابقہ نمبروں کی جسقدر کاپیوں کی ضرورت ہو وہ دو پیسہ (۲/) فی نمبر کے حساب سے مینجر رسالہ اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ لاہور کو محصول ڈاک کے خرچہ کیلئے بھیجدیں۔ اور مطلوبہ نمبر منگوالیں +

خادم مینجر

سُرخ رنگ کا لفافہ

جن احباب کا چندہ دسمبر سنہ ۱۹۲۷ء کے اخیر ختم ہو جاتا ہے۔ اُن کی خدمت میں رسالہ دسمبر سنہ ۱۹۲۷ء سرخ رنگ کے چھپے ہوئے لفافہ میں بھیجا گیا ہے۔ یہ اس بات کا پیش خیمہ ہے۔ کہ آپ کا سابقہ چندہ رسالہ ختم ہو چکا ہے۔ اسلئے جن جن احباب کو سُرخ رنگ کے چھپے ہوئے لفافہ میں رسالہ ملے۔ وہ ازراہ کرم مبلغ للعہ؁ بذریعہ منی آڈر، دسمبر سنہ ۱۹۲۷ء کے اخیر تک بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) بھیج دیں۔ منی آڈر کے ذریعہ چندہ کی روانگی میں جانبین کو سہولت رہیگی۔ اوّل تو عملہ کا وقت و محنت بچ جاویگی۔ جو وہ وی۔ پی کے اجرا میں صرف کریں گے۔ دوسرا ۲؍ آنے خرچہ وی۔ پی کی بھی اہل دفتر کو بچت ہوگی اسلئے ازراہ مہربانی دفتر سالانہ چندہ بذریعہ منی آڈر ارسال فرمائیں +

جن جن احباب کا چندہ دسمبر سنہ ۱۹۲۷ء میں ختم ہوگا۔ دفتر سے منفرداً ان کی خدمتمیں اطلاعی کارڈ بھی بھیجے جائینگے۔ اسلئے ان احباب کی خدمتمیں درخواست ہے۔ کہ جن کو رسالہ دسمبر سنہ ۱۹۲۷ء سُرخ رنگ کے چھپے ہوئے لفافہ میں ملے۔ وہ ازراہ کرم مبلغ للعہ؁ چندہ سال سنہ ۱۹۲۸ء پیشگی بذریعہ منی آڈر ارسال فرمائیں +

رسالہ اشاعت اسلام کا سالانہ چندہ للعہ؁ سرورق پر غلطی سے للعہ روپیہ شائع ہوتا رہا ہے +

ترسیل چندہ کے وقت احباب کرام منی آڈر کوپن پر اپنا نمبر خریداری۔ نام۔ پتہ۔ مقام خوشخط تحریر فرمائیں۔ تاکہ تعمیل میں دقت واقع نہ ہو +

تمام ترسیل زر بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب)

ووکنگ مُسلم ریزرو فنڈ

مشن ووکنگ کو یورپ میں قائم ہونے سولہواں سال ہے بفضل ربّی اور مسلمانان عالم کی مسلسل توجہ آج تک انگلستان جیسی گراں سرزمین میں کبھی بھی اس مشن کو مشکلات نہیں ہوئیں اس محولہ بالا فنڈ کے اجرا کی غرض یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ پس انداز رقم بطور میعادی سرمایہ کیا جائے جو آڑے وقت کام آسکے اور انوسٹمنٹ ڈیپارٹمنٹ کا سالانہ منافع مشن کے گرانبار اخراجات کے کچھ حصہ کا کفیل ہو سکے۔ اگر مسلم بھائی اپنی اور اپنے دوست و احباب، خویش و اقارب کے تمام صدقات - خیرات - نذر بھینٹ کو اس فنڈ میں ارسال فرمانے کا اہتمام فرمائیں تو مشن ہمیشہ کے لیے مالی تقویت کا موجب ہو سکتا ہے +

رسالہ اشاعت اسلام، اُردو

یہ رسالہ شہرہ آفاق رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا اُردو ترجمہ ہے۔ اسمیں تمام ادیان باطلہ کے زہر کا تریاق ہوتا ہے تصوف و روحانیت پر نہایت ہی بلند پایہ مضامین اس میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ نومسلمین کے مضامین کا اسمیں ترجمہ ہوتا ہے۔ حالات حاضرہ پر تنقیدی نظر کی جاتی ہے محاسن اسلام کو فلسفیانہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم کی تفسیر بھی ہر ماہ شائع ہوتی ہے۔ اسکے علاوہ شدھی سنگٹھن کی تحریک کا علاج وافر اور ہر ماہ نومسلمین ووکنگ کے فوٹو شائع کیے جاتے ہیں۔ سالانہ چندہ ہندوستان کے لیے ۶ ؎ جملہ امور کے متعلق خط و کتابت و ترسیل بنام خواجہ عبد الغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہونی چاہیے +

تصنیفات مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
توحید فی الاسلام	۱۲ر	مطالعہ اسلام	۹ر	ام الالسنہ	۱۰ر	پادری صاحبان کے لیے سوالات	ار
واردات حیات یا انجیل عمل	عہ	مکالمات ملیہ	۱۰ر	براہین نیرہ	۱۰ر	اسلامی نماز اور اس پر عیسائی اعتراضات	ار
سلک مروارید	سہ	اسلام میں کوئی فرقہ نہیں	۱۲ر	اسلام اور علوم جدیدہ	۳ر	اسلامی نماز اور اسکا فلسفہ	۲ر
خطبات غزنیہ	۱۰ر	لمعات انوار محمدیہ	۳ر	یسوع کی الوہیت	۳ر	صلائے نصرت بالحق بحث کفارہ	۲ر
مقصد مذہب	۲ر	مذہب محبت	۵ر	روحانیات فی الاسلام	۱۰ر	دنیا کے مشہور شہنشاہ ثلاثہ	۵
ضرورت الہام	۱ر	قدرت عالم کا مذہب	۵ر	ہستی باری تعالیٰ	صر	تفسیر سورۃ فاتحہ	۳ر
ینابیع المسیحیت	عہ	اسلام	۳ر	پیام اسلام	۶ر	سیرۃ نبوی	[illegible]
						تصاویر نومسلمان انگلستان وغیرہ	۱۰ر

فہمائش بنام مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)